يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں)

ذکرِ جمیل

تالیف

مجددِ مسلکِ اہلسنت

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ـ کراچی ○ پاکستان

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل (سراپا معجزہ)
یعنی حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئیں

الذکر الجمیل
فی
حلیۃ الحبیب الخلیل

ذکرِ جمیل

تالیف

مجددِ مسلکِ اہلسنت
حضرت خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ○ پاکستان

نام کتاب	ذکر جمیل (الذکر جمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل)
مصنف	خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ	مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی، ۵۳۔بی سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔ پاکستان
سال اشاعت	ستمبر 2002ء
تعداد	دو ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z113
قیمت	-/150 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

ھدیۂ عقیدت

بحضور

سیدالمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین

شفیع المذنبین سید الاولین و الاخرین

سلطان الکونین جد الحسن و الحسین

حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ

محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہٖ و بارک و سلم ،

بتوسط

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین

سیدی و مرشدی و مولائی

حضرت الحاج میاں غلام اللہ صاحب نقشبندی

المعروف

حضرت ثانی لاثانی شرق پوری

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ،

جن کے فیض و کرم سے میں اس لائق ہوا ۔

؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محتاج کرم :

سگ آستانۂ رفیع

محمد شفیع (اوکاڑوی) غفرلہ السمیع

کراچی (پاکستان)

فہرست مضامین

شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	پیش گفتار	۱۲
۲	ذکرِ جمیل اور مصنف کا تعارف	۱۵
۳	اکابر علمائے کرام کا اظہارِ خیال	۱۹
۴	″ ″ ″ ″ ″ ″	۲۱
۵	حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳
۶	معیارِ محبت	۲۶
۷	علاماتِ محبت	۳۰
۸	آپ کا ذکر ذکرِ خُدا ہے	۳۲
۹	ذکرِ خُدا کے ساتھ ذکرِ رسول	۳۳
۱۰	جنت میں ہر جگہ نامِ رسول	۳۴
۱۱	آپ کی تعظیم فرضِ عین ہے	۳۵
۱۲	صحابہ اور آپ کی تعظیم	۳۸
۱۳	وفات کے بعد تعظیم	۳۹
۱۴	آپ کا ذکر عبادت ہے	۴۰
۱۵	مسئلہ حیات النبی	۴۳
۱۶	آپ شہید ہیں	۵۰
۱۷	حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے کامل ہے	۵۲
۱۸	انبیاء کرام اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں	۵۳
۱۹	جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں	۶۰
۲۰	حیاتِ انبیاء اجماعی مسئلہ ہے	۶۱
۲۱	قبضِ روح سے حیات زائل نہیں ہوتی	۶۲
۲۲	موتِ عادی، موتِ حقیقی	۶۳
۲۳	مسئلہ حیات النبی اور علماء دیوبند	۶۴
۲۴	مُوئے مبارک	۶۹
۲۵	سرِ انور اور بالوں کی کیفیت	۷۱
۲۶	بال متبرک تھے	۷۲
۲۷	حضرت خالد کی ٹوپی اور بال مبارک	۷۴
۲۸	خالد کی بیوی	۷۵
۲۹	مُوئے مبارک کی تعظیم	۷۶
۳۰	مُوئے مبارک کی بے ادبی	۷۷
۳۱	عالم کی ہر چیز زندہ و ذی فہم ہے	۷۹
۳۲	چہرۂ انور	۸۳
۳۳	بے مثل حُسن و جمال	۸۵
۳۴	حُسنِ مصطفےٰ پردے میں	۹۲
۳۵	معنوی اثر	″
۳۶	چشمانِ مبارک	۹۵
۳۷	آپ کا سُرمہ	۹۷
۳۸	شرم وحیاء	۹۸
۳۹	حضور آگے اور پیچھے برابر دیکھتے ہیں	۹۹
۴۰	اندھیرا حجاب نہیں	۱۰۰

شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۱	حاضر و ناظر ہونا	۱۰۰
۴۲	شاہد کا معنیٰ	۱۰۱
۴۳	کوئی چیز پوشیدہ نہیں	۱۰۳
۴۴	دیدارِ الٰہی	۱۰۵
۴۵	ادراک و رؤیت	"
۴۶	اولیاء اللہ کی بصیرت	۱۰۶
۴۷	گوشِ مبارک	۱۱۳
۴۸	قوتِ سماعت	۱۱۵
۴۹	ہر درود پڑھنے والے کی آواز پہنچتی ہے	۱۱۷
۵۰	مقامِ اولیاء	۱۱۸
۵۱	لوحِ محفوظ پر چلتے ہوئے قلم کی آواز سنتے تھے	۱۲۱
۵۲	ایک فرشتہ کی قوتِ سماعت	۱۲۲
۵۳	آدابِ درود شریف	"
۵۴	لبِ شیریں و دندانِ مبارک	۱۲۵
۵۵	دانتوں کی صفائی	۱۲۷
۵۶	آپ کے ہنسنے کی کیفیت	۱۲۸
۵۷	بعد از وفات کلام کرنا	۱۳۱
۵۸	آپ کے غلاموں کی حیات	۱۳۲
۵۹	اہلِ قبور سے باتیں	۱۳۳
۶۰	خوفِ خدا پر دو جنتیں	۱۴۰
۶۱	کفن چور کی بخشش	۱۴۱
۶۲	بعد از وفات اولیاء اللہ کے حالات	۱۴۲

شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۳	دہنِ مبارک	۱۴۷
۶۴	آپ کی آواز مبارک	۱۴۹
۶۵	حضور کی ہر بات حق ہے	۱۵۰
۶۶	برکاتِ لعابِ دہن	"
۶۷	تصرف اقتدار	۱۵۱
۶۸	پیرِ کامل سے تعلق پیدا کرو	۱۵۴
۶۹	سوکھے کنوئیں بھرپور	۱۵۵
۷۰	ایک عورت دو کھالیں	۱۵۶
۷۱	کنوئیں کا پانی خوشبودار ہو گیا	۱۵۹
۷۲	آسیب دور ہو گیا	"
۷۳	جسم خوشبودار ہو گیا	۱۶۰
۷۴	کھانے میں برکت	۱۶۱
۷۵	اندھا بینا ہو گیا	۱۶۳
۷۶	بیماریاں دور ہو گئیں	۱۶۴
۷۷	گہرے زخم درست ہو گئے	۱۶۵
۷۸	کٹے ہوئے اعضاء درست ہو گئے	۱۶۶
۷۹	تقدیرِ الٰہی	۱۶۹
۸۰	اقسامِ تقدیر	"
۸۱	حضرت مجدد صاحب کی دعا	۱۷۰
۸۲	زبانِ مبارک	۱۷۳
۸۳	افصح الخلق	۱۷۶
۸۴	سلمان فارسی کو عربی زبان کیسے آگئی؟	۱۷۷

شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۵	ہرنی نے پکارا	۱۷۸	۱۰۷	گردن، کندھے، پشت مبارک	۲۰۵
۸۶	جانوروں کی بولیاں جانتے تھے	۱۷۹	۱۰۸	گردن، کندھوں کی خوبصورتی	۲۰۷
۸۷	مختلف زبانیں آگئیں	//	۱۰۹	مُہرِ نبوت	۲۰۸
۸۸	آپ کا کلام بحرِ ذخار	۱۸۰	۱۱۰	انگلی کا اشارہ اور بادل	۲۱۰
۸۹	نمکین پانی میٹھا ہوگیا	۱۸۲	۱۱۱	ستون حنانہ کا رونا	۲۱۱
۹۰	کُن کی کنجی	//	۱۱۲	منکرِ حدیث کا اعتراض	//
۹۱	اولیاء اللہ کو کُن عطا ہوتا ہے	۱۸۵	۱۱۳	بغل مبارک	۲۱۷
۹۲	حسنین کریمین کا زبان چُوسنا	۱۸۶	۱۱۴	بغلوں کی کیفیت اور پسینہ	۲۱۹
۹۳	ریش مبارک	۱۸۹	۱۱۵	حضرت ماعز سنگسار ہوگئے	۲۲۰
۹۴	آپ نے خضاب نہیں کیا	۱۹۱	۱۱۶	حضرت ماعز کی توبہ	۲۲۱
۹۵	بال پھر سیاہ ہوگئے	۱۹۲	۱۱۷	زنا کی سزائیں	۲۲۲
۹۶	تصرف اولیاء بعد از وفات	//	۱۱۸	مسئلہ رجم (سنگسار کرنا)	۲۲۴
۹۷	حضور مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے	۱۹۳	۱۱۹	منکرینِ حدیث کا رجم سے انکار	۲۲۵
۹۸	بالوں پر بادلوں کا سایہ	//	۱۲۰	اعتراضات وجوابات	۲۲۶
۹۹	حضور کو خواب میں دیکھنا	//	۱۲۱	دست و بازو مبارک	۲۳۵
۱۰۰	ڈاڑھی ضروری ہے	۱۹۶	۱۲۲	کستوری سے بڑھ کر خوشبودار	۲۳۸
۱۰۱	ڈاڑھی کا ثبوت قرآن سے	۱۹۷	۱۲۳	ریشم سے بڑھ کر نرم	۲۳۹
۱۰۲	ڈاڑھی منڈانیوالے اللہ و رسول کے مخالف ہیں	۱۹۸	۱۲۴	کُل شے کی کنجیاں	//
۱۰۳	ڈاڑھی منڈانیوالے پورے پورے اسلام میں داخل نہیں	//	۱۲۵	حمد کا جھنڈا	//
۱۰۴	ڈاڑھی کی مخالفت کرنیوالے جہنمی ہیں	۱۹۹	۱۲۶	حضور کی چھڑی	۲۴۰
۱۰۵	سنتِ نبوی پر مضبوطی سے قائم رہنا	۲۰۰	۱۲۷	ضعیف گھوڑی توانا ہوگئی	۲۴۱
۱۰۶	ڈاڑھی کی مقدار	//	۱۲۸	کنکریوں نے کلمۂ توحید پڑھا	۲۴۲

شمار	مضمون	صفحہ نمبر	شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۹	کمالِ اطاعت	۲۴۲	۱۵۱	ہاتھ مبارک رکھنے کا اثر	۲۶۲
۱۳۰	آگ ٹھنڈی ہوگئی	۲۴۳	۱۵۲	پتھر پانی پر تیرنے لگا	۲۶۳
۱۳۱	حضرت انس کا دسترخوان	۲۴۴	۱۵۳	چاند کا اشارہ سے ہلنا	〃
۱۳۲	مسئلۂ فطرتِ آگ	۲۴۵	۱۵۴	معجزہ شق القمر	۲۶۴
۱۳۳	ٹوٹی پنڈلی درست	۲۴۷	۱۵۵	جنت کا خوشہ پکڑا	۲۶۶
۱۳۴	ہاتھ پھیرنے سے چہرہ روشن	〃	۱۵۶	انگلیوں سے پانی کے چشمے	〃
۱۳۵	چہرہ مثلِ آئینہ ہوگیا	۲۴۸	۱۵۷	کھانے سے تسبیح کی آواز	〃
۱۳۶	حضرت علی کا سینہ	〃	۱۵۸	کنوئیں کا پانی بڑھ گیا	۲۷۰
۱۳۷	سیّدہ کی بھوک دُور ہوگئی	۲۴۹	۱۵۹	حضرت بلال کی سات کھجوریں	۲۷۱
۱۳۸	دستِ مبارک کی تاثیر سے بال سیاہ	۲۵۱	۱۶۰	حضرت ابوہریرہ کی اکیس ۲۱ کھجوریں	۲۷۴
۱۳۹	چہرہ تروتازہ	〃	۱۶۱	کھانے میں برکت	〃
۱۴۰	عداوت محبت سے بدل گئی	۲۵۲	۱۶۲	حضرت جابر کی بکری زندہ ہوگئی	۲۷۹
۱۴۱	مرضِ نسیان دُور ہوگیا	۲۵۴	۱۶۳	حضرت جابر کے فرزند زندہ ہوگئے	〃
۱۴۲	قوتِ حافظہ بڑھ گئی	〃	۱۶۴	مُردوں کا زندہ ہونا	۲۸۲
۱۴۳	ساختِ دماغ	۲۵۵	۱۶۵	چھوٹی بکری نے دودھ دے دیا	۲۸۳
۱۴۴	حضرت جریر کا گھوڑے سے گرجانا	۲۵۶	۱۶۶	بکریاں موٹی اور دُودھ والی ہوگئیں	۲۸۴
۱۴۵	لکڑی تلوار بن گئی	۲۵۷	۱۶۷	حضرت اُمِّ معبد کی بکری	۲۸۵
۱۴۶	کھجور کی شاخ روشن ہوگئی	۲۵۹	۱۶۸	حضرت قتادہ کی آنکھ	۲۸۷
۱۴۷	آپ کی چشمِ بصیرت	〃	۱۶۹	ایک دن میں دھقدر ختم	۲۸۹
۱۴۸	پانی دُودھ بن گیا	۲۶۰	۱۷۰	جن کا اثر دُور	۲۹۰
۱۴۹	زبان کی گرہ کھل گئی	۲۶۱	۱۷۱	عداوت محبت میں بدل گئی	〃
۱۵۰	گنجاپن دُور ہوگیا	〃	۱۷۲	چہرہ تروتازہ ہوگیا	۲۹۱

شمار	مضمون	صفحہ نمبر	شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۳	جلا ہُوا بدن درست ہو گیا	۲۹۱	۱۹۵	اعلانِ عام جو چاہو پُوچھو	۳۲۴
۱۷۴	ناخن تقسیم کرا دیئے۔	۲۹۲	۱۹۶	لوح و قلم کا علم	۳۲۵
۱۷۵	صحابہ کو بُرا نہ کہو	۲۹۳	۱۹۷	تمام انبیاء آپ سے فیض لینے والے ہیں	〃
۱۷۶	حضور کو صحابہ کے اختلافات کا علم تھا	〃	۱۹۸	علمِ غیب اور صحابہ کرام	〃
۱۷۷	سینۂ اقدس و قلب مبارک	۲۹۷	۱۹۹	آپ کے علمِ غیب پر ایمان لانا واجب ہے	۳۲۶
۱۷۸	صنفتِ سینہ و قلب مبارک	۲۹۹	۲۰۰	صحابہ، آئمہ، علماء اور اولیاء کا عقیدہ	〃
۱۷۹	مسئلہ علم غیب از قرآن و تفاسیر	۳۰۳	۲۰۱	علومِ خمسہ	۳۲۸
۱۸۰	آپ کو علمِ غیب عطا ہُوا	۳۰۴	۲۰۲	اولیاء اللہ کا علم	۳۲۹
۱۸۱	ماکان و مایکون کا علم	۳۰۶	۲۰۳	علماء دیوبند کا عقیدہ	۳۳۲
۱۸۲	کُل شیئ کا علم	۳۰۹	۲۰۴	سینۂ اقدس میں بارہ کرے	۳۳۳
۱۸۳	اللہ تعالیٰ کا کُل اور ہُدہُد کا کُل	۳۱۰	۲۰۵	شِکم مبارک	۳۳۹
۱۸۴	اللہ تعالیٰ کا بعض اور مخالفین کا بعض	۳۱۲	۲۰۶	فقر و فاقہ	۳۴۱
۱۸۵	تھانوی صاحب کی کفریہ عبارت	۳۱۴	۲۰۷	ازواجِ مطہرات کے حجرے	۳۴۴
۱۸۶	عبارتِ کفریہ	〃	۲۰۸	زینت و آرائش کی خوبی	〃
۱۸۷	آپ کی تعظیم و توقیر	۳۱۶	۲۰۹	مرزا قادیانی اور مالِ دُنیا	۳۴۶
۱۸۸	حضرت خضر علمِ غیب جانتے تھے	۳۱۷	۲۱۰	وصلی روزے	〃
۱۸۹	علمِ غیب کی نفی کی آیات	۳۱۸	۲۱۱	حضور بے مثل ہیں	۳۴۷
۱۹۰	احادیثِ مبارکہ دربارہ علم	۳۲۰	۲۱۲	فضلاتِ مبارکہ	۳۴۹
۱۹۱	زمین و آسمان کی ہر شے کا علم	〃	۲۱۳	فضلات طیب و طاہر ہیں	۳۵۰
۱۹۲	ابتدائے خلق سے دخولِ جنّت و نار تک	۳۲۱	۲۱۴	حضور کی ہر چیز نور ہے	۳۵۸
۱۹۳	قیامت تک ہونے والی ہر شے بتا دی	۳۲۲	۲۱۵	شجر و حجر کی فرمانبرداری	۳۵۹
۱۹۴	علمِ غیب اور بھیڑیا	۳۲۳	۲۱۶	سانپ کا چلنا	۳۶۲

شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۱۷	حضور ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے	۳۶۳
۲۱۸	نبی کو احتلام نہیں ہوتا	″
۲۱۹	قوتِ جماع	″
۲۲۰	مقامِ مخصوص کو نہیں دیکھا گیا	۳۶۴
۲۲۱	زانوئے مقدس اور پائے مبارک	۳۶۷
۲۲۲	چلنا اور بیٹھنا	۳۶۹
۲۲۳	پتھر قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے	۳۷۰
۲۲۴	مقامِ ابراہیم علیہ السلام	۳۷۱
۲۲۵	پاؤں کی ٹھوکر سے چشمہ جاری ہونا	۳۷۲
۲۲۶	اُحد پہاڑ کا ہلنا بند	۳۷۳
۲۲۷	مست جانور تیز رفتار	″
۲۲۸	آپ کی سواری کے جانور	۳۷۵
۲۲۹	ٹھوکر سے ہمیشہ کے لئے بیماری دُور	″
۲۳۰	ہیبتِ خطبہ	۳۷۶
۲۳۱	درخت بلانے پر حاضر ہو گیا	۳۷۷
۲۳۲	ہاتھ پاؤں چُومنا	۳۷۸
۲۳۳	قیامِ شب اور پاؤں	۳۷۹
۲۳۴	قد مبارک	۳۸۱
۲۳۵	حُلیہ شریف	۳۸۳
۲۳۶	سب سے اُونچے	۳۸۴
۲۳۷	شریر اونٹ مطیع	۳۸۵
۲۳۸	بکریوں نے سجدہ کیا	۳۸۶
۲۳۹	حضور کا سایہ نہ تھا	۳۸۸
۲۴۰	اکابرینِ اُمّت اور مسئلہ سایہ	۳۸۹
۲۴۱	پسینہ مُبارک	۳۹۷
۲۴۲	جسم مبارک بے حد معطر	۳۹۹
۲۴۳	پسینۂ مبارک بے حد خوشبو دار	۴۰۰
۲۴۴	گلی کوچے مہک جاتے	۴۰۲
۲۴۵	مدینہ منورہ کے در و دیوار خوشبودار	۴۰۳
۲۴۶	مدینہ منورہ کی ہوا اور مٹی خوشبودار	″
۲۴۷	لباس مبارک	۴۰۵
۲۴۸	اچھا لباس پہننا	۴۰۸
۲۴۹	عمامے کی برکت	۴۱۰
۲۵۰	قمیص کی برکت	″
۲۵۱	چادر کی برکت	۴۱۲
۲۵۲	عقاب نے موزہ میں سانپ دیکھ لیا	۴۱۳
۲۵۳	محبوبانِ خُدا کے ملبوسات کی برکات	″
۲۵۴	حضرت موسیٰ کا تابوت	۴۱۴
۲۵۵	حضرت یُوسف کی قمیص	۴۱۵
۲۵۶	جوانی قائم رہی	۴۱۶
۲۵۷	پانی متبرک ہو جاتا	۴۱۷
۲۵۸	وضو کا پانی	۴۱۸
۲۵۹	صحابہ اور حضور کی تعظیم	″
۲۶۰	جبہ شریف اور شفاء	۴۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۶۱	حضور کا پیالہ شریف	۴۲۰	۲۷۱	منبر شریف کا ادب	۴۲۶
۲۶۲	پیالہ شریف اور حضرت عمر	۴۲۱	۲۷۲	حضور کے نام مبارک کا ادب	״
۲۶۳	عصا شریف	۴۲۲	۲۷۳	دو سو سال کے گناہ معاف	״
۲۶۴	انگوٹھی مبارک	״	۲۷۴	چارپائی مبارک	۴۲۸
۲۶۵	لحاف مبارک	۴۲۳	۲۷۵	حضور کے تبرکات اور عمر بن عبدالعزیز	״
۲۶۶	چادر مبارک	״	۲۷۶	ہر وُہ چیز جس کو حضور کے ساتھ لگنے کا	۴۲۹
۲۶۷	کملی مبارک اور تہبند شریف	״	۲۷۷	شرف حاصل ہُوا، قابلِ تعظیم ہے	״
۲۶۸	کمان مبارک اور اس کا ادب	۴۲۴	۲۷۸	مدینہ منورہ کے در و دیوار	״
۲۶۹	عصا مبارک کی بے ادبی کا نتیجہ	״	۲۷۹	خاتمہ	۴۳۱
۲۷۰	حضرت ابو محذورہ کے بال مبارک	۴۲۵	۲۸۰	تاریخی قطعات وغیرہ	۴۳۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

پیش گفتار

اَللّٰہُ جَمِیۡلٌ یُحِبُّ الۡجَمَالَ —— نے اپنی ذات و صفات کے مظہرِ کامل، حضورِ اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بُرہان بنا کر بھیجا میرے آقا و مولیٰ، تاجدارِ مدینہ سے میرے معبودِ حقیقی میرے ربِّ کریم کے جلوے ظاہر ہُوتے۔ حُسنِ اُلوہیّت کے اس مظہرِ کامل کے سراپا ظاہری حُسن و جمال کا بیان بھی روح کی تسکین اور قلب کی طمانینت کا باعث ہے۔ اس ذات بابرکات کے ذکرِ جمیل سے خود میرے ربِّ جلیل کا کلام، قرآنِ کریم، اوّل تا آخر آسودۂ اوراق ہے۔ یہ ذکر میرے معبود کو محبوب ہے۔ صدیاں گزر گئیں، جسے بھی اس محبوبِ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے نسبتِ محبّت ہوئی، اس نے اسی ذکرِ جمیل کو شعار بنایا اور یہ بھی واقعہ ہے، جس نے جمالِ مصطفٰی سے جس قدر آگہی پائی اور اسے تحریر و تقریر کا جزو بنایا وہ خود بھی اس ذکر سے وابستہ ہو گیا، بے شمار نام اس حوالے سے ہمارے لیے محبوب و محترم ہُوتے۔

میرے ابّا جان قبلہ، حضرت مجدّدِ مسلکِ اہلِ سُنّت، عاشقِ رسول، محبِّ صحابہ و آلِ بتول، خطیبِ اعظم الحاج مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ و رضی عنہ نے نعت خوانی سے عشقِ رسُول کے اظہار کی ابتدا کی تھی۔ یہ سلسلہ، قیامِ پاکستان سے پہلے کھیم کرن کے شہر سے انھوں نے شروع کر دیا تھا۔ اللہ کریم نے انھیں جو خصوصیات عطا کی تھیں، ہر ایک میں وہ درجۂ کمال پر تھے، آواز کو دیکھیے کہ انداز کو، لب و لہجہ تراشیدہ اور سوز و گداز سے ایسا لبریز کہ سینے میں جاگزیں ہو جاتے۔ یہ جذبِ دروں کا اعجاز تھا اور اصل میں تو یہ کرمِ الٰہی اور فیضِ نگاہ تھا —— پنجابی زبان میں سراپائے رسول کے ذِکر پر مشتمل کلام (سی حرفی، دوہے وغیرہ) وہ پڑھا کرتے اور بارگاہِ رسالت میں اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منظوم ہدیۂ سلام بھی پڑھتے، انھیں یہ سعادت ملی کہ انھوں نے متداول علومِ دین

کی تحصیل وتکمیل کرلی، اب اشعار ان پر آشکار بھی ہوتے۔ انھوں نے آیاتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ کے مفاہیم و مطالب کی ترجمانی کرتے ہوئے اس ذکرِ جمیل سے صرف تقریروں ہی کو نہیں، تحریروں کو بھی سجایا اور یادگار بنایا۔ ان کی تقریر ہو کہ تحریر، ایسی موثر، ایسی دل نشیں، ایسی مدلل اور مکمل کہ اپنے مخاطب کو یوں جانیے، کسی جلوے سے سرشار کر دیتے تھے۔ وہ خطیب بے مثال تھے تو ادیب بھی باکمال تھے۔

"ذکرِ جمیل" ان کی اوّلین تصانیف میں نمایاں اور شاہ کار ہے، اس کی پہلی اشاعت قریباً بیالیس برس پہلے ہوئی تھی ـــ یہ کھیم کرن سے ہجرت کے بعد، اوکاڑا شہر میں قیام کے دوران اور کراچی میں آمد سے بہت پہلے کی بات ہے ـــ اس کا انتساب انھوں نے اپنے پیرو مرشد کے نام کیا اور اس کتاب کا نام اُن کے فرزندِ ارجمند کے نام کی نسبت، معنوی طور پر شامل کر کے "ذکرِ جمیل" رکھا، عربی نام "اَلذِکرُ الجمیل فِی حِلیۃِ الحبیبِ الخلیل" ہے۔ شروع میں ہر اشاعت پر تصحیح و اضافہ ہوتا رہا اور رفتہ رفتہ کتاب کی ضخامت بڑھتی رہی۔ ۱۹۷۱ء میں اِس کتاب کی کتابت از سرِ نو کروائی گئی اور جدید قسم کی طباعت سے اسے آراستہ کیا گیا، جب سے اب تک اسی کا اعادہ ہو رہا ہے، یہ کتاب پچاس ہزار سے زائد تعداد میں شائع ہو کر دُنیا بھر میں مقبول ہو چکی ہے۔ بھارت میں بھی اُردو اور گجراتی میں شائع ہوتی ہے اور اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے مندرجات میں سے کچھ عنوان الگ رسائل کی صورت میں بھی مختلف اداروں نے شائع کر کے مُفت تقسیم کیے، روزنامہ "نئی روشنی" کراچی، اسی کتاب کے مضامین، برسوں پہلے ہر جُمعہ کی اشاعت میں شامل کرتا رہا۔

۲۱ رجب ۱۴۰۴ھ کو، ابا جان قبلہ علیہ الرحمۃ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے ـــ ان کے بعد ان کی کتابوں کی اشاعت کے لیے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے محترم صاحب زادہ حفیظ البرکات شاہ نے مجھ سے رابطہ کیا۔ ابا جان قبلہ چاہتے تھے کہ ان کی تمام کتابوں کی طباعت بھی میں اپنے ذمے لوں، وہ میرے ذوق سے واقف تھے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے بعد مجھے اپنا ہوش ہی کہاں تھا اور میرے وَلولے تو انہی سے تھے، وہ کیا گئے، لگتا ہے سب کچھ چلا گیا ـــ اس فقیر نے بھائیوں سے مشورت کے بعد محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب کو حقوقِ اشاعت دے دیے۔

انہوں نے طباعت و اشاعت کے کام کا آغاز ہی کیا تھا، اس لیے تمام تر استعداد کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ کتابوں کی خطاطی کروا کے اُنھوں نے کتابت کی روایتی غلطیوں کی تفتیش (مسودہ بینی) کے لئے خطاطی مجھے بھجوا دی ـــــ میرے شب و روز عرصے سے قلم اور کتاب سے وابستہ ہیں۔ اباجان قبلہ علیہ الرحمۃ کے بعد کتنے انقلاب آئے، مجھے خود کو وقت اور اُمور کا پابند کرنے میں برسوں لگ گئے اور یوں "ذکرِ جمیل" کی طباعت میں تاخیر ہوتی گئی ـــ تنہا حوالہ و حواشی دیکھنا اور اصل متن سے کتابت کی تصحیح کرنا آسان نہیں۔ ایک ایک حوالے کے لئے گھنٹوں ضخیم کتابوں کی ابواب در ابواب ورق گردانی اور اس کی تائید و تنقید میں مضامین تلاش کرنا پڑیں تو اندازہ ہو کہ کتاب کیسے ممکن ہو پاتی ہے۔ گزشتہ بارہ برسوں میں راقم السطور کو اپنی بارہ کتابیں بھی لکھنی پڑیں، ان کے انگریزی تراجم مکمل کرنے پڑے، سفر کی مصروفیات الگ رہیں، میں اباجان قبلہ کی غیر مطبوعہ کتب کی طباعت کا کام ابھی تک نہ کر سکا، کچھ کراچی کے حالات نے بھی حواس کم متاثر نہیں کیے ـــــ سوچتا ہوں، اباجان ہوتے تو ان پر کیا گزرتی؟ وہ اس شہرِ زرنگار اور شہریانِ باکمال کا یہ حال کہاں دیکھ پاتے!

گزشتہ جدید طباعت پر اباجان قبلہ کے باکمال اساتذہ نے اس کتاب اور مُصنف کے بارے میں اپنے گراں قدر خیالات تحریر فرمائے تھے اور اس وقت خالص دینی اور اب سیاسی شہرت رکھنے والے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی اپنے تاثرات قلم بند کیے تھے، انھیں من و عن شامل رکھا جا رہا ہے۔ اس نئی کتابت یا طباعت میں جو خامی رہ گئی ہو اسے میری کوتاہی جانیے، ہو سکے تو نشاندہی فرما دیں تاکہ آئندہ اڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔ میں اپنے بھائی ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ نیوکلیئر فارمیسی میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد دو ماہ کی رخصت پر وطن آئے تو اُنھوں نے کتابت شدہ مسودے کی اغلاط کی چھان بین میں مجھ سے بڑا تعاون کیا، اللہ کریم انھیں خوش رکھے۔ محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب نے طباعت میں کتنی توجہ کی ہے، یہ آپ کے سامنے ہے، اللہ کریم مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ان کا حوصلہ فزوں فرمائے ـــ برسوں کی تاخیر پر معذرت خواہ ہوں، لیکن یہ بھی سچ ہے ـــ ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا ......

فقیر ا کوکب نورانی اوکاڑوی غُفِرَلہٗ
۱۹۹۷ء کراچی

ذکرِ جمیل

اور اس کے مصنّف کا مختصر تعارف

از قلم، رئیس المحدثین، امام المتکلمین، غزالیِ دوران، رازیِ زمان، حضرت علامہ مولانا سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امروہوی دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم۔ ملتان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ابتدائی حالات : فاضلِ جلیل الحاج مولانا الحافظ محمّد شفیع صاحب اوکاڑوی بن الحاج میاں کرم الٰہی صاحب کھیم کرن (پنجاب) کے ایک معزّز تجارت پیشہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ۱۳۴۸ھ میں پیدا ہوتے اور تقسیم ملک کے بعد اوکاڑا میں اقامت اختیار کی۔

موصوف محترم، ابتدا ہی سے مذہبی مجالس میں شرکت کے شائق رہے۔ اللہ تعالٰے نے آپ کو خوش الحانی کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ خود بھی نعت لکھتے ہیں۔ نعت گوئی اور نعت خوانی میں سحر آفریں نغمہ سرائی آپ کی خصوصیات سے ہے۔

تعلیم و تربیت : گھر کا ماحول خالص مذہبی اور پاکیزہ تھا اس لئے تربیت بھی پاکیزہ ہوئی۔ ابتدائی اُردو، فارسی، عربی کی تعلیم اوائل عمر میں حاصل کی، اوکاڑا میں مقیم ہونے کے بعد حضرت العلامہ الحاج مولانا غلام علی صاحب شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ اشرف المدارس اوکاڑا سے شرف تلمذ حاصل کیا اور کتب درسیہ کی تعلیم پائی۔ ذہین اور مستعد طالب علم تھے، مختصر عرصہ میں تکمیل کر لی اور اجازت روایت حدیث کی سند محدثین کے طرق پر فقیر سے بھی حاصل کی اس طرح احقر راقم الحروف کے ساتھ موصوف کا سلسلۂ تلمذ قائم ہوا۔

بیعت و اجازت :۔ نقشبندی مجدّدی سلسلۂ مبارکہ میں شرق پور شریف سے آپ وابستہ ہیں۔ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست

حق پرست پر آپ نے بیعت کی اور پھر شیخ المشائخ مقبول بارگاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری مدنی مدظلہ العالی نے مدینہ منورہ میں جملہ سلاسل طریقت بالخصوص سلسلۂ قادریہ کی خلافت و اجازت عطا کی۔

اکابر کا احترام:۔ ماشاء اللہ حُسنِ ظاہری کے ساتھ حُسنِ اخلاق بھی رکھتے ہیں خصوصًا اپنے مشائخ و اساتذہ کے ساتھ کمال ادب و احترام سے پیش آتے ہیں۔

عادات و خصائل: صالح نوجوان ہیں، نہایت متواضع اور مہمان نواز ہیں، ہنس مکھ خوش خلق ہیں۔ طبیعت میں پاکیزگی اور صالحیت ہے اور اسی کی برکت سے اب تک آپ چھ مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ مقدسہ سے مشرف ہو چکے ہیں بلکہ اپنے اہل کو بھی حج کرایا ہے اور قبۂ خضرا کی زیارت کے لئے انھیں مدینہ منورہ اپنے ہمراہ لے گئے۔

اولاد: بفضلہ تعالیٰ صاحب اولاد ہیں۔ بڑے صاحبزادے حافظ کوکب نورانی سلمہٗ ماشاء اللہ اپنے والد ماجد کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، چھوٹی عمر میں قرآنِ کریم حفظ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش نصیبی کے ساتھ عمرِ طبعی کو پہنچاتے اور خادمِ دینِ متین بناتے۔ آمین۔

تقریر و تبلیغ میں یدِ طولیٰ: اوائل عمر ہی سے مذہبی اجتماعات، مجالس علماء و مشائخ کے دل دادہ رہے۔ تقریر و تبلیغ کا شوق ہمیشہ سے طبیعت پر غالب رہا۔ آپ کی تقریر علمی استعداد، ذکاوت و ذہانت، جودتِ طبع اور وسعتِ مطالعہ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اندازِ بیان نہایت سلجھا ہوا، کلام میں پختگی، لطافت اور بسا اوقات ظرافت کی چاشنی پائی جاتی ہے جو سامعین کے لئے نہایت دلچسپ ہوتی ہے۔ مزید بر آں آپ کی خوش الحانی سامعین کو مسحور کر دیتی ہے۔

قبولیتِ عامہ: ان خوبیوں کے باعث اہلِ علم اور عوام و خواص میں آپ بے حد مقبول ہیں اور ان ہی خصوصیات کے باعث آپ کا دائرۂ تبلیغ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ ملک کے مغربی مشرقی دونوں حصوں کے گوشہ گوشہ میں بلکہ دیارِ عرب میں بھی آپ کی علمی اور شاندار

تقریریں محفوظ ہونے لگیں اور قبولیتِ عامہ کا شرفِ عظیم آپ کو حاصل ہوا۔

کراچی میں قیام : تقریباً چودہ برس سے مولانا موصوف کراچی میں مقیم ہیں، اس مرکزی شہر میں آپ نے جس شان سے تبلیغی کام کیا اس کی تفصیل ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ موصوف نے اپنی بے حد پسندیدہ شاندار علمی تقریروں سے مسلک اہلِ سُنّت کے دائرہ کو اس قدر وسیع کر دیا کہ گھر گھر سُنّیت کا چرچا ہونے لگا۔ آپ کی بے پناہ تبلیغی مساعیِ جمیلہ گویا لادینی اور بدمذہبی نظریات کے سیلاب کے لئے ایک مضبوط بند اور گمراہی کی ظلمت کے لئے روشن شمع ثابت ہوئیں۔ اس بند میں شگاف ڈالنے بلکہ اس شمع کو بُجھانے کے لئے بدمذہبوں اور الحاد پسندوں نے اپنی طاغوتی قوتوں کو بھرپور طریق پر استعمال کیا مگر وہ خائب و خاسر ہو کر زبان حال سے کہنے لگے ؎

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

موصوف کی ان تبلیغی خدمات پر جس قدر بھی اظہارِ مسرت کیا جائے کم ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تصنیف و تالیف : شب و روز تبلیغی مصروفیات کے باوجود علمی ذوق کی تکمیل کے لئے نہایت شاندار کتب خانہ آپ نے اپنے مکان میں قائم کیا ہے، جس میں تفسیر و حدیث، فقہ، تاریخ، تصوف اور دیگر فنون کی کثیر کتابیں جمع کی ہیں۔ وقت نکال کر مطالعہ کرتے ہیں اور حاصل مطالعہ کو ضبطِ تحریر میں لانے کے بعد اسے کتابی صورت میں مدوّن کرتے ہیں۔ اب تک تقریباً پندرہ ۱۵ کتابیں تصنیف کر چکے ہیں جو شائع ہو کر منظر عام پر آگئی ہیں اور اہلِ ذوق اُن سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

ذکرِ جمیل : آپ کی تصانیف میں **ذکرِ جمیل** خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب موصوف کا علمی شاہکار ہے۔ عناوینِ کثیرہ کے ضمن میں سراپائے اقدس کو ایسے اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ سرِ اقدس سے لے کر پائے مُبارک تک ذات پاک محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے محامد و محاسن بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور

ساتھ ہی وہ تمام مسائل بھی دلائل کے ساتھ مذکور ہو گئے ہیں جو فضائل و مناقبِ نبویہ اور عقائد اہلِ سُنّت سے متعلق ہیں۔

تاجدارِ مدنی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حُسن و جمال کے جلوے سامنے آجاتے ہیں؛ لقاء حبیب ﷺ کا شوق بڑھتا ہے، حضور ﷺ کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور ایمان تازہ ہوتا ہے، قلبِ مومن کو فرحت اور رُوح کو آسودگی و راحت نصیب ہوتی ہے۔ فجزاہُ اللہ تعالیٰ جزاءً حسنًا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی تبلیغی و تالیفی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے اور آپ کو حاسدین و دُشمنانِ دین کے شر سے محفوظ فرما کر مزید خدمتِ دین کے لئے صحت و عافیت کے ساتھ تادیر باعزت و کرامت زندہ و سلامت رکھے۔ آمین،

سیّد احمد سعید کاظمی

مہتمم مدرسہ انوار العلوم۔ مُلتان۔ نزیل کراچی
یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ
مطابق ۲۴۔ جولائی ۱۹۷۱ء

از : شیخ الحدیث والتفسیر، علامۃ العصر، فقیہ الاعظم

حضرت مولانا غلام علی صاحب القادری الاشرفی دامت برکاتہم العالیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بفضلہ تعالیٰ! اپنی دینی، ملی، تبلیغی خدمات کی وجہ سے خطیبِ اعظم پاکستان الحاج علامہ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی، ملک اور بیرون ملک میں اس قدر شہرت رکھتے ہیں کہ ان کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔

جناب موصوف موجودہ دور کے مبلغین میں اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے ایک امتیازی شان رکھتے ہیں، اللہ جلّ شانہ کے فضل و کرم اور حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جمیلہ اور بزرگوں کی دعاؤں سے مُلک بھر میں تبلیغ اسلام فرما رہے ہیں۔ مذہبِ مہذب اہلسنت وجماعت اور مسلکِ رضویت کی صحیح خطوط پر مؤثر اور دل نشین پیرائے میں ترجمانی اور خوش بیانی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ اور تبلیغِ دین کے لئے ان کی مسلسل اور پیہم جدوجہد اور بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے دُنیائے کفر و الحاد لرزہ براندام ہے اور ایوانِ باطل میں زلزلہ بپا ہے۔ چنانچہ اس بوکھلاہٹ کی وجہ سے بعض دین دشمن اور شر پسند عناصر نے مولانا موصوف کو متعدد مرتبہ طرح طرح کی تکالیف اور اذیتیں پہنچانے کی ناپاک کوششیں بھی کی ہیں مگر با ایں ہمہ وہ بعونہٖ تعالیٰ جرأت و ہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ شب و روز اپنے فریضۂ تبلیغ میں مصروف و منہمک ہیں اور یومًا فیومًا عوام و خواص میں ان کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

میدانِ خطابت کے تو مولانا شہسوار ہیں ہی۔ علاوہ تقریر کے ان کی تحریری تبلیغی مساعی اور سرگرمیاں بھی قابلِ تحسین ہیں۔ متعدد کُتب دینیہ کے مؤلف ہیں۔ سلیس، عام فہم اور مفید دینی معلومات کی وجہ سے ان کی تالیفات کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ پیشِ نظر کتاب " ذکرِ جمیل " اس سے قبل ملک میں کثرت سے شائع ہو چکی ہے۔ عام مسلمان اور بالخصوص طلبا۔ دین اور خطبا۔ و

مقررین حضرات اس سے بکثرت استفادہ کر رہے ہیں۔ اب نیا ایڈیشن مزید مفید اضافات سے شائع ہو رہا ہے۔

اگرچہ اس موضوع پر علمائے سلف نے عربی۔ فارسی۔ اُردو میں کافی کام کیا ہے۔ مگر امام الکل فی الکل سیّد عالم ﷺ کے خصائص و معجزات اور حضورؐ کے فضائل و برکات کو مولانا ممدوح نے اپنے مخصوص دل کش اور اچھوتے انداز میں اس طرح سلاست اور صحت سے پیش فرمایا ہے کہ کم پڑھا آدمی بھی اِس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

ماشاء اللہ، اندازِ بیان محض خطیبانہ نہیں بلکہ محققانہ ہے۔ حسب ضرورت جابجا دلائلِ شرعیہ سے کتاب کو مزیّن کیا ہے۔ فقیر دعا گو ہے کہ مولا کریم جل شانہ، مولانا صاحب کو عمرِ دراز عطا فرمائے اور ان کی تقریر و تحریر سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بجاہ النبی الکریم الرءوف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

خاکپائے علماء وفقراء فقیر ابوالبیان غلام علی القادری
الاشرفی عفرلہ، ولوالدیہ ولمشائخہ، خادم التفسیر والحدیث
جامعہ حنفیہ دار العلوم اشرف المدارس،
اوکاڑا۔

۲۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ
بروز چہار شنبہ ۱۸ (۸/۷۱)

از قلم اصحاب الفضیلۃ والارشاد، العالم الفاضل، حضرۃ العلّامۃ مولانا الحافظ
الشاہ احمد نورانی الصدیقی القادری، مدظلہ العالی

الحمد للہ ربّ العلمین والصلاۃ والسلام علی حبیبہ و نورِ عرشہ وزینۃ
فرشہ سیدنا وحبیبنا مولانا محمّد وآلہ وازواجہ واصحابہ ومن
تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

امابعد! فاضلِ جلیل عالمِ نبیل حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی مدظلہ العالی محتاج تعارف نہیں ہیں۔
مولانا موصوف مدظلہ اہلسنت وجماعت کے بے مثل خطیب، شعلہ نوا مقرر اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر مولانا مدظلہ کی تقاریر، علمی نکات، تفسیری رموز و اسرار سے مالامال ہوتی ہیں، کراچی سے پشاور اور وہاں سے چاٹگام تک مولانا کی مقبولیت ہم سب کے لئے باعثِ فخر و مباہات ہے۔ اَللّٰھم زِد فزِد وَبارِك فیہ!

مولانا مدظلہ تقریر کے ذریعہ جہاں عوام و خواص میں دینِ متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی باوصف مشاغل تحریری طور پر بھی انتہائی محبت بھرے انداز میں پُروقار دلائل کے ساتھ تبلیغِ دین کا فریضہ ادا فرما رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی اکثر تالیفات متعدد بار چھپ کر خواص و عوام میں مقبول ہو چکی ہیں۔
'ذکرِ جمیل' اسی سلسلہ کی کڑی ہے، یہ کتاب مستطاب اہلِ ایمان و عرفان کے لئے باعثِ راحتِ جان ہے اس کو پڑھ کر حضور پُرنور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا میں ایسا گم ہو جانا پڑتا ہے کہ اپنی خبر نہیں رہتی، تصورِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کتنا حسین ہے اس کو میں الفاظ کے قالب میں ڈھالنے سے قاصر ہوں۔ بہر حال ذکرِ جمیل پڑھ کر جمالِ رسول میں مستغرق ہو جانا پڑتا ہے اور یہی مولانائے موصوف بھی چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان ذکر و فکرِ رسول میں مستغرق رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس تالیف کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جن کا ذکرِ مبارک ہے وہ مقبول ترین ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اللہ تعالیٰ مولانائے موصوف کی دینی مساعی کو قبول فرما کر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! فجزاہ اللہ عن المسلمین خیرا۔

فقیر! شاہ احمد نورانی صدیقی غفرلہٗ
۱۰ ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر وُہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عقل وفہم کی دولت عطا فرمائی ہے وُہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ حبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی رُوح ہے ؎

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

شریعتِ مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور پُرنور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے تمام خویش واقارب اعزہ واحباب سے زیادہ لازم کی ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:-

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ٍۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ التوبہ - ۲۴

میرے حبیب! فرما دیجئے کہ اے لوگو تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وُہ تجارت جس کے نقصان کا تمھیں ڈر رہتا ہے، اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمھیں اللہ اور اس کے رسُول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ارشاد باری تعالےٰ ہے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ... التوبہ - ۱۲۰

مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔

حضرت انس بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (بخاری ص ۷)

تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جب تک مَیں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ و اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور انہی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔ (بخاری ص ۷)

جس میں تین خصلتیں ہوں وُہ ایمان کی لذّت و حلاوت پالے گا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسُول اس کو تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں دُوسری یہ کہ وُہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لیے محبّت کرے اور تیسری یہ کہ وُہ کفر میں لوٹ جانا ایسا بُرا سمجھے جیسا کہ آگ میں پھینکے جانے کو بُرا سمجھتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ التستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَنْ لَّمْ يَرَ وِلَايَةَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهٖ وَلَمْ يَرَ نَفْسَهٗ فِيْ مِلْكِهٖ لَمْ يَذُقْ حَلَاوَةَ سُنَّتِهٖ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ

جو ہر حالت میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مالک نہ جانے اور اپنی ذات کو اُن کی ملکیت میں نہ سمجھے وُہ حلاوتِ سنت سے محروم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک

أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ ۔ | مَیں اس کی جان سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں۔

(زرقانی علی المواہب ص۳۱۳/۶ شرح شفا للقاری ص۳۵/۲، ۶/۲)

ان دو آیتوں اور تین حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ماں باپ و اولاد، عزیز و اقارب، دوست و احباب، مال و دولت، مسکن و وطن اور اپنی جان غرض کہ ہر چیز کی محبّت سے زیادہ ضروری و لازم ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبّت نہ رکھے یا ان کی مخالفت کرے تو خواہ وُہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو اس سے دوستی اور محبّت رکھنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وُہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور جو تم میں سے اُن سے دوستی کرے گا وُہی ظالموں میں ہے۔

(التوبہ - ۲۳)

نیز فرمایا:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دِن پر کہ محبت کریں اُن سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسُول کی مخالفت کی اگرچہ وُہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہی وُہ لوگ ہیں جن کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا اور اللہ نے اپنی طرف کی رُوح سے اُن کی

وَرَضُوا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

المجادلہ - ۲۲

امداد فرمائی اور ان کو داخل کرے گا باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ راضی ہو گیا اللہ اُن سے اور وُہ راضی ہو گئے اللہ سے، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ ہی کی جماعت فلاح پانے والی ہے

ان آیتوں سے صراحتہً ثابت ہُوا کہ جو لوگ اللہ اور رسُول کی مخالفت کریں اور ایمان پر کفر کو پسند کریں اگرچہ وُہ بہت ہی زیادہ قریبی ہوں ان سے دوستی و محبت رکھنا جائز نہیں بلکہ ظلم ہے اور بے دینی ہے۔ اس مضمون کی متعدد آیتیں اور حدیثیں موجود ہیں جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان و نجات کا دارو مدار حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت پر ہے تو جس مومن کے دِل میں آپ کی محبّت کامل ہو گی اس کا ایمان بھی کامل ہو گا ورنہ ناقص اور اگر آپ کی محبت مطلقاً نہیں تو وُہ قطعاً ایمان سے محروم ہے۔

اس مقام پر یہ بات بہت ہی قابلِ غور ہے کہ اسلام کے دعوے دار تمام فرقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مدعی ہیں۔ محبّت ایسی چیز نہیں جو ظاہر ہو اس کا تعلق دِل سے ہے، اور ظاہر ہے کہ دِلوں کا حال ہمیں معلوم نہیں۔ ایسی صورت میں ہم کس گروہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ قرار دے کر مومن سمجھیں اور کس فرقہ کے دعوائے محبت کو غلط جان کر اسے ناری قرار دیں؟

اس الجھن کو دُور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دینِ متین اور عقلِ سلیم کی روشنی میں محبت کا ایسا معیار تلاش کریں جس کے ذریعے حقیقت واقعیہ منکشف ہو جائے اور ہم بخوبی جان لیں کہ اصلی محبت کا حامل کون ہے۔

معیارِ محبّت

اِس سلسلے میں بعض حضرات کا مسلک تو یہ ہے کہ محبت کا معیار محبوب کی اتباع اور اس کی پیروی ہے کیونکہ محب، محبوب کا مطیع اور متبع ہوتا ہے ؎

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

قرآنِ کریم میں بھی فرمایا

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران - ۳۱)

میرے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (پھر) اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔

آیتِ مبارکہ سے معلوم ہُوا کہ محبت کی شرط اتباع و اطاعت ہے، لہٰذا جو گروہ متبعِ سنت اور پابندِ شریعت ہے، وہی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب اور صحیح معنی میں مومن ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اتباع و اطاعت جسے معیارِ محبّت قرار دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالِ مبارکہ و اعمالِ مقدسہ کے مطابق مطلقاً عمل کرنے کا نام اتباع و اطاعت ہے یا اس میں کوئی قید بھی ملحوظ ہے؟ اگر "مطلق عمل" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعمالِ مقدسہ کی صرف نقل کو اتباع و اطاعت قرار دیا جائے جن کی موافقت شرعاً مطلوب ہے تو وُہ منافقین اور دشمنانِ دین بھی حضور کے متبع اور اللہ تعالیٰ کے محبوب قرار پائیں گے جو باوجود منافق ہونے اور اپنے دِل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت رکھنے کے نماز روزہ اور دیگر اعمالِ حسنہ کرتے تھے بلکہ صحیح احادیث میں یہاں تک وارد ہُوا ہے کہ ایک بے دین و گمراہ قوم آخر زمانہ میں پیدا ہو گی وُہ قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، سچے اور خالص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور دل بھیڑیوں کے مثل ہوں گے، ان کے پاجامے ٹخنوں سے اونچے اور سر منڈے ہُوئے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

ایسی صورت میں اس ظاہری اتباع وسنّت اور سنن کریمہ کے نقل کو کیونکر معیارِ محبّت اور دلیلِ ایمان قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ تو نری نقالی ہے جو کسی حال میں محمود و مستحسن نہیں ہوسکتی اُس لیے ضروری ہے کہ اتباع و اطاعت کے معنی پر غور کیا جائے اور صحیح معیار محبّت تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ فرما کر ہمیں یہ بتا دیا کہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت ہے۔ محبوب کا دشمن کبھی محبوب نہیں ہو سکتا پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کا دشمن اللہ تعالیٰ کا محبوب کیونکر ہو سکتا ہے، ثابت ہُوا کہ اس آیۂ مبارکہ میں اتباع کے معنی محبت رسول کے بغیر صرف ان کے سنن کریمہ کی نقل کرنا نہیں بلکہ فَاتَّبِعُوْنِیْ کے معنی یہ ہیں کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نشے میں مخمور اور ان کی الفت کے جذبات سے معمور ہو کر تبقاضائے الفت و محبت ان کی اداؤں کے سانچے میں ڈھل جاؤ گے تو تم بھی محبوب و پیارے ہو جاؤ گے۔ یہ اتباع قطعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دلیل ہے۔

مگر بات جہاں تھی وہیں رہی، سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ فلاں گروہ یا فلاں شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت کے ساتھ ان کی سنن کریمہ پر عمل کر رہا ہے، اور فلاں آدمی بغیر محبت کے محض نقالی میں مصروف ہے۔ آیئے اس سوال کا حل اور معیارِ محبت تلاش کریں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :
حُبُّكَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ۔

(مسند امام احمد، ابوداؤد ص ۳۳۲ ج ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ انسان کو جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو) وُہ محبت اس کو (محبوب کا عیب دیکھنے سے) اندھا اور (محبوب کا عیب سننے سے) بہرہ کر دیتی ہے۔

اس مبارک حدیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ محبت کی ناقابلِ تردید دلیل اور صحیح معیار یہ ہے کہ مدعیٔ محبت کی آنکھ اور کان محبوب کا عیب دیکھنے اور سُننے سے پاک ہو، عقلِ سلیم کے نزدیک بھی محبت کا صحیح معیار یہی ہے کیونکہ محبت کا مرکز حسن و جمال ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ محبت والی آنکھ کو محبوب کی ذات میں کوئی عیب نظر آئے اور اگر کسی کو محبوب میں عیوب و نقائص نظر آتے ہیں تو وُہ اپنے دعوائے محبت میں جھوٹا ہے۔ محبت والی آنکھ کو واقعی عیب نظر نہیں آتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بے عیب ہیں

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عرض کرتے ہیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي — وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ — كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھ نے آپ سا حسین وجمیل اور کوئی نہیں دیکھا کیونکہ آپ سا حسین وجمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ آپ ایسے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے عیب ہیں اور جسے بے عیب میں عیب نظر آئے اس کا دعوئ محبت کیوں کر درست ہوگا۔ اسی معیار پر موجودہ فرقوں کو پرکھ لیجئے۔

کوئی گروہ خلفائے راشدین اور محبوبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر منافق کہہ کر ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کفر ونفاق کی محبت کا عیب لگا رہا ہے۔

کوئی آلِ اطہار کی شان میں گستاخیاں کرکے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچا رہا ہے۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خاتمیت کا انکار کرکے تنقیصِ شانِ نبوت پر کمر باندھی ہوئی ہے۔

کوئی گروہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث کا انکار کرکے سرکار کی توہین وتکذیب میں مصروف ہے۔

کسی نے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ علمیہ وعملیہ کا انکار کرکے تنقیصِ رسالت کی۔

کوئی کہتا ہے کہ وہ مرکر مٹی میں مل گئے، وہ ہمارے ہی جیسے بشر تھے، وہ ہمارے بڑے بھائی کے برابر تھے اور ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیئے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ جیسا علم ان کو ہے ایسا تو ایرا غیرا نتھو خیرا، اور ہر پاگل، اور ہر نابالغ، اور ہر حیوان اور ہر چارپائے کو بھی ہے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ حضور کا علم تو شیطان لعین اور ملک الموت کے علم سے بھی

کم ہے۔
اور کوئی کہہ رہا ہے کہ ان کا میلاد شریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہنود کنھیا کا جنم دِن مناتے ہیں۔
کوئی کہتا ہے نماز میں ان کی طرف خیال لے جانا، زنا کے وسوسے اپنی بی بی کی مجامعت کے خیال اور بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے۔
اور کوئی علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ ان سے بے شمار غلطیاں ہوئیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا۔
کسی نے کہا کہ جس طرح ہم بھول جاتے ہیں اسی طرح وُہ بھی بھُولا کرتے تھے (معاذاللہ)
غرض کہ کیا کیا لکھا جائے۔ معمولی سمجھ رکھنے والا انسان اس حقیقت کو نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ عقل و شرع سے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہلِ محبت کو محبوب میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور نہ ان کا کان محبوب کا عیب سُن سکتا ہے، تو جس قوم کا شب و روز یہی وتیرہ ہو کہ قرآن و حدیث اور دلائلِ عقلیہ و نقلیہ سے آقائے نامدار حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں عیوب و نقائص ثابت کرنے کے درپے ہو وُہ کیونکر سرکار کی محبت کے دعوے میں صادق ہو سکتی ہے ؟
خدا کی قسم ! حضور تو محمد ہیں اور محمد کے معنی ہی بے عیب ہیں، تو جس نے محمد کے اندر عیب مانا، اس نے محمد کو محمد ہی نہیں مانا۔ حضور کو محمد وہی مانتا ہے جو حضور کو بے عیب مانتا ہے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پس ثابت ہُوا کہ تمام فرقوں میں وُہ فرقہ اپنے دعوٰیٔ محبت میں سچا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عیوب و نقائص سے منزّہ اور پاک مانتا ہے۔

علامتِ محبّت

گزشتہ سطور میں ثابت ہو چکا کہ ایمان کا دار و مدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہے اور محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا کثرت سے ذکر کرتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ ۔ کہ

جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وُہ اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔

(زرقانی علی المواہب ج۶ ص۳۱۴)

پس جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی زیادہ محبت ہوگی وُہ اتنا ہی کثرت سے آپ کا ذکر کرے گا۔ معلوم ہُوا آپ کا کثرت سے ذکر کرنا تقاضائے محبّت و ایمان ہے۔

علامہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عَلَامَةُ الْمُحِبِّيْنَ كَثْرَةُ الذِّكْرِ لِلْمَحْبُوْبِ عَلٰى طَرِيْقِ الدَّوَامِ لَا يَنْقَطِعُوْنَ وَلَا يَمَلُّوْنَ وَلَا يَفْتُرُوْنَ وَقَدْ اَجْمَعَ الْحُكَمَاءُ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهٖ فَذِكْرُ الْمَحْبُوْبِ هُوَ الْغَالِبُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُحِبِّيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِهٖ بَدَلًا وَّلَا يَبْغُوْنَ عَنْهُ حِوَلًا وَلَوْ قَطَعُوْا عَنْ ذِكْرِ مَحْبُوْبِهِمْ لَفَسَدَ عَيْشُهُمْ وَمَا تَلَذَّذَ الْمُتَلَذِّذُوْنَ بِشَيْءٍ اِلَّا مِنْ ذِكْرِ الْمَحْبُوْبِ۔

(زرقانی علی المواہب ج۶ ص۳۱۴)

محبوں کی علامت یہ ہے کہ وُہ محبوب کا ذِکر کثرت سے دائمی طور پر اس طرح کرتے ہیں کہ نہ تو کبھی ذکر سے جُدا ہوتے ہیں اور نہ کبھی چھوڑتے اور نہ کبھی کوتاہی کرتے ہیں اور حکماء کا اس پر اجماع ہے کہ محب محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے اور محبوب کا ذکر محبوں کے دلوں پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ نہ تو وُہ اس کا بدل چاہتے ہیں اور نہ ہی اس سے پھرنا۔ اور اگر ان کے محبوب کا ذکر اُن سے جُدا ہوجائے تو ان کی زندگی تباہ ہوجائے اور وُہ کسی چیز میں لذت و حلاوت نہیں پاتے جو ذکرِ محبوب میں پاتے ہیں۔

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَعْظِيْمُهٗ عِنْدَ ذِكْرِهٖ وَاِظْهَارُ الْخُشُوْعِ وَالْخُضُوْعِ وَالْاِنْكِسَارِ مَعَ سِمَاعِ اسْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(زرقانی علی المواہب ج۶ ص۳۱۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے اور خصوصاً آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری کا اظہار کیا جائے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی علامتوں

وَسَلَّمَ کَثْرَۃُ الشَّوْقِ اِلٰی لِقَآئِہٖ اِذْ کُلُّ حَبِیْبٍ یُحِبُّ لِقَآءَ حَبِیْبِہٖ۔
(زرقانی علی المواہب ص۳۱۷)

میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی زیارتِ اقدس کا بہت زیادہ شوق ہو کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَلْتَذَّ مُحِبُّہٗ بِذِکْرِہِ الشَّرِیْفِ وَیَطْرَبُ عِنْدَ سَمَاعِ اِسْمِہِ الْمُنِیْفِ۔ (زرقانی علی المواہب ص۳۲۲)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا محب آپ کے ذکر شریف سے روحانی لذت و سُرور پائے اور آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خوش ہو۔

اب ان لوگوں کی حالت کا اندازہ کیجئے جو آپ کے ذکرِ پاک، فضائل و کمالات صورت و سیرت کے بیان سے مسرور و شاداں نہیں، بلکہ دِل تنگ ہوتے ہیں، کیا ان کا آپ کے ذکرِ پاک سے دل تنگ ہونا ایمان و محبت سے محروم ہونے کی کھلی ہوئی دلیل نہیں؟

آپ کا ذکر ذکرِ خُدا ہے

حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِکَ مَعِیَ وَقَالَ اَیْضًا جَعَلْتُکَ ذِکْرًا مِّنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ

(شفا شریف ص۱۲)

مَیں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ (اے محبوب) میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور مَیں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے، پس جس نے تمہارا ذکر کیا، اُس نے میرا ذکر کیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَتَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ قُلْتُ اللّٰہُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ۔

(زرقانی علی المواہب ۶

میرے پاس جبریل آئے اور کہا بے شک آپکا رب فرماتا ہے کہ (اے حبیب) تمھیں معلوم ہے کہ مَیں نے تمہارا ذکر کیسا بلند کیا ہے۔ مَیں نے کہا اللہ خوب جانتا ہے۔ فرمایا کہ جب میرا ذکر

ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔ (دُرِّ منثور ص ۳۶۴ ج ۶)

چنانچہ قرآن پاک میں اللہ جلّ شانہٗ کے ذکر کے ساتھ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے دیکھئے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (فتح-۹)[1] اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (حجرات-۱۵)[2] وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نور-۶۲)[3] اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (نور-۶۲)[4] اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (مائدہ-۹۲)[5] اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال-۲۰)[6] وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (نساء-۱۳)[7] وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ-۷۱)[8] وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (حجرات-۱۴)[8] اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال-۲۴)[9] وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (نساء-۱۴)[10] اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (احزاب-۵۷)[11] بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ-۱)[12] وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ-۳)[13] مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ (توبہ-۱۶)[14] اِنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ-۶۳)[15] اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مجادلہ-۵)[16] اَلَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مائدہ-۳۳)[17] وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۲۹)[18] قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال-۱)[19] فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء-) وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال-۱۳)[20] ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (حشر-۴)[21] مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۵۹)[22] سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ۔ (توبہ-۵۹)[23] اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ-۵۴)[24] اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۷۴)[25] فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال-۴۱)[26] اَلَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ-۹۰)[27] وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۹۴)[28] وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نور-۴۸)[29] اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ (نور-۵۰)[30] وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب-۲۱)[31] اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (احزاب-۲۹)[32] وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (احزاب-۳۱)[33] اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب-۳۶)[34] لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (حجرات-۱)[35] وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (حشر-۸)[36] وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ (منافقون-۸)[37] مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب-۲۲)[38] وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (احزاب-۳۶)[39] اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (احزاب-۶۶)[40]

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اَقْبَلَ اٰدَمُ عَلٰی ابْنِہٖ شِیْثَ فَقَالَ اَیْ بُنَیَّ اَنْتَ خَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَخُذْھَا بِعِمَارَۃِ التَّقْوٰی وَالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی فَکُلَّمَا ذَکَرْتَ اللہَ فَاذْکُرْ اِلٰی جَنْبِہٖ اسْمَ مُحَمَّدٍ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ اسْمَہٗ مَکْتُوْبًا عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ وَاَنَا بَیْنَ الرُّوْحِ وَالطِّیْنِ ثُمَّ اِنِّیْ طُفْتُ السَّمٰوٰتِ فَلَمْ اَرَ فِی السَّمٰوٰتِ مَوْضِعًا اِلَّا رَاَیْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَکْتُوْبًا عَلَیْہِ وَاِنَّ رَبِّیْ اَسْکَنَنِی الْجَنَّۃَ فَلَمْ اَرَ فِی الْجَنَّۃِ قَصْرًا وَّلَا غُرْفَۃً اِلَّا وَجَدْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَکْتُوْبًا عَلَیْہِ وَلَقَدْ رَاَیْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَکْتُوْبًا عَلٰی نُحُوْرِ الْحُوْرِ الْعِیْنِ وَعَلٰی وَرَقِ قَصَبِ اٰجَامِ الْجَنَّۃِ وَعَلٰی وَرَقِ شَجَرَۃِ طُوْبٰی وَعَلٰی وَرَقِ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَعَلٰی اَطْرَافِ الْحُجُبِ وَبَیْنَ اَعْیُنِ الْمَلٰئِکَۃِ فَاَکْثِرْ ذِکْرَہٗ فَاِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ مِنْ قَبْلِ تَذْکُرُہٗ فِیْ کُلِّ سَاعَاتِھَا۔

(زرقانی علی المواہب)

آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ پس خلافت کو تقویٰ کے تاج اور محکم یقین کے ساتھ پکڑے رہو اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے متصل نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرو کیونکہ میں نے انکا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے جب کہ میں روح و مٹی کے درمیان تھا۔ پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کی تو مجھے کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آئی جہاں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا نہ ہو۔ اور میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محل اور ہر بالاخانے اور برآمدے پر اور تمام حوروں کے سینوں پر اور جنت کے تمام درختوں کے پتوں پر اور شجر طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا دیکھا ہے، لہٰذا تو کثرت سے ان کا ذکر کیا کر کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

آپ کی تعظیم فرضِ عین ہے

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرضِ عین ہے بلکہ تمام فرائض کی اصل ہے اور آپ کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ (الفتح - ۹)

(اے نبی) بیشک ہم نے تمھیں بھیجا شاہد و مبشر و نذیر بنا کر تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

اس آیۂ کریمہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اوّل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ دوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا۔ سوم تسبیح یعنی اللہ کی عبادت کرنا۔ ایمان کو پہلے اس لیے رکھا کہ بغیر ایمان تعظیم کچھ مفید نہیں اور تعظیمِ حبیب کو عبادت پر مقدم اس لیے فرمایا کہ بغیر تعظیم کے عمر بھر کی عبادت بےکار و مردود ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الاعراف - ۱۵۷)

پس جو اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی اتباع کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں بھی وہی ترتیبِ جمیل ہے۔ اوّل ان پر ایمان، دوم ان کی تعظیم اور سوم ان کے دین کی نصرت اور قرآن کریم کی اتباع، ثابت ہوا کہ ایک مومن پر ایمان لاتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس تعظیم میں فرق آ جائے تو سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور اُن

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

(الحجرات - ۲)

کی حضوری میں بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کر کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک وُہ جو اپنی آوازیں رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور پست کرتے ہیں وُہ ہیں جن کا دِل اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر و ثواب ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام اور اجلال و اکرام تعلیم فرمایا گیا ہے کہ ادب و احترام کا پورا پورا لحاظ رکھیں ورنہ نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور پھر جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر پورا پورا عمل کیا، اور خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف فرمائی اور ان کو عظیم الشان مژدے سُنائے اور جنہوں نے ترکِ ادب کیا اُن کو بے عقل بتایا چنانچہ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الحجرات - ۵)

بیشک وُہ جو (اے حبیب) تمھیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وُہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہُوئی جب کہ وُہ دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے، انہوں نے آپ کا نام لے کر پکارنا شروع کیا، آپ باہر تشریف لائے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس طرح آپ کو پکارنا ادب کے خلاف اور جہالت و بے عقلی ہے بلکہ بہتر یہ تھا کہ یہ لوگ

اتنا صبر کرتے کہ آپ اُن کے پاس خود تشریف لاتے ۔ فرمایا

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا	اے ایمان والو (ہمارے حبیب کو) راعنا نہ
وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ	کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥	اور سُن لو! کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے

(البقرہ - ۱۰۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو کچھ تعلیم وتلقین فرماتے تو وُہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کرتے رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی حضور ہمارے حال کی رعایت فرمائیے اور کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہی لفظ "رَاعِنَا" یہود کی زبان میں گستاخی و بے ادبی کا لفظ تھا۔ انہوں نے یہی لفظ گستاخی و بے ادبی کی نیّت سے بولنا شروع کر دیا اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہُوئی کہ اے ایمان والو ایسا کلمہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مت کہو جس سے کسی دشمن کو گستاخی و بدگوئی کا موقع مِل جائے معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو وُہ زبان پر لانا ممنوع ہے ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

عزت بخاری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السّلام کو ان کے ذاتی نام سے خطاب کیا مثلاً یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ـــ یٰنُوْحُ اهْبِطْ ـــ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ـــ یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْ اصْطَفَیْتُكَ ـــ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ ـــ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ـــ یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ ـــ یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ مگر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا بلکہ نہایت پیارے انداز میں فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ اور کہیں یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور کہیں طٰهٰ کہیں

یٰسٓ کہہ کر خطاب فرمایا۔ اسی طرح پہلی امتیں بھی اپنے نبیوں کو ان کے ذاتی نام سے خطاب کیا کرتی تھیں مثلاً یٰمُوسٰی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ۔ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حکم دیا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ یعنی جب آپ کو پکارا جائے تو عام لوگوں کی طرح ذاتی نام سے یا محمد یا احمد کہہ کر نہ پکارا جائے بلکہ ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیک وسلم کہہ کر پکارا جائے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

صلح حدیبیہ کے بعد جب عروہ بن مسعود ثقفی اپنی قوم میں واپس آئے تو آکر کہا۔

اے قوم!

وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْکِ وَ وَفَدْتُّ عَلٰی قَیْصَرَ وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ تَعَظَّمَہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنْ یَّتَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَھُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْآ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ النَّظَرَ اِلَیْہِ تَعْظِیْمًا لَّہٗ

خدا کی قسم! مجھے بادشاہوں کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم اصحابِ محمد، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ واللہ! وہ رینٹ یا تھوک یا بلغم نہیں پھینکتے مگر وہ ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی ہے اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت

وَاِنَّہٗ قَدْ عَرَضَ عَلَیْکُمْ خُطَّۃَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْھَا۔

(زرقانی علی المواہب)

ص ۱۹۲/۲

لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وُہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وُہ اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں لڑمریں گے اور جب وُہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور ان کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہی سے نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے تم پر رشد و ہدایت کا کام پیش کیا ہے تو تم اس کو قبول کرلو۔

اس ایک روایت سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم و توقیر کرتے تھے۔

امام اجل حضرت امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ حُرْمَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِہٖ وَتَوْقِیْرِہٖ وَتَعْظِیْمِہٖ لَازِمٌ کَمَا کَانَ حَالَ حَیَاتِہٖ وَذٰلِکَ عِنْدَ ذِکْرِہٖ وَذِکْرِ حَدِیْثِہٖ وَسُنَّتِہٖ وَسِمَاعِ اِسْمِہٖ وَسِیْرَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(شفا شریف ص ۳۲/۲)

جان لو! بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت اور آپ کی تعظیم و توقیر آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری و لازم ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات میں ضروری و لازم تھی، اس کا اظہار خصوصاً آپ کے ذکر مبارک اور آپ کی حدیث شریف کی تلاوت اور آپکی سنت اور آپکے نام مبارک اور آپ کی سیرتِ طیبہ کے سننے کے وقت ہونا چاہیئے

ثابت ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر عین ایمان بلکہ رُوحِ ایمان ہے اور اس پُرفتن دَور میں جب کہ لوگوں کے دِلوں سے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت نکلتی جا رہی ہے نہایت ضروری و لازم ہے کہ مسلمانوں کے قلوب میں

آپ کی سچی محبت و عقیدت اور عزت و عظمت اجاگر کی جائے۔

آپ کا ذِکر عبادت ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ذِکْرُ الْاَنْبِیَآءِ مِنَ الْعِبَادَۃِ وَذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَۃٌ۔ (فتح الکبیر صلہ ۲) ذکرِ انبیاء عبادت ہے، اور ذکر صالحین کفارہ (سیئات) ہے۔

جب انبیاء و اولیاء کا ذکر عبادت اور گناہوں کا کفارہ ہے تو حضور سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کس قدر باعثِ رحمت و برکت اور کفارۂ سیئات ہوگا۔ بلاشبہ آپ کا ذکرِ مبارک سرمایۂ ایمان اور تسکینِ دل وجان ہے۔

اسی مبارک مقصد کے پیشِ نظر اس گنہ گار، سیہ کار، سگِ درگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کی تالیف کی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس و اعتراف ہے۔ بھلا کہاں مجھ سا گنہ گار انسان اور کہاں سردارِ انبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان، مگر دورِ حاضر کے بعض بے ادب اور گستاخ افراد (جو توحید و اسلام کی آڑ لے کر مسلمانوں کے دلوں سے انبیاء و اولیاء کی عظمت کو دُور کر رہے ہیں) کے ناپاک ارادوں اور خطرناک سازشوں سے باخبر ہو کر میرے دِل میں درد و احساس پیدا ہُوا تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہُوئے کمر ہمت باندھی اور یہ چند ورق آپ کے پیشِ نظر ہیں۔

مجھے اللہ کے فضل و کرم سے امید کامل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ذکرِ جمیل سے انشاء اللہ مُومنوں کے دل نورِ ایمان و عرفان سے جگمگا اٹھیں گے اور انہیں اطمینان و سُرور حاصل ہوگا۔ اور منکرین عظمت و شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی گمراہ کن تقریر یا تحریر ان پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ وُہ بہ طفیل اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم میری اس سعی کو قبول فرما کر مسلمانوں کے لیے مفید و نافع اور میرے

لئے کفارۂ سیئات بنائے اور قیامت کے دن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنا خوانوں میں میرا حشر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف سرِ انور سے لے کر پائے اقدس تک ہر عضوِ مبارک کے خصائص، شمائل، فضائل اور معجزات و برکات کا بیان ہے۔ اس مناسبت سے اس کتاب کا نام مبارک "الذکر الجمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل" (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھتا ہوں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

ناچیز

محمد شفیع الخطیب عفا اللہ عنہ (اوکاڑوی)

توجہ فرمائیں: قارئین کی سہولت کے لیے عربی عبارات پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں، اعراب لگانے میں ہم سے یا کاتب سے کوئی غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں، علاوہ ازیں کوشش کی گئی ہے کہ آیاتِ قرآنی، احادیث شریفہ اور اقوال کے تمام حوالے صحیح درج کیے جائیں، اگر کہیں کوئی حوالہ رہ گیا ہو تو قارئین نشاندہی فرما دیں، انشاء اللہ اس کے اندراج اور تصحیح کا آئندہ طباعت میں اہتمام کر دیا جائے گا۔ محترم فیصل ندیم قادری نے حوالہ جات کی جانچ پڑتال میں تعاون کیا، اللہ کریم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

(ناشر)

حیاتُ النّبی

(صلّی اللہ علیہ وسلّم)

تُو زندہ ہے واللہ تُو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھُپ جانے والے

(اعلیٰحضرت بریلوی)

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا اقدس کے حالات و کمالات اور خصائص و معجزات کے پڑھنے سے پہلے یہ جان لیجئے کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص ہمارے نبی کریم، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی و جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور افعالِ مبارکہ بجا لاتے ہیں، جیسا کہ آئندہ سطور میں بفضلہٖ تعالیٰ بیان ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء - ۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے حبیب) مگر رحمت واسطے تمام جہانوں کے۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں

وَكَوْنُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْجَمِيْعِ بِاِعْتِبَارِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاسِطَةُ الْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسَبِ الْقَوَابِلِ وَلِذَا كَانَ نُوْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ الْمَخْلُوْقَاتِ فَفِى الْخَبَرِ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى نُوْرَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ وَجَآءَ فِىْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى اَللّٰهُ الْمُعْطِىْ وَاَنَا الْقَاسِمُ۔ (روح المعانی پ ۱۷ ص ۹۶)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالموں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق فیضِ الٰہی کا واسطہ ہیں اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول المخلوقات ہے، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے "اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ معطی (عطا کرنے والا) ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

یہی صاحب رُوح المعانی آگے چل کر فرماتے ہیں ۔

وَالَّذِی اَخْتَارُہٗ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثَ رَحْمَۃً لِّکُلِّ فَرْدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ مَلٰٓئِکَتِہِمْ وَاِنْسِہِمْ وَجِنِّہِمْ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْکَافِرِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ فِیْ ذٰلِکَ وَالرَّحْمَۃُ مُتَفَاوِتَۃٌ ۔

(رُوح المعانی پ۱۷ ص۹۷)

اور میرے نزدیک مسلکِ مختار یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے ہر ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ۔ فرشتوں، انسانوں اور جنات سب کے لیے رحمت ہیں اور اس امر میں جن وانس کے مومن و کافر کے مابین کوئی فرق نہیں اور رحمت ہر ایک کے حق میں الگ الگ اور متفاوت نوعیت رکھتی ہے ۔

مخالفین کے سردار محمد قاسم صاحب نانوتوی لکھتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محققین کے نزدیک وسیلۂ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام عالم کے لئے ہیں (آبِ حیات ص۱۷۶) آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور اس کی تفسیری عبارات سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے ہر ہر فرد کے لئے رحمت اور تمام عالمِ ممکنات کے لئے ہر قسم کے فیوض و برکات کا ذریعہ و وسیلہ ہیں یعنی جس طرح جڑ پورے درخت کی تمام شاخوں کی تازگی و شگفتگی کا باعث ہوتی ہے اسی طرح آپ تمام عالمین کے لیے ہر قسم کے فیوض کا باعث ہیں ۔ تو یہ ہو سکتا ہے کہ جڑ سوکھ جائے مُردہ ہو جائے اور شاخیں زندہ اور سرسبز و شاداب رہیں ؟ جب یہ نہیں ہو سکتا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جن کی ذاتِ مقدسہ تمام جہان کے لئے رحمت اور اصل الاصول ہو وہ مُردہ ہو جائیں اور جہان زندہ رہے ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں اور تمام جہان کی زندگی کا واسطہ و وسیلہ ہیں ؎

وُہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وُہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وُہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو

اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(البقرہ - ۱۵۴)

مُردہ نہ کہو بلکہ وُہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ

(آل عمران - ۱۶۹)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کے متعلق ہرگز یہ گمان بھی نہ کرو کہ وُہ مرے ہیں، بلکہ وُہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہوتے ہیں اس پر جو اللہ نے اپنے فضل سے اُنہیں دیا ہے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک ان سے نہیں آملے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے ان پر کوئی خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ شہداء زندہ ہیں نہ ان کو زبان سے مُردہ کہنا چاہیئے اور نہ دِل میں ان کو مُردہ گمان کرنا چاہیئے۔ ان کی زندگی کی کیفیت و حقیقت ہم اپنے حواس و عقل سے نہیں سمجھ سکتے۔ لہذا ہمیں کلامِ الٰہی پر ایمان و یقین رکھتے ہُوئے یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ وُہ زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام پر خوشیاں مناتے ہیں۔ اگر ہم ان کی حیات کا انکار کریں یا تاویلیں کریں گے تو یہ ہماری جہالت و حماقت اور کلامِ الٰہی پر ایمان و یقین نہ ہونے کی کھُلی دلیل ہو گی کیونکہ حیات کا صحیح اور حقیقی مفہوم وُہ نہیں ہوگا جو ہماری ناقص عقل اور محدود شعور نے سمجھا ہے۔ بلکہ وُہ ہوگا جو خالقِ حیات نے اپنے صاف و صریح اعلان کے ذریعہ قرار دیا ہے۔ جب شہداء کی زندگی قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے تو انبیاء کرام اور صدیقین امت کی زندگی میں کیونکر شبہ کیا جا سکتا ہے جو بالاتفاق درجہ و مرتبہ میں شہداء سے اعلیٰ اور برتر ہیں۔ چنانچہ

ان آیات کے تحت غزالیٔ دوراں، علامۃ العصر، حضرت مولانا سیّد احمد سعید صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔

"بظاہر یہ آیاتِ کریمہ شہداء (غیر انبیاء) کی حیات پر دلالت کرتی ہیں

لیکن در حقیقت انبیاء علیہم السّلام بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شامل ہیں اس لیے کہ دلائل و واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ تمام انبیاء علیہم السّلام شہید ہیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا میں شہادت کا درجہ پایا اور مَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے عموم میں بلاشبہ آپ داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ "یُقْتَلُ" قتل سے ماخوذ ہے اور قتل کے معنیٰ ہیں "اماتت" یعنی مار ڈالنا۔ قتل اور اماتت کے معنیٰ میں ایک باریک فرق ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے، امام راغب اصفہانی قتل کے معنی بیان کرتے ہُوئے اس فرق کو ظاہر فرماتے ہیں۔ مفرداتِ راغب میں ہے (قتل) اَصْلُ الْقَتْلِ اِزَالَۃُ الرُّوْحِ عَنِ الْجَسَدِ کَالْمَوْتِ لٰکِنْ اِذَا اعْتُبِرَ بِفِعْلِ الْمُتَوَلِّیْ لِذٰلِکَ یُقَالُ قَتْلٌ وَّ اِذَا اعْتُبِرَ بِفَوْتِ الْحَیَاتِ یُقَالُ مَوْتٌ۔

ترجمہ:۔ (قتل) قتل کے اصلی معنیٰ جسم سے رُوح کو زائل کرنے کے ہیں جیسے موت۔ لیکن جب متولی اور متصرف ازالہ کے فعل کا اعتبار کیا جائے تو قتل کہا جائے گا اور جب فوتِ حیات کا اعتبار کیا جائے تو موت کہا جائے گا۔

قتل میں چونکہ فاعل کا فعل معتبر ہوتا ہے اور فعل کا اختیار عبد کے لیئے بھی حاصل ہے اس لیے قتل کی اسناد عبد کی طرف صحیح ہے اور عبد کو قاتل کہا جاسکتا ہے۔ بخلاف اماتت کے کہ اس میں فعل مذکور معتبر نہیں بلکہ فوتِ حیات کا اعتبار ہے اور عبد کا اختیار فعل سے متجاوز ہو کر فوتِ حیات تک نہیں پہنچتا۔ بندہ صرف اتنا کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے کوئی فعل واقع کر دے۔ مثلاً کسی کو تلوار مار دے یا زہر کھلا دے یا کسی کے بدن کے ٹکڑے کر دے مگر اس کے بدن سے حیات کو زائل کرنا بندے کے اختیار میں نہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے منسلک ہے۔ اس لئے بندہ قاتل ہوسکتا ہے مُمیت نہیں ہوسکتا۔ حیات کا فوت ہونا قدرتِ خداوندی سے ہی متعلق

ہے۔ اس لیے اماتت کی اسناد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو سکتی ہے۔ ازالہ حیات صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور مُمیت اس کے سوا کوئی نہیں "۔

ہمارے اس بیان سے ناظرین کے ذہن میں ایک اشکال پیدا ہو گیا ہو گا اور وُہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "مَنْ يُقْتَلُ" کے عموم میں داخل ہونا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے منافی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ان کی جانِ پاک کو لوگوں سے بچانے کا وعدہ فرما چکا تو اب انہیں کس طرح قتل کیا جا سکتا ہے اور بغیر قتل ہُوئے "مَنْ يُقْتَلُ" میں آپ کا شامل ہونا ممکن نہیں۔

اس کے حل کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ قتل میں فعل فاعل کا اعتبار ہوتا ہے، اور اماتت میں فوتِ حیات کا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وعدۂ الٰہیہ کے الفاظ ہیں "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اس میں نہ قتل کا لفظ ہے نہ موت کا۔ اس وعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے مار ڈالنے سے اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا۔ یعنی آپ کی ذاتِ پاک کے لئے کوئی ایسا فعل نہ کر سکے گا جس سے عادۃً علی الفور آپ کی موت واقع ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہُوا اور کسی شخص نے آپ کو مار ڈالنے کی قدرت نہ پائی۔

رہا یہ امر کہ "مَنْ يُقْتَلُ" کے عموم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے داخل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل سے مُراد وُہ فعل ہے جو فوتِ حیات کا موجب ہو جائے۔ فعلِ قتل کا فوتِ حیات کے لئے موجب ہونا دو طریقے سے ہوتا ہے۔ ایک عادۃً دُوسرے خارقاً للعادۃ۔ عادۃً فعلِ قتل سے علی الفور ازالۂ حیات ہو جاتا ہے اور خارق عادت کے طور پر علی الفور ازالۂ حیات نہیں ہوتا بلکہ ایک مدتِ طویلہ کے بعد ہی اس کا موجب موت ہونا ظاہر ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کے قتل سے بچا کر اپنے وعدے کو پورا فرما دیا اور دُوسری قسم کا فعلِ قتل آپ کے لئے بر بنا حکمت متحقق کر دیا۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" کے عموم میں داخل ہو کر شہادت کا مرتبہ پائیں اور کسی بے دین کے لئے آپ کو مُردہ کہہ کر حیاتِ نبوّت کے انکار کی مجال

باقی نہ رہے۔ ہمارے اس دعوٰی کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی وُہ حدیث ہے جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" میں نقل فرمائی ہے۔

وَاَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ لَمْ اَزَلْ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَكَلْتُ بِخَیْبَرَ فَهٰذَا اَوَانُ اِنْقَطَعَ اَبْهَرِیْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ۔

(انباء الاذکیاء ص ۱۴۹)

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے خیبر میں جو زہر آلود لقمہ کھایا تھا میں اسکی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں۔ پس اب وُہ وقت آپہنچا کہ اسی زہر کے اثر سے میری رگِ جاں منقطع ہو گئی

نیز امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ شَهِیْدًا لِاَكْلِهٖ یَوْمَ خَیْبَرَ مِنْ شَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ سَمًّا قَاتِلًا مِّنْ سَاعَةٍ حَتّٰی مَاتَ مِنْهُ بِشْرٌ بِكَسْرِ الْمُوَحَّدَةِ وَسُكُوْنِ الْمُعْجَمَةِ ابْنُ الْبَرَآءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ وَصَارَ بَقَاؤُهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُعْجِزَةً فَكَانَ بِهٖ اَلَمُ السَّمِّ یَتَعَاهَدُهٗ اَحْیَانًا اِلٰی اَنْ مَاتَ بِهٖ۔

اور بے شک یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ایسی زہر ملائی ہوئی بکری کے گوشت کا ایک لقمہ تناول فرمایا جس کا زہر ایسا قاتل تھا کہ اس کے کھانے سے اس وقت علی الفور موت واقع ہو جائے یہاں تک کہ اس زہر کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بشر بن براء بن معرور اسی وقت فوت ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا معجزہ ہو گیا وُہ زہر آپ کو اکثر تکلیف دیتا

رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی کے اثر سے آپ
کی موت واقع ہوئی۔ (زرقانی ۳۱۳/۸)

بخاری، بیہقی، سیوطی اور زرقانی کی ان پیش کردہ روایات سے ہمارا دعویٰ بخوبی ثابت ہو گیا اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے زہر دیا گیا اور اسی زہر سے آپ کی موت واقع ہوئی۔ اگرچہ زہر دینے اور موت واقع ہونے میں تین سال کا وقفہ تھا لیکن وفات شریف اسی زہر دینے کے فعل سے واقع ہوئی اور تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا زہر دینے اور اس فعل قتل کی کمزوری کی بنا پر نہ تھا، بلکہ خرقِ عادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے طور پر تھا جیسا کہ ہم عباراتِ منقولہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی "انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء" میں فرماتے ہیں۔

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ وَاَبُوْ یَعْلٰی وَالطَّبْرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَاَنْ اَحْلِفَ تِسْعًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ وَاحِدَةً اَنَّهٗ لَمْ یُقْتَلْ وَذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اتَّخَذَهٗ نَبِیًّا وَّاتَّخَذَهٗ شَهِیْدًا۔ (انباء الاذکیاء ص ۱۴۸)

(ترجمہ) احمد۔ ابویعلی۔ طبرانی اور مستدرک میں حاکم نے اور دلائل النبوۃ میں بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے گئے ہیں یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک مرتبہ قسم کھا کر یہ کہوں کہ آپ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" کے عموم میں داخل ہیں۔ اس بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مُنْعَمْ عَلَیْهِمْ کے چار گروہ قرآنِ کریم میں بیان فرمائے ہیں نبیین، صدیقین، شہداء، صالحین اور ہر نعمت کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذاتِ مقدسہ ہے جیسا کہ سابقہ تفصیل سے معلوم ہو چکا۔ نبوت، صدیقیت اور صالحیت کے اوصاف کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں پایا جانا تو سب کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے اب اگر وصفِ شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (ہمارے بیان کردہ دلائل کی روشنی میں) تسلیم نہ کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کمالِ شہادت سے محروم رہے گی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے اور تمام کمالات وانعاماتِ الٰہیہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ہونے کے منافی اور معارض ہے جو باطلِ محض اور دلائل کی روشنی میں مردود ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نبوت و صدیقیت اور صالحیت کی طرح وصف شہادت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں بلاشبہ پایا جاتا ہے۔ وھو المراد ــــ"

(السعید، حیات النبی نمبر ص۱۲)

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بَلْ حَیَاۃُ الْاَنْبِیَآءِ اَقْوٰی مِنْھُمْ وَاَشَدُّ ظُھُوْرًا اٰثَارُھَا فِی الْخَارِجِ حَتّٰی لَا یَجُوْزُ النِّکَاحُ بِاَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِہٖ بِخِلَافِ الشُّھَدَآءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ اَیْضًا اَعْلٰی دَرَجَۃً مِّنَ الشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحُوْنَ یَعْنِی الْاَوْلِیَآءَ مُلْحَقُوْنَ بِھِمْ کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ التَّرْتِیْبُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔

(تفسیر مظہری ص۱۵۲)

بلکہ حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے بہت زیادہ قوی اور ظہور میں بہت زیادہ بڑھ کر ہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں۔ بخلاف شہداء کے کہ ان کی ازواج سے نکاح جائز ہے اور ویسے ہی صدیقین بھی حیات میں شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں اور صالحین یعنی اولیاء کرام شہداء سے کم ہیں لیکن ان کے ساتھ ملحق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی ترتیب اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرمایا۔
مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْاَنْبِيَاءُ اَوْلٰى بِذٰلِكَ فَهُمْ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ وَمَا نَبِيٌّ اِلَّا وَقَدْ جَمَعَ مَعَ النُّبُوَّةِ وَصْفَ الشَّهَادَةِ فَيَدْخُلُوْنَ فِىْ عُمُوْمِ لَفْظِ الْاٰيَةِ۔

(الحاوی للفتاوی صفحہ ۳۳ ج ۲)

اور انبیائے کرام حیات میں شہداء سے اولیٰ اجل اور اعظم ہیں اور بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی میں نبوّت وشہادت دونوں صفوں کو جمع فرمایا تو انبیاء کرام بھی آیت کے عموم میں داخل ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں حدیث صعقہ کے بیان میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں۔

اَلْمَوْتُ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ وَاِنَّمَا هُوَ انْتِقَالٌ مِّنْ حَالٍ اِلٰى حَالٍ وَّيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ اَنَّ الشُّهَدَاءَ بَعْدَ قَتْلِهِمْ وَمَوْتِهِمْ اَحْيَاءٌ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ وَهٰذَا صِفَةُ الْاَحْيَاءِ فِى الدُّنْيَا وَاِذَا كَانَ هٰذَا فِى الشُّهَدَاءِ فَالْاَنْبِيَاءُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ وَاَوْلٰى وَقَدْ صَحَّ اَنَّ الْاَرْضَ لَا تَاْكُلُ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعَ بِالْاَنْبِيَاءِ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ فِىْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَفِى السَّمَاءِ وَرَاٰى مُوْسٰى قَائِمًا يُصَلِّىْ فِىْ قَبْرِهٖ وَاَخْبَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّهٗ يَرُدُّ السَّلَامَ عَلٰى كُلِّ مَنْ

کہ موت محض نابُود ہوجانے کا نام نہیں بلکہ ایک حال سے دُوسرے حال کی طرف انتقال کا نام ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ بے شک شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور شاد ومسرور ہوتے ہیں اور یہی دنیا میں زندوں کی صفت ہے، تو جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء کرام زندہ ہونے میں ان سے بہت زیادہ افضل واولیٰ ہیں اور بے شک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ زمین انبیاء کرام کے اجسامِ مُبارکہ کو نہیں کھاتی اور بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بیت المقدس اور آسمانوں میں تمام انبیاء کرام کے ساتھ جمع ہوئے ہیں اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ آپ ہر اس شخص کو سلام کا جواب دیتے

يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَحْصُلُ مِنْ جُمْلَةِ الْقَطْعِ بِأَنَّ مَوْتَ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّمَا هُوَ رَاجِعٌ إِلَى أَنْ غُيِّبُوا عَنَّا بِحَيْثُ لَا نُدْرِكُهُمْ وَإِنْ كَانُوا مَوْجُودِيْنَ أَحْيَاءً وَذٰلِكَ كَالْحَالِ فِي الْمَلَائِكَةِ فَإِنَّهُمْ مَوْجُوْدُوْنَ أَحْيَاءٌ وَلَا يَرَاهُمْ أَحَدٌ مِنْ نَوْعِنَا إِلَّا مَنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِكَرَامَتِهِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ۔

(الحاوی للفتاوی ص۳۳۲)

ہیں جو آپ پر سلام بھیجے اور اسی طرح وُہ تمام امور جو موت سے منقطع ہو جاتے ہیں وُہ انبیاء کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ ان کی موت سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وُہ ہم سے پردہ فرما جاتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے اگرچہ وُہ زندہ موجود ہوتے ہیں اور ان کا حال فرشتوں کا سا ہو جاتا ہے کہ فرشتے زندہ موجود ہوتے ہیں مگر ان کو کوئی نہیں دیکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے خاص فرمائے اپنے ولیوں میں سے۔

علامہ امام قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمِنْهَا أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ يُصَلِّي فِيْهِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ وَلِهٰذَا قِيْلَ لَا عِدَّةَ عَلَى أَزْوَاجِهِ وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ يَحُجُّوْنَ وَيُلَبُّوْنَ فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ يُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ وَيُلَبُّوْنَ وَهُمْ أَمْوَاتٌ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ وَلَيْسَتْ دَارَ عَمَلٍ فَالْجَوَابُ أَنَّهُمْ كَالشُّهَدَاءِ بَلْ أَفْضَلُ مِنْهُمْ وَالشُّهَدَاءُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَحُجُّوْا وَيُصَلُّوْا۔

(زرقانی علی المواہب ص۳۳۲ ج۵)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور یہی حال تمام انبیاء کرام کا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ ان کی ازواج پر عدت نہیں کیونکہ وُہ زندہ ہیں) اور بے شک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں۔ پس اگر تو کہے کہ وہ کس طرح نماز پڑھتے، حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وُہ تو مُردے ہیں اور دُوسرے گھر میں ہیں اور وُہ گھر دارِ عمل نہیں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ان کا حال شہداء کی طرح بلکہ ان سے افضل ہے اور شہداء زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے

ہیں تو اگر وہ حج کریں اور نماز پڑھیں تو کیا بعید ہے۔

علامہ امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَلَا شَكَّ فِيْ حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَكَذَا سَائِرُ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ حَيَاةً اَكْمَلَ مِنْ حَيَاةِ الشُّهَدَآءِ الَّتِيْ اَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ وَنَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ وَاَعْمَالُ الشُّهَدَآءِ فِيْ مِيْزَانِهٖ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ كَعِلْمِيْ فِيْ حَيَاتِيْ۔

(وفاء الوفاء صـ۱۳۵۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد بلاشک و شبہ حیات ہیں اور ایسے ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے اکمل ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام شہداء کے سردار ہیں اور تمام شہداء کے اعمال آپ کی میزان میں ہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا علم میری حیات میں ہے۔

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وحیات انبیاء کامل تر از حیات شہداء است۔ (مدارج النبوت)

اور حیاتِ انبیائے کرام حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے۔

احادیثِ مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

کہ انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی موافقت

کی ہے۔ (فتح الباری)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۰۲ مطبوعہ مصر)

کہ جمعہ کے دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجا کرو کیونکہ وُہ یوم مشہود ہے اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو مجھ پر درود بھیجے مگر اس کا دُرود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وُہ اس سے فارغ ہو۔ حضرت ابو درداء فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اور موت کے بعد؟ فرمایا اور موت کے بعد بھی پیش ہوگا کیونکہ اللہ نے زمین پر اجسادِ انبیاء کا کھانا حرام کر دیا ہے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا بُلِّغْتُهٗ۔

(شعب الایمان بیہقی - اصبہانی)

جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر دُرود پڑھا میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دُور ہونے کی حالت میں مجھ پر دُرود پڑھا وُہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِائَةً فِي الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ سَبْعِيْنَ مِنْ حَوَائِجِ الْاٰخِرَةِ وَثَلَاثِيْنَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا ثُمَّ وَكَّلَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ

جس نے جمعہ کے دِن اور جمعہ کی رات میں مجھ پر سَو مرتبہ دُرود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی حاجتوں میں سے اور تیس دُنیا کی حاجتوں میں سے۔ پھر اس دُرود پر اللہ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اُس دُرود کو

مَلَكًا يُدْخِلُهُ فِي قَبْرِي كَمَا يُدْخَلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا اِنَّ عِلْمِي بَعْدَ مَوْتِي كَعِلْمِي فِي الْحَيَاةِ وَلَفْظُ الْبَيْهَقِيِّ يُخْبِرُنِي مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ فَاُثْبِتُهُ فِي صَحِيْفَةٍ بَيْضَاءَ۔

(حیاۃ الانبیاء بیہقی ترغیب اصبہانی)

میری قبر میں مجھ پر اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح تم پر ہدیے پیش کئے جاتے ہیں بے شک میرا علم میری وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا علم میری حیات میں ہے اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں کہ وُہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا نام اور اس کا نسب مجھے بتاتا ہے تو مَیں اسے ایک چمکتے ہُوئے صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ وَمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِيْ وَمَا يَاْتِيْ وَقْتُ الصَّلٰوةِ اِلَّا وَسَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ۔ (دلائل النبوت ابو نعیم ص۲۹۶)

البتہ تحقیق جنگِ حرہ کے زمانہ میں مَیں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر قبرِ انور سے میں اذان کی آواز سُنتا تھا۔

حضرت سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایامِ حرہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نہ اذان ہوتی اور نہ اقامت۔

وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۵)

اور سعید بن مسیب (رضی اللہ عنہ) مسجد سے نہ نکلے اور وُہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے، مگر ایک آواز سے جس کو وُہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور سے سُنتے تھے۔

ابنِ جوزی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی وُہ فرماتے ہیں کہ ایامِ حرہ میں:

وَلَا يَاْتِيْ وَقْتُ صَلٰوةٍ اِلَّا سَمِعْتُ اَذَانًا مِنَ الْقَبْرِ ثُمَّ اُقِيْمَتِ

کسی نماز کا وقت نہیں آتا تھا مگر میں (حضور کی) قبرِ انور سے اذان کی آواز سنتا پھر جماعت کھڑی

الصَّلٰوۃُ فَتَقَدَّمْتُ فَصَلَّیْتُ وَمَا فِی الْمَسْجِدِ اَحَدٌ غَیْرِیْ ۔
(وفاء الوفاء صہ ۹۴)

ہو جاتی تو میں آگے بڑھتا اور اسی نماز کے ساتھ نماز پڑھتا اور میرے سوا مسجد میں اور کوئی نہیں تھا ۔

علامہ امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

وَفِی الْفَتَاوٰی الرَّمْلِیَّۃِ الْاَنْبِیَآءُ وَالشُّھَدَآءُ وَالْعُلَمَآءُ لَا یَبْلُوْنَ وَالْاَنْبِیَآءُ وَالشُّھَدَآءُ یَاْکُلُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَیَشْرَبُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ وَیَحُجُّوْنَ
(زرقانی علی المواھب صہ ۳۳۲/۵)

فتاوٰی رملیہ میں ہے کہ انبیاء اور شہداء اور علماء نہیں بوسیدہ ہوتے اور انبیاء اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے پیتے اور نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے اور حج کرتے ہیں ۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ کَسَائِرِ الْاَنْبِیَآءِ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَھُمْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَاِنَّ لِاَرْوَاحِھِمْ تَعَلُّقًا بِالْعَالَمِ الْعُلْوِیِّ وَالسُّفْلِیِّ کَمَا کَانُوْا فِی الْحَالِ الدُّنْیَوِیِّ فَھُمْ بِحَسْبِ الْقَلْبِ عَرْشِیُّوْنَ وَبِاعْتِبَارِ الْقَالِبِ فَرْشِیُّوْنَ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِاَحْوَالِ اَرْبَابِ الْکَمَالِ ۔
(شرح شفاء شریف صہ ۱۴۲/۲)

بے شک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ سارے انبیاء کرام اپنی قبروں میں اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور بیشک ان کی ارواح کا تعلق عالم علوی اور عالم سفلی سے اسی طرح قائم رہتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا اور وہ اس معاملہ میں قلب کے اعتبار سے عرشی اور قالب کے اعتبار سے فرشی ہوتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ارباب کمال کے احوال کو زیادہ جانتا ہے ۔

یہی علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں ۔

لَا نَقُوْلُ بِاَنَّ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُضِیْقٌ عَلَیْہِ فِیْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ بِکَوْنِہٖ مَحْصُوْرًا فِیْ قَبْرِہٖ بَلْ نَقُوْلُ اَنَّہٗ

ہم یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ یعنی اپنی قبر میں مقید ومحصور ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ عالم سفلی اور عالم علوی

يَجُوْلُ فِي الْعَالَمِ السِّفْلِيِّ وَالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ فَاِنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَآءِ مَعَ اَنَّ مَرْتَبَتَهُمْ دُوْنَ مَرْتَبَةِ الْاَنْبِيَآءِ اِذَا كَانَتْ فِيْ اَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِيْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ثُمَّ تَعُوْدُ اِلٰى قَنَادِيْلَ مُعَلَّقَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِيْ مَحَلِّهٖ مُحَرَّرٌ مَعَ اَنَّهٗ لَمْ يَقُلْ اَحَدٌ اَنَّ قُبُوْرَهُمْ خَالِيَةٌ عَنْ اَجْسَادِهِمْ وَاَرْوَاحِهِمْ غَيْرُ مُتَعَلِّقَةٍ بِاَجْسَامِهِمْ لِئَلَّا يَسْمَعُوْا سَلَامَ مَنْ يُّسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَكَذَا وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ يُلَبُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ فَنَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلٰى بِهٰذَا الْكَرَامَاتِ۔ (جمع الوسائل صـ۲۳۸ ج۲)

میں سیر فرماتے ہیں کیونکہ شہداء کی اَرواح جو مرتبہ میں انبیاء سے کم ہیں جب سبز پرندوں کے قالب میں جنّت کے باغوں میں آزادی سے پھرتی ہیں پھر ان قنادیل تک سیر کے لیے جاتی ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے لٹکی ہُوئی ہیں جیسا کہ یہ اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے۔ بایں ہمہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان کی قبریں ان کے اَجساد سے خالی ہیں اور ان کی اَرواح کا ان کے اَجسام سے تعلق نہیں اور جو سلام اُنہیں کیا جاتا ہے وُہ نہیں سُنتے؟ تو ایسا ہی انبیاء کرام کے بارے میں آیا ہے کہ بے شک انبیاء کرام تلبیہ کہتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کرامات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَا يَمُوْتُوْنَ وَاَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَاَنَّهُمْ اَحْيَآءٌ۔ (فیوض الحرمین صـ۲۸)

بے شک انبیاء کرام نہیں مرتے اور بے شک وُہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِيْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَآءُوْنَ وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَآءَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ انبیاء، صدیقین، شہداء اور اَولیاء کی اَرواح کو (درجہ بدرجہ) جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وُہ زمین آسمان اور جنّت میں جہاں بھی چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں

أَعْدَاءَهُمْ۔ إِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی
(تفسیر مظہری ص۱۵۲)

اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ انشاء اللہ

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں۔

وَلَا شَكَّ أَنَّ حَيَاةَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ثَابِتَةٌ مَعْلُومَةٌ مُسْتَمِرَّةٌ ثَابِتَةٌ وَنَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُهُمْ بِالنُّصُوصِ وَالْإِجْمَاعِ (وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ يَنْبَغِي) يَجِبُ أَنْ تَكُوْنَ حَيَاتُهُ أَكْمَلَ وَأَتَمَّ مِنْ سَائِرِهِمْ أَيِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔
(زرقانی علی المواہب ص۳۰۹/۸)

بلا شک وشبہ انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات ثابت شدہ تحقیقی ویقینی اور دوامی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں نصوص اور اجماع کے ساتھ تو لازم و ضروری ہے کہ آپ کی حیات بھی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات سے اکمل واتم ہو۔

استاذ ابومنصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی الفقیہ الاصولی شیخ الشافعیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ الْمُتَكَلِّمُوْنَ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ وَيَحْزَنُ بِمَعَاصِي الْعُصَاةِ مِنْهُمْ وَأَنَّهُ تَبْلُغُهُ صَلَاةُ مَنْ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِهِ۔
(الحاوی للفتاوی ص۲/۱۴۳)

ہمارے تمام متکلمین اور محققین علماء شافعیہ کا فرمان ہے کہ بے شک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور گنہگاروں کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں اور بے شک آپ کی امت میں سے جو آپ پر درود بھیجے اس کا درود آپ کو پہنچتا ہے۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک مدلل اور مبسوط بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فَحَصَلَ مِنْ مَجْمُوْعِ هٰذَا النُّقُوْلِ وَالْأَحَادِيْثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ان تمام نقول اور احادیث کے مجموعہ کا ماحصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور

وَسَلَّمَ حَیٌّ بِجَسَدِہٖ وَرُوْحِہٖ وَ اَنَّہٗ یَتَصَرَّفُ وَیَسِیْرُ حَیْثُ شَاءَ فِی الْاَرْضِ وَفِی الْمَلَکُوْتِ وَھُوَ بِھَیْئَتِہِ الَّتِیْ کَانَ عَلَیْھَا قَبْلَ وَفَاتِہٖ لَمْ یَتَبَدَّلْ مِنْہُ شَیْءٌ وَاَنَّہٗ مُغَیَّبٌ مِنَ الْاَبْصَارِ کَمَا غُیِّبَتِ الْمَلَائِکَۃُ مَعَ کَوْنِھِمْ اَحْیَاءً بِاَجْسَادِھِمْ فَاِذَا اَرَادَ اللہُ رَفْعَ الْحِجَابِ عَمَّنْ اَرَادَ اِکْرَامَہٗ بِرُؤْیَتِہٖ رَاٰہُ عَلٰی ھَیْئَتِہِ الَّتِیْ ھُوَ عَلَیْھَا لَا مَانِعَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَا دَاعِیَ اِلَی التَّخْصِیْصِ بِرُؤْیَۃِ الْمِثَالِ۔

(الحاوی للفتاوی ص۲۶۴ ج۲)

رُوح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور بلاشبہ آپ جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ اور زمین اور عالَمِ ملکوت کے ہر گوشے میں تصرف فرماتے ہیں اور آپ بالکل اپنی اسی ہیئت پر ہیں جس پر قبل از وفات تھے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور بیشک آپ ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں جس طرح فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں جب اللہ تعالیٰ آپ کی رُوئیت کے ساتھ کسی کو عزت و اکرام عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس سے حجاب کو اٹھا دیتا ہے اور وُہ آپ کو اسی ہیئت پر دیکھتا ہے جس پر آپ ہیں اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور رُوئیتِ مثال کی تخصیص کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وحیات انبیاء کرام متفق علیہ است ہیچکس را درو خلافے نیست حیات جسمانی و دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی۔

اور انبیاء کرام کی حیات پر سب علماء کا اتفاق ہے کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہے اور حیات جسمانی، دُنیاوی اور حقیقی ہے نہ کہ روحانی اور معنوی۔

یہی شیخ محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دُوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

و باچندیں اختلاف و کثرتِ مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف

اس اختلاف و کثرتِ مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی ایک کو بھی اختلاف

نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و تو ہم تاویل دائم و باقیست و بر اعمال امت حاضر و ناظر است

(مکاتیب شیخ بر حاشیہ اخبار الاخیار ص)

نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بے شائبہ مجاز و توہم تاویل زندہ، دائم اور باقی ہیں، اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

سید الطائفہ امام الاولیاء حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَتْ حَيَاتُهٗ بِنَفْسِهٖ يَكُوْنُ مَمَاتُهٗ بِذَهَابِ رُوْحِهٖ وَمَنْ كَانَتْ حَيَاتُهٗ بِرَبِّهٖ فَاِنَّهٗ يَنْتَقِلُ مِنْ حَيَاتِ الطَّبْعِ اِلٰى حَيَاةِ الْاَصْلِ وَهِىَ الْحَيَاةُ الْحَقِيْقِيَّةُ وَاِذَا كَانَ الْقَتِيْلُ بِسَيْفِ الشَّرِيْعَةِ حَيًّا مَّرْزُوْقًا فَكَيْفَ مَنْ قُتِلَ بِسَيْفِ الصِّدْقِ وَالْحَقِيْقَةِ۔ (تفسیر روح البیان)

جو اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہے وہ روح کے نکل جانے سے مُردہ ہو جاتا ہے اور جو اپنے رب کے ساتھ زندہ ہے وہ نہیں مرتا بلکہ وہ حیات طبعی سے حیاتِ اصلی و حقیقی کی طرف انتقال کرتا ہے۔ جب شریعت کی تلوار سے قتل ہونے والا زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے تو جو صدق و حقیقت کی تلوار سے قتل ہوتا ہے وہ کتنی اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہوگا۔

دانائے رموزِ حقیقت مولانائے روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ؎

ہر کہ اندر وجہِ ما باشد فنا　　کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ نبود جزا

جو کوئی ہماری ذات میں فنا ہو جائے اس کو کل شیٔ ھالک کی کلیت کے تحت ہلاکت کی سزا نہیں بھگتنی پڑتی۔

زانکہ در الاّ است او از لا گزشت　　ہر کہ در الاّ است او فانی نگشت

کیونکہ وہ الا وجہ کے ساتھ مستثنیٰ ہے وہ لا یعنی ھالک سے گزر گیا جو کوئی الّا میں ہے وہ باقی باللہ فانی فی اللہ ہو گیا (مثنوی شریف)

الحمد للہ ہم اہلسنت كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ پر ایمان رکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اقدس کے قبض ہونے کے قائل ہیں مگر آپ کی حیات کے منکر نہیں اس لیے کہ حیات کے معنی ہیں صِفَةٌ

مُصَحِّحَۃٌ لِلْعِلْمِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْاِرَادَۃِ (شرح عقائد) ایسی صفت جو علم و قدرت، سمع و بصر اور ارادہ کو صحیح قرار دے۔ یعنی جس کی وجہ سے علم و قدرت وغیرہ کا ہونا صحیح قرار پائے اس صفت کا نام حیات ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت قبضِ رُوح کی وجہ سے زائل نہیں ہوئی کیونکہ رُوح کا بدن میں ہونا سببِ حیات ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جو چیز سبب کے ساتھ ہوتی ہے وُہ بغیر سبب کے کر دے اور اس بات پر بھی قادر ہے کہ سبب ہو اور چیز یعنی مسبب نہ ہونے دے۔ دیکھیئے بچہ کے معرضِ وجود میں آنے کا سبب مرد و عورت ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوّا اور عیسیٰ علیہم السّلام کو بغیر اس سبب کے پیدا فرمایا اور ہزاروں مرد و عورت موجود ہیں مگر اولاد نہیں ہوتی یعنی سبب ہے مگر مسبب نہیں تو ثابت ہُوا کہ وُہ اس بات پر قادر ہے کہ رُوح جو حیات کا سبب ہے وُہ نہ ہو اور حیات ہو اور اس پر بھی قادر ہے کہ رُوح ہو اور حیات نہ ہو۔ چنانچہ کفّار کے جسموں میں روحیں ہیں اور حیات نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کو مُردے گونگے، بہرے اور اندھے وغیرہ فرمایا اور انبیاء و اولیاء کے جسموں سے رُوحیں قبض ہوئیں مگر حیات ہے اس لئے قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ میں ان کو زندہ فرمایا گیا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے نیز ستون حنانہ کا رونا اور پتھروں کا کلمہ پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو جو خُدا لکڑی اور پتھر کے اندر بغیر رُوح کے حیات پیدا کرنے کی قوت رکھتا ہے کیا وُہ انبیاء و اولیاء کے اندر نہیں کر سکتا؟

اور اگر بدن کے اندر رُوح کا ہونا ہی حیات مانا جائے تو پھر "حیّ" وُہ ہو گا جس کے بدن میں رُوح ہو گی تو پھر خدا تعالیٰ کی حیات ہرگز نہیں ثابت ہو سکے گی کیونکہ خدا تعالیٰ بدن سے پاک ہے۔

یاد رکھئے! ایک ہے موتِ عادی اور ایک ہے موتِ حقیقی۔ اسی طرح ایک ہے حیاتِ عادی اور ایک ہے حیاتِ حقیقی۔ بدن سے رُوح قبض ہونا موتِ عادی ہے موتِ حقیقی نہیں۔ موتِ حقیقی عدم الحیات ہے اور بدن کے اندر رُوح کا ہونا حیاتِ عادی ہے، حیاتِ حقیقی نہیں۔ حیاتِ حقیقی بدن میں اس صفت کا ہونا ہے جو علم و قدرت اور سمع و

بصر کا سبب ہو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بعد وفات بھی علم و قدرت، سمع و بصر اور ارادہ ہے تو آپ حیات ہوئے اور یہ حیات ایک آن کے لیے بھی زائل نہیں ہوئی اور آپ مُردہ نہیں ہوئے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ آپ ساری کائنات کی اصل ہیں اگر آپ معاذ اللہ مُردہ ہو جائیں تو یہ جہان زندہ کیسے رہ سکتا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جڑ سُوکھ جائے اور درخت ہرا بھرا رہے؟ ہرگز نہیں! اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جانِ جہان مُردہ ہو جائیں اور جہان زندہ رہے، بلکہ جس طرح درخت کی سرسبزی و شادابی جڑ کی بدولت ہوتی ہے اسی طرح ساری کائنات کا وجود زندگی آپ کی بدولت ہے ؎

وُہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وُہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وُہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(اعلیحضرت)

مخالفین کے سردار جناب انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں:-

وَنُقِلَ عَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنَّ احْتِرَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ اَيْضًا كَمَا كَانَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَفِي الْبَيْهَقِيِّ عَنْ اَنَسٍ وَّصَحَّحَهٗ وَوَافَقَهُ الْحَافِظُ فِي الْمُجَلَّدِ السَّادِسِ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ مَعْنَاهُ اَنَّ اَرْوَاحَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَيْسَتْ بِمُعَطَّلَةٍ عَنِ الْعِبَادَاتِ الطَّيِّبَةِ وَالْاَفْعَالِ الْمُبَارَكَةِ بَلْ هُمْ مَشْغُوْلِيْنَ فِيْ

امام مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ آپ کی حیات میں تھا اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اس کی تصحیح بھی کی اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری کی جلد ششم میں اس کی موافقت کی ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) بے شک تمام انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ معنیٰ اس حدیث کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح عباداتِ طیبہ اور افعال

قُبُوْرِهِمْ اَيْضًا كَمَا كَانُوْا مَشْغُوْلِيْنَ حِيْنَ حَيَاتِهِمْ فِيْ صَلٰوةٍ وَّحَجٍّ وَّ كَذٰلِكَ حَالَ تَابِعِيْهِمْ عَلٰى قَدْرِ الْمَرَاتِبِ۔

(فیض الباری ص ۶۴/۲)

مبارکہ سے معطل نہیں ہوتیں بلکہ اپنی قبروں میں اسی طرح عبادات کرتی ہیں جس طرح ظاہری حیات میں نماز، روزہ، حج وغیرہ کرتی تھیں اور اسی طرح ان کے تابعین کا حال ہے۔ علیٰ قدر المراتب

(فیض الباری ص ۶۴/۲)

دیوبند کے تمام بڑے بڑے علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ۔

فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ يَتَصَرَّفُ فِي الْكَوْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَيْفَ شَاءَ (المهند ص ۶۸)

وُہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور جہان میں جیسے چاہتے ہیں باذن اللہ تصرّف فرماتے ہیں۔

جناب محمّد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند تو اس مسئلہ میں بہت زیادہ آگے ہیں وُہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کی روحِ اقدس کے قبض ہونے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک آپ کی موت فقط آپؐ کا عام لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہو جانا ہے۔ چنانچہ ان کا رسالہ "آبِ حیات" اسی مضمون سے لبریز ہے جس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

(۱) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی موت میں بھی مثلِ حیات فرق ہے ہاں فرق ذاتیت و عرضیت متصور نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے یعنی حیاتِ نبوی بوجہ ذاتیت قابلِ زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابلِ زوال ہے اس لیے وقتِ موت حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہوگی، ہاں مستور ہو جائے گی اور حیاتِ مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سو درصورت تقابل عدم و ملکہ اس استتارِ حیات میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثلِ آفتاب سمجھیے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثلِ شمع، چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو ہنڈیا یا

مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہتہ مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہو جاتا اور دربارہ زوال حیات مؤمنین کو مثلِ قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے فقط وُہ صقالت وصفائی اصلی باقی رہ جاتی ہے یا مثلِ چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا البتہ روغن یا فلیتہ یا کسی قدر تھوڑی دیر تک سرِ فلیتہ میں آتش باقی رہ جاتی ہے۔ (آبِ حیات صلا۱۶)

(۲) حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دائمی ہے ممکن نہیں کہ آپ کی حیات زائل ہو جائے اور حیاتِ مؤمنین عرضی ہے زائل ہو سکتی ہے۔

(آبِ حیات صلا۱۳۴)

(۳) ہاں علاقہ حیاتِ انبیاء علیہم السّلام منقطع نہیں ہوتا اس لئے ازواجِ نبوی اور نیز اموالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بدستور آپ کے نکاح اور آپ ہی کی مِلک میں باقی ہیں اور اغیار کو اختیارِ نکاح ازواج اور ورثہ کو اختیار تقسیم اموال نہیں بالجملہ موت انبیاء اور موتِ عوام میں زمین وآسمان کا فرق ہے وہاں استتار حیات زیرِ پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے۔ (آبِ حیات صہ ۱۶۸)

(۴) اس صورت میں یہ فرق ہاتھ لگا کہ تعلق حیات وبدن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قابلِ انفکاک نہیں پھر موت جسمانی حضرت حبیب ربّانی جو کسی طرح قابلِ انکار نہیں بجز اس کے متصور ہی نہیں کہ حیاتِ مذکور زیرِ پردۂ موت مستور ہو جائے۔ (آبِ حیات صلا۱۶۶)

(۵) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدّل وتغیّر جیسے حیاتِ دنیوی کا حیاتِ برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔ (آبِ حیات صہ ۲۷)

(۶) اس صورت میں صراحۃً اس حدیث سے نفی موت انبیاء نکلتی

ہے۔(آب حیات ص۳۵)

(۷) اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں۔ (آب حیات ص۳۶)

(۸) ان کی موت حیات کی ساتر ہوگی یعنی یہ موت رافع و دافع نہ ہوگی۔ (آب حیات ص۳۶)

(۹) یعنی سلامت جسدِ نبوی اور حرمتِ نکاحِ ازواجِ مطہرات اور عدم توریثِ اموالِ مقبوضہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر غور کیا جائے تو ایک وہی حیات ہے اور کوئی امر مذکورہ میں سے ہو ہی نہیں سکتا نہ یہ کہ ہو تو سکتا ہے پر ہے نہیں۔ (آب حیات ص۲۹ مطبوعہ مطبع قدیمی، دہلی)

(۱۰) در بارۂ اثباتِ حیات مؤیدان میں سے ایک تو وہ روایت جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے جیتے جی میری زیارت کی۔ دُوسرے وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسرے وہ روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چوتھے وہ روایت جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالخصوص قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔ پانچویں معراج کی روایت جس سے انبیاء گزشتہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا اور بہ ترتیب معلوم آسمانوں میں اُن سے ملاقات کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہی آیتیں تو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء - ۶۴)

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہلِ عصر ہی کے

ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ کے دونوں جملے جدا جدا آپ کی حیات پر ایسی دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائشِ انکار رہتی نہیں۔ (آب حیات، ص ۴۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر طور پر ہدیۂ ناظرین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ یہ مختصر سا بیان اہلِ ایمان و محبت کے لئے اِنْشَآءَ اللّٰہُ کافی و شافی ثابت ہوگا اور منکرین کے لئے تو دفتروں کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

(انبیاء و اولیاء کی حیات بعد ممات کے بارے میں دیوبندی وہابی علماء کی تحریروں سے مزید حوالے میری کتاب "مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات" میں ملاحظہ فرمائیں۔)

(کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ)

موئے مبارک

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بنکے تمہارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

(اعلیحضرت)

حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس کے بال مُبارک نہ تو بہت گھونگھریلے تھے اور نہ بہت سیدھے، بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔ ان بالوں کی درازی میں مختلف روایات ہیں، کانوں کے نصف تک، کانوں کی لَو تک، شانہ مبارک کے نزدیک تک، شانوں تک۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

وَلَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلًا۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ص۲۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ تو بالکل گھونگھریلے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْہِ۔ (جمع الوسائل ص۴۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

عَظِیْمَ الْجُمَّۃِ اِلٰی شَحْمَۃِ اُذُنَیْہِ۔ (جمع الوسائل ص۴۱)

آپ کے بال مبارک بہت گنجان تھے اور کانوں کی لَو تک آتے تھے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

لَہٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّۃِ وَدُوْنَ الْوَفْرَۃِ (جمع الوسائل ص۴۶)

آپ کے بال مبارک کانوں کی لَو سے کچھ بڑے اور شانوں سے کم تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لَہٗ شَعْرٌ یَّضْرِبُ مَنْکِبَیْہِ۔ آپ کے بال مبارک کندھوں پر پڑتے تھے۔

(جمع الوسائل ص۱۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

یُکْثِرُ دَھْنَ رَاْسِہٖ وَتَسْرِیْحَ لِحْیَتِہٖ۔ اپنے سر مبارک پر اکثر تیل لگایا کرتے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے۔

(جمع الوسائل ص۱۸۴)

ان روایات میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے یعنی جب آپ بال کٹوا دیتے تو نصف کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر گوش یا زرمۂ گوش یا کبھی شانہ مبارک تک پہنچ جاتے۔ آپ ان بالوں کے دو حصے فرماتے، اور درمیان میں مانگ نکالا کرتے۔ کچھ بال رکھنے کو اور کچھ کاٹنے (جیسے آج کل انگریزی فیشن) کو سخت منع فرماتے۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ لِعُبَیْدَۃَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَبْنَاہُ مِنْ قِبَلِ اَنَسٍ اَوْمِنْ قِبَلِ اَھْلِ اَنَسٍ فَقَالَ لَاَنْ تَکُوْنَ عِنْدِیْ شَعْرَۃٌ مِّنْہُ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْھَا

میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں۔ (یہ سُن کر) حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دُنیا وما فیہا سے محبوب تر ہے۔

(بخاری ص۲۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ یَحْلِقُہٗ وَطَافَ بِہٖ اَصْحَابُہٗ فَمَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَۃٌ اِلَّا فِیْ یَدِ رَجُلٍ۔

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے وُہ یہی چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال

بھی گرے وُہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ (مسلم کتاب الفضائل ص۲۵۶ ج۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (مزدلفہ سے) منٰی میں تشریف لائے اور جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنے مکان میں تشریف لائے۔

ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ وَنَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ ثُمَّ نَاوَلَ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص۲۳۲)

پھر آپ نے حجام کو بلایا اور اپنے سر مبارک کے دائیں طرف کے بال مبارک منڈوائے اور ابو طلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے پھر آپ نے اپنے بائیں طرف کے بال منڈوائے اور وُہ بھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کئے اور فرمایا کہ ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کو اس غرض سے حاصل کیا کرتے تھے کہ بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں اور ان سے برکت حاصل کریں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو اس سے روکتے نہیں تھے بلکہ خود اپنے بال مبارک ان میں تقسیم کرواتے تاکہ یہ لوگ میرے بالوں سے برکت و رحمت حاصل کریں۔

کیا یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ وُہ غیر اللہ یعنی بالوں سے نفع و برکت اور شفا کی امید رکھتے تھے، لہذا مشرک تھے؟ (معاذ اللہ)

حضرت عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میری بیوی نے مجھ کو ایک پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وُہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتی، کیونکہ اُن کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مُوئے مبارک تھا۔

فَأَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی

تو وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بال

اللہ علیہ وسلم وکانت تمسکہ فی جلجل من فضۃ فخضخضتہ لہ فشرب منہ مریض۔

(بخاری۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۱)

کو نکالتیں جس کو انہوں نے چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا (جس سے اس کو شفا ہو جاتی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام موئے مبارک تبرکاً اپنے پاس رکھتے اور عموماً لوگ اس کی برکت حاصل کرتے اور امراض سے شفا پاتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کے بال میرے پاس تھے میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا۔ ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد میں فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔

(اصابہ شفا شریف۔ شمس التواریخ)

جنگِ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت بیاں کرتے ہوئے لشکرِ کفّار کی طرف بڑھے، اُدھر سے ایک پہلوان نکلا جس کا نام نسطور تھا، دونوں کا دیر تک سخت مقابلہ ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت خالد کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا اور حضرت خالد اس کے سر پر آ گئے اور ٹوپی زمین پر جا پڑی۔ نسطور موقع پا کر آپ کی پشت پر آ گیا۔ اس وقت حضرتِ خالد پکار پکار کر اپنے رفقاء سے فرما رہے تھے کہ میری ٹوپی مجھے دو، خدا تم پر رحم کرے، ایک شخص جو آپ کی قوم بنی مخزوم میں سے تھا وُہ دوڑ کر آیا اور ٹوپی آپ کو دی، آپ نے اسے پہن لیا اور نسطور کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا، لوگوں نے اس واقعے کے بعد آپ سے پوچھا کہ آپ نے وُہ حرکت کیا کی کہ دشمن تو پشت پر آ پہنچا اور آپ ٹوپی کی فکر میں لگ گئے جو شاید دو چار آنے کی ہوگی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ٹوپی میں حضور سیّد عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصیہ مبارک کے بال ہیں جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں۔ ہر جنگ میں ان مبارک بالوں کی برکت سے فتحیاب ہوتا ہوں۔ اسی لئے میں بے قراری سے اپنی ٹوپی کی طلب میں تھا کہ مبادا اُن کی برکت میرے پاس نہ رہے اور کافروں کے ہاتھ لگ جائے۔

(واقدی۔ شفا شریف ص۴۴)

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھوڑی سی فوج لے کر ملک شام میں "جبلہ بن ایہم" کی قوم کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے اور ٹوپی گھر میں بھول گئے۔ جب مقابلہ ہُوا تو رومیوں کا بڑا افسر مارا گیا۔ اس وقت جبلہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں پر یکبارگی سخت حملہ کر دو! حملے کے وقت صحابہ کی حالت نازک ہو گئی، یہاں تک کہ رافع بن عمر طائی نے حضرت خالد سے کہا کہ آج معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قضا آ گئی۔ حضرت خالد نے فرمایا، سچ کہتے ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آج ٹوپی گھر بھول آیا ہوں جس میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک ہیں۔

اِدھر یہ حالت تھی اور اُدھر اسی رات حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو عبیدہ کو جو اسلامی افواج کے امیر تھے خواب میں ملے اور فرمایا تم اس وقت سو رہے ہو اٹھو اور خالد بن ولید کی مدد کو پہنچو کفّار نے ان کو گھیر لیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اسی وقت اُٹھے اور لشکر میں اعلان کروا دیا کہ فوراً تیار ہو جاؤ! چنانچہ وُہ فوراً تیار ہو کر لشکرِ اسلام کے پاس بڑی تیزی سے چلے۔ راستے میں انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو گھوڑا دوڑائے ہُوئے اُن کے آگے جا رہا تھا، چند تیز رفتار سواروں کو حکم دیا کہ اس سوار کا حال معلوم کرو، سوار جب قریب پہنچے تو پکار کر کہا اے جوان مرد سوار ذرا ٹھہرو! یہ سنتے ہی وُہ ٹھہر گیا۔ معلوم کیا تو وُہ حضرت خالد بن ولید کی بیوی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان سے سفر کی وجہ پوچھی تو کہا، اے امیر جب رات کو مَیں نے سُنا کہ آپ نے لشکرِ اسلام میں اعلان کروایا کہ خالد بن ولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے فوراً تیار ہو جاؤ تو مَیں نے خیال کیا کہ وُہ کبھی ناکام نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک ہیں۔ لیکن جوں ہی مَیں نے دیکھا تو میری نظر ان کی ٹوپی پر پڑی جس میں مُوئے مبارک تھے۔ نہایت افسوس ہُوا اور اسی وقت چل پڑی کہ کسی طرح اس کو ان تک پہنچا دوں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا، خدا تمہیں برکت دے۔ چنانچہ وُہ بھی ان کے ساتھ شریکِ لشکر ہو گئیں۔

حضرت رافع بن عمرو جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ حالت یہ تھی کہ ہم اپنی زندگیوں سے بالکل مایوس ہو گئے تھے کہ اچانک تکبیر کی آواز آئی حضرت خالد نے دیکھا کہ یہ آواز کدھر سے آئی ہے۔ جب رومیوں کے لشکر پر نظر پڑی تو کیا دیکھا کہ چند سوار اُن کا پیچھا کئے ہُوئے ہیں اور وُہ بدحواس ہو کر بھاگے چلے آرہے ہیں۔ حضرت خالد گھوڑا دَوڑا کر ایک سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا کہ اے جواں مرد سوار تُو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں تمہاری بیوی اُمِ تمیم ہوں تمہاری مبارک ٹوپی لائی ہوں جس کی برکت سے دشمنوں پر فتح پایا کرتے ہو۔ تم اسی وجہ سے اس کو بھُول آئے تھے کہ یہ مصیبت تم پر آئی تھی۔ الغرض وُہ ٹوپی انہوں نے دی اور حضرت خالد نے اس کو پہن لیا۔

راوی حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے ٹوپی پہن کر جب کفّار پر حملہ کیا تو لشکرِ کفّار کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ ملخصًا

(تاریخ واقدی)

ان احادیث میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان مقدّس بالوں کی کتنی قدر و شان تھی، اور پھر وُہ جلیل القدر صحابی حضرت خالد جنکی شان میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، ان کی یہ حالت ہے کہ ایسے نازک وقت میں جب کہ دشمن خنجر بکف اُن کے سر پر تھا، بڑی بے تابی سے ٹوپی طلب فرما رہے ہیں اور صاف صاف فرما رہے ہیں کہ میری ساری فتوحات کا باعث یہی ٹوپی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک ہیں۔

ایسا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کیا ان کو مشرک و بدعتی کہا جا سکتا ہے؟ (معاذ اللہ) اہلِ انصاف اگر توجہ فرمائیں تو مسئلۂ استعانت اور وسیلہ اسی ایک واقعے سے حل ہو سکتا ہے۔

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت

انس بن مالک نے مجھ سے کہا کہ یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں سے ایک بال ہے۔ جب مَیں مرجاؤں تو اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے حسبِ وصیت ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور اسی حالت میں دفن کِئے گئے۔ (اصابہ ترجمہ انس بن مالک صد ۱/۷۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال اور ناخن مبارک منگوائے اور وصیّت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد جزو خامس صنہ۳ و مدارج النبوت)

اہلِ ایمان پر صحابۂ کرام کے فضائل و کمالات مخفی نہیں ہیں باوجود اس کے اُن کا یہ خیال کہ تبرکات کو قبر میں اپنے ساتھ لے جائیں، تبرکات کی اہمیّت کو ظاہر کرتا ہے اس قسم کی باتوں کو جو لوگ بُت پرستی وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یہ اُن کی زیادتی ہے۔ اصل میں یہ لوگ اسرارِ محبّت سے ناآشنا ہیں۔

مولوی سید حسن بن مولوی نبلیہ حسن مدرس مدرسۂ دیوبند "ھب النسیم علیٰ نفحات الصلوٰۃ والتسلیم" کے صفحہ ۳۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایک تاجر بلخ کا رہنے والا تھا اور بہت دولت مند تھا، علاوہ دولت کے اس کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین موئے مبارک بھی تھے اس کے دو لڑکے تھے۔ جب تاجر کا انتقال ہوگیا تو کُل مال دونوں لڑکوں میں تقسیم کیا گیا۔ جب ایک ایک بال مبارک دونوں نے لے لیا تو بڑا لڑکا بولا کہ تیسرے بال کے دو ٹکڑے کرکے وُہ بھی تقسیم کیا جائے، اِس پر چھوٹے لڑکے نے کہا کہ مَیں ہرگز ہرگز گوارا نہ کروں گا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے، بڑا لڑکا بولا اگر تم کو مُوئے مبارک سے ایسی ہی محبّت اور عقیدت ہے تو ایسا کرو کہ سب مال و دولت جو تمہارے حِصّے میں آیا ہے مجھے دے دو اور تینوں موئے مبارک لے لو! چھوٹا لڑکا اِس تبادلہ پر بخوشی راضی ہوگیا اور اپنا سب مال دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی مُوئے مبارک لے لیے۔ اب اس کا یہ

کام ہو گیا کہ حضور کے مبارک بالوں کی زیارت کرتا اور کثرت سے درود شریف پڑھتا۔ اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ بڑے لڑکے کا مال روز بروز گھٹنا شروع ہو گیا اور چھوٹے لڑکے کے مال میں بہ برکت موئے مبارک روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ چھوٹا لڑکا مر گیا۔ اس زمانے کے ایک بزرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ جس کو کوئی حاجت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ اس تاجر کے لڑکے کی قبر پر جائے اور اپنے حصولِ مقصد کے لئے جا کر دعا کرے تو اس کا مقصد پورا ہو گا۔

اس واقعے کے بعد لوگوں میں اس لڑکے کے مزار کی بڑی عظمت ہو گئی اور لوگ وہاں جانے لگے۔ یہاں تک اس مزار کی عزت ہوئی کہ بڑے بڑے لوگ بھی وہاں سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے بلکہ بوجہ غایت ادب پیدل چلتے تھے ؎

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکہ ابر رافت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اٰخِذٌ شَعْرَۃً یَّقُوْلُ مَنْ اٰذٰی شَعْرَۃً مِّنْ شَعْرِیْ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ۔

مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ اپنا ایک موئے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے فرما رہے تھے جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی تو اس پر جنت حرام ہے۔

(جامع صغیر ص۱۴۵ و کنز العمال ص۲۷۶/۲)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بال ایک ایسی چیز ہے جس کو کاٹتے ہیں، کترتے ہیں مگر اس کو ایذا نہیں ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو موئے مبارک اپنے دستِ مقدس میں لے کر اس کی ایذا کی تصریح فرمائی اس کا مطلب کیا ہے؟

اس بات کو سمجھنے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عالم کی ہر چیز زندہ، ذی

فہم اور ادراک رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔ (الاسراء - ۴۴)

اور کوئی چیز ایسی نہیں مگر وُہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اس کی تعریف کے ساتھ۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔

اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہُوا کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے اور تسبیح کرنے والے کو جب تک اس امر کا ادراک نہ ہو کہ اس کا ایک خالق ہے اور جس قدر اُس کے اوصاف ہیں سب کمالات ہیں اور وُہ سب عیبوں سے پاک اور منزہ ہے، اس تسبیح کرنے والے کو اس کا تسبیح کرنا صادق نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔ (البقرہ - ۷۴)

اور بلاشبہ ان (پتھروں) میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (الحشر-۲۱)

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وُہ اللہ کے خوف سے جھک جاتا پھٹ جاتا۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ۔ (الانبیاء - ۷۹)

اور ہم نے مسخر کر دیئے داؤد (علیہ السلام) کے ساتھ پہاڑ (تو وُہ پہاڑ) تسبیح پڑھا کرتے اور پرندے بھی۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ (احزاب - ۷۲)

ہم نے بارِ امانت آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ۔ (الانبیاء - ۶۹)

ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم (علیہ السلام) پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ۔ (ص - ۱۸)

تو ہم نے ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا تھا وُہ ان کے حکم سے چلتی تھی۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَئْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق - ۳۰)
اس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی ؟ وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے ؟

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (یٰسٓ - ۶۵)
آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کسب کرتے تھے ۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۔ (الملك - ۸)
ایسا لگتا ہے کہ شدّتِ غضب سے (جہنم) پھٹ جائے گی ۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۔ (سورة الزلزال - ۴)
اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی اس لئے کہ تمہارے رب نے اس کو وحی کی ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم مکّہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گرد و نواح میں جاتے ۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ اِلَّا وَ هُوَ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ (دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴)
تو جو پہاڑ (پتھر) اور درخت بھی سامنے آتا وہ کہتا ۔ سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے رسول ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستونِ حنانہ کے ساتھ کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے ۔

فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ ۔ (بخاری شریف کتاب الجمعہ صفحہ ۱۲۵)
تو جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے سنا کہ وہ ستون دردناک لہجہ میں رونے لگا یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس پر اپنا دستِ مبارک رکھا ۔ (تاکہ اس کو تسکین ہو)

ان آیات و احادیث سے پتھروں اور پہاڑوں کا خائف من اللہ ہونا اور اللہ کے حکم سے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح میں شریک ہونا ، آسمانوں ،

زمینوں اور پہاڑوں کا امانتِ الٰہی کے اٹھانے سے انکار کرنا ، آگ کا حکم الٰہی قبول کرنا ، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہونا ، ہوا کا حضرت سلیمان علیہ السّلام کے حکم سے چلنا ، جہنم کا حکم الٰہی سُننا ، جواب دینا ، اور غصّہ میں آجانا ، قیامت کے دن ہاتھوں اور پاؤں کا اللہ کے دربار میں گواہی دینا ، زمین کا وحی الٰہی کو سمجھنا اور بندوں کے اعمال کا بیان کرنا ، درختوں اور پتھروں کا بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا ، ستون حنانہ کا رونا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے گفتگو کرنا اور کنکریوں کا باآواز بلند کلمۂ شہادت پڑھنا وغیرہ صدہا واقعات و دلائل اس پر شاہد ہیں کہ عالَم کی ہر چیز ذی فہم اور ادراک رکھتی ہے ۔

چنانچہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مُوئے مبارک کو ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میرے بال کو جو ایذا دے اس کی یہ سزائیں ہیں اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حقیقت شناس ہوگئے تھے انہوں نے بغیر تاویل کے یقین کر لیا کہ بے شک موئے مبارک کو بعض امور سے اذیت ہُوا کرتی ہے اس لئے وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے کیونکہ وُہ سمجھتے تھے کہ موئے مُبارک کی نسبت کسی قسم کی بے ادبی کی جائے تو اس سے ان کو اذیت ہوتی ہے ۔

اب بھی بعض مقامات کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہُوئے بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ کیا پتہ ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک ہیں یا نہیں ۔ ممکن ہے کسی جعل ساز نے دُنیاوی مفاد کی خاطر یہ ڈھنگ بنا رکھا ہو تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو واقعی بہت بُرا کرتا ہے ۔ مگر یہ یاد رہے کہ تعظیم کرنے والا برکت سے محروم نہ رہے گا ۔ کیونکہ جب وُہ تعظیم کرے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک سمجھ کر کرے گا لہذا اس کے اعتقاد اور نیّت کے مطابق اللہ تعالیٰ ضرور اس کو برکت عطا فرمائے گا ۔ جیسا کہ فرمایا ۔

"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیّت پر ہے ۔ (بخاری ص۲)

فوائِد

۱۔ یہ کہ اس بے مثل محبوب کے مُوئے مبارک بھی بے مثل ہیں۔
۲۔ یہ کہ صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بالوں کو بھی بے مثل و بے نظیر مانتے تھے۔
۳۔ یہ کہ صحابۂ کرام ان مقدس بالوں کو بہت ہی بابرکت اور قابلِ تعظیم سمجھا کرتے تھے۔
۴۔ یہ کہ صحابہ کرام ان مقدس بالوں میں سے ایک بال کا اپنے پاس ہونا دُنیا ومافیہا سے بہتر سمجھتے تھے۔
۵۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ایسا عقیدہ رکھنے سے منع نہ فرماتے بلکہ خود اپنے مقدس بالوں کو ان میں تقسیم کرنے کا حکم فرماتے۔

ثابت ہُوا کہ انبیائے کرام اور بزرگانِ دین کے تبرکات اور بال وغیرہ بطور تبرک رکھنا اور ان کی تعظیم کرنا اور ان سے نفع و برکت کی امید رکھنا جائز ہے، شرک و بدعت نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اگر شرک و بدعت ہوتا تو صحابہ کرام کبھی ایسا نہ کرتے۔

چہرۂ انور

شش جہت روشن زتاب روئے تو
ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو

ماہ را مہر رخت نور و بہا
مہر را تنویر قلب تو ضیا

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیٰعص ان کا ہے چہرہ نور کا

(اعلیٰ حضرت)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو وُہ حُسن و جمال عطا فرمایا جس کی تعریف و توصیف سے زبان عاجز ہے۔ چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال، خوبی و کمال کا مظہر ہے۔ آپ حُسنِ کُل ہیں اور حُسنِ یوسف حُسنِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تابش تھی اور دُنیا بھر کے حسین و جمیل حُسنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک ہیں۔ حُسنِ بے مثال کا یہ عالم تھا کہ زبان کو عالمِ حیرت میں یہ کہنا پڑا۔

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۱۷)

ایسا حسین و جمیل تو نہ ان سے قبل دیکھا گیا اور نہ ان کے بعد ۔

حُسن ہے بے مثل صورت لاجواب
مَیں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ اُعْطِيَ يُوْسُفُ مِنَ الْحُسْنِ مَا فَاقَ بِهِ الْاَنْبِيَآءَ وَالْمُرْسَلِيْنَ بَلْ وَالْخَلْقَ اَجْمَعِيْنَ وَنَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِيَ مِنَ الْجَمَالِ مَا لَمْ يُؤْتَهٗ اَحَدٌ وَلَمْ يُؤْتَ يُوْسُفُ اِلَّا شَطْرَ الْحُسْنِ وَاُوْتِيَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعَهٗ۔

(خصائص کبریٰ ص۱۸۲/۱)

حضرت ابو نُعیم فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السّلام تمام انبیاء و مرسلین بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حُسن و جمال دیئے گئے تھے۔ مگر ہمارے نبی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو وُہ حُسن و جمال عطا ہُوا جو کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہُوا یوسف علیہ السّلام کو حُسن و جمال کا ایک جز ملا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ کُل دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں بعض مفسرین فرماتے ہیں الضحٰی اشارہ ہے نورِ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور وَالّیل کنایہ ہے حضور پُرنور کے گیسوئے عنبریں سے۔ (خزائن العرفان)

اے کہ شرح والضحٰی آمد جمالِ روئے تو
نکتہ وَاللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مبارک میں وحی الٰہی، معجزات اور دیگر دلائل نبوّت کا اثر ظہور نہ بھی ہوتا تو آپ کا چہرۂ مبارک ہی آپ کی دلیلِ نبوّت کو کافی تھا۔ (زرقانی علی المواہب ص۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہودیوں کے بہت بڑے عالِم تھے) فرماتے ہیں کہ جب حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ کام کاج چھوڑ کر جلد جلد آپ کو دیکھنے آ رہے تھے، مَیں بھی آیا۔

فَلَمَّا رَاَیْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ الْکَذَّابِ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(المستدرک ص۱۶۰ج۴ خصائص کبریٰ ص۱۹۱ج۱)

توجب مَیں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو مَیں نے جان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے آپ اُس وقت فرما رہے تھے اے لوگو سلامتی پھیلاؤ اور صلہ رحمی یعنی اپنوں سے محبّت کرو۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اللہ کی عبادت کرو اور سلامتی سے جنت میں جاؤ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّ اَحْسَنَهُمْ خَلْقًا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صورت و سیرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

(بخاری شریف ص۵۰۲ج۱ مسلم شریف ص۲۵۸ج۲)

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور میری والدہ اور میری خالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری والدہ اور میری خالہ نے کہا۔

مَا رَاَیْنَا مِثْلَ هٰذَا الرَّجُلِ اَحْسَنَ وَجْهًا وَّلَا اَنْقٰی ثَوْبًا وَّلَا اَلْیَنَ کَلَامًا وَّرَاَیْنَا کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ فِیْهِ۔ (زرقانی علی المواہب ص۴۵)

ہم نے اس شخص کی مثل خوبصورت چہرے والا، پاکیزہ لباس والا، نرم اور میٹھے کلام والا کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا کہ گفتگو کے وقت اس کے منہ سے نور نکلتا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَنْوَرَهُمْ لَوْنًا لَمْ یَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَکَانَ عَرَقُهٗ فِیْ وَجْهِهٖ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ (زرقانی علی المواہب ص۲۲۵/۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے بھی آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہہ دی۔ پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰی کَاَنَّهٗ قِطْعَةٌ مِّنَ الْقَمَرِ۔ (بخاری شریف ص۵۰۲)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

اَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کَانَ اِذَا سُرَّ فَکَانَ وَجْهُهُ الْمِرْاٰةَ الَّتِیْ تُرٰی فِیْهَا صُوَرُ الْاَشْیَاءِ وَکَانَ الْجُدُرُ تَلَاحَكَ وَجْهَهٗ اَیْ یُرَی الْجُدُرُ فِیْ وَجْهِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مثل آئینے کے ہو جاتا کہ اس میں اشیاء کا عکس نظر آتا اور دیواریں آپ کے چہرہ میں نظر آجاتیں۔

(زرقانی علی المواہب ص۸۰/۴)

جامع بن شداد فرماتے ہیں کہ مجھ کو طارق بن عبداللہ نے بتایا کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہُوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اس وقت ہم آپ کو جانتے نہیں تھے۔ ہمارے پاس ایک سُرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! فرمایا کیا قیمت ہے؟ ہم نے قیمت (کھجوروں کی مقدار) بتائی، آپ نے فرمایا منظور ہے، اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے آپس میں ایکدوسرے سے کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ ایک ناواقف آدمی جس کو ہم جانتے نہیں کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے بلا قیمت وصُول کئے اونٹ دے دیا۔ ایک عورت جو ہمارے ساتھ ہودج میں بیٹھی ہُوئی تھی بولی۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ وَجْهُهٗ قِطْعَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَنَا ضَامِنَةٌ لِثَمَنِ جَمَلِكُمْ لَا يَغْدِرُ بِكُمْ فَلَمَّا كَانَ الْعِشٰى اَتَانَا رَجُلٌ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ هٰذَا تَمْرُكُمْ فَكُلُوْا وَاشْبَعُوْا وَاكْتَالُوْا وَاسْتَوْفُوْا فَاَكَلْنَا حَتّٰى شَبِعْنَا وَاكْتَلْنَا وَاسْتَوْفَيْنَا۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۲۴۹)

(المستدرک حاکم صفحہ ۶۱۲)

خدا کی قسم مَیں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا تمہارے اونٹ کی قیمت کی مَیں ضامن ہوں (کیونکہ مجھے یقین ہے کہ) وُہ تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ مَیں رسُول اللہ کا بھیجا ہُوا تمہاری طرف آیا ہوں، یہ کھجوریں ہیں ان سے خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو۔ تو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی پوری کر لی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۸)

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ کے چہرہ میں چل رہا ہے۔

حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے ماموں ابو ہند بن ابی ہالہ سے جو فصیح و بلیغ اور عرب کے علم و ادب اور وصف بیان کرنے میں بڑے مانے ہوئے تھے۔ آپ کے نورِ جمال کے اوصاف بیان کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے

وَفِیْہِ یَتَلَأْ لَؤُ وَجْہُہٗ تَلَأْ لُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ۔ (جمع الوسائل ص۳۴)

اس میں یہ بھی بیان کیا کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند جیسا روشن تھا ؎

چاند سے مُنہ پہ تاباں درخشاں درُود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں چرخا کات رہی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے بیٹھے ہُوئے اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے، آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس حسین منظر نے مجھ کو چرخہ کاتنے سے روک دیا۔ بس مَیں آپ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہُوا؟ مَیں نے عرض کیا آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَوْ اَرَاکَ اَبُوْ کَبِیْرِ الْھُذَلِیُّ لَعَلِمَ اَنَّکَ اَحَقُّ بِشِعْرِہٖ حَیْثُ یَقُوْلُ ؎

اگر ابو کبیر ہذلی (عرب کا مشہور شاعر) آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو یقین کر لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں کہ جب مَیں اس کے رُوئے مبارک کو دیکھتا ہوں تو اس کے رخساروں کی چمک مثلِ ہلال نظر آتی ہے۔

وَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰی اُسْرَۃِ وَجْھِہٖ
بَرَقَتْ بُرُوْقَ الْعَارِضِ الْمُتَھَلِّلِ

(ابن عساکر، ابو نعیم، دیلمی، خطیب، زرقانی علی المواہب ص۲۲۵)

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَھِیْمِ جَبِیْنُہٗ
یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ

جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔

(زرقانی علی المواہب صہ ۹۱/۴)

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح چمکیلا تھا؟ تو فرمایا۔

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ صہ ۵۱۵)

نہیں نہیں بلکہ حضور کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهُ اللُّؤْلُؤُ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صہ ۵۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا پسینے کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر ایسی نظر آتی جیسے موتی۔

حضرت ربیع بنتِ معوذ صحابیہ ہیں۔ اُن سے حضرت عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے تو اُنہوں نے فرمایا۔

لَوْ رَاَيْتَهٗ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً۔ (مشکوٰۃ صہ ۵۱۷ دارمی)

اگر تو حضور کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج ہے چمکتا ہُوا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حُلّۂ حمراء اوڑھے ہُوئے لیٹے تھے۔ مَیں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرۂ انور کو۔

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ صہ ۵۱۸)

بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں ؎

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا

بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا (اعلیحضرت)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كُنْتُ اَخِيْطُ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْاِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ۔

(ابن عساکر خصائص کبریٰ صہ ۶۳)

میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سُوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب سے نہ ملی۔ پس حضور ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کے رُخِ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور سُوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسّم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پورا حُسن و جمال لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ پردہ میں رکھا گیا ورنہ کسی میں طاقت نہیں تھی کہ حُسنِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کی تاب لا سکتا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسُول اللہ یوسف علیہ السّلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَالِيْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْيُنِ النَّاسِ غَيْرَةً مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْ ظَهَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَكْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِيْنَ رَاَوْا يُوْسُفَ۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اور اگر آشکار ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السّلام کو دیکھ کر ہُوا تھا۔

(درالثمین فی مبشرات النبی الامین صہ ۷)

یعنی فرمایا کہ مَیں اللہ کا محبوب ہوں اور محب کی غیرتِ محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اُس کے محبوب کو سوائے اُس کے اور کوئی نہ دیکھے، اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے

حُسن وجمال کو صرف اپنے دیکھنے کے لئے لوگوں کی نظروں سے چُھپا رکھا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لَمْ یُظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حُسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا۔ اگر آپ کا پورا حسن و جمال ظاہر کیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔ (زرقانی علی المواہب ص۳)

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وُہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو (مولانا حسن رضا)

محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں۔

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریّت
نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار

(قصائد قاسمی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ تبوک کے لئے نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل انشاء اللہ تم تبوک کے چشمے پر ایسے وقت پہنچو گے کہ آفتاب گرم ہو جائے گا اور جو لوگ وہاں پہنچ جائیں اُن کو چاہئیے کہ وُہ اس چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو اُس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے تھوڑا تھوڑا پانی لے کر ایک برتن میں جمع فرمایا۔

ثُمَّ غَسَلَ فِيْهِ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ اَعَادَهٗ فِيْهَا فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَآءٍ كَثِيْرٍ فَاسْتَقَى النَّاسُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ يَا مُعَاذُ

پھر اُس میں اپنا چہرۂ اقدس اور دونوں ہاتھ دھوئے اور وُہ پانی اُسی چشمے میں ڈال دیا تو وُہ چشمہ جوش مارنے لگا اور پانی بہت زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ سب لوگ پانی پی کر سیراب ہو گئے۔ پھر

اِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ اَنْ تَرَىٰ مَا هٰهُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا۔

(مسلم، خصائص کبریٰ صـ۲۷۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اگر تمہاری عمر دراز ہو گی تو تم دیکھ لو گے کہ یہ مقام باغوں سے بھرا ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پانی کو ہاتھ لگانے کے لیے فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ لگانے کا کوئی معنوی اثر ضرور ہُوا کرتا ہے اور یہ اثر حسبِ حیثیت ہوتا ہے، اچھوں کا اچھا اور بُروں کا بُرا، مگر چونکہ وُہ اثر محسوس نہیں ہوتا اس لیئے اس کے قبول کرنے میں معمولی عقلوں کو تامل ہوتا ہے لیکن اہلِ کشف اس کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام الائمہ سراج الأمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد میں جاتے اور لوگوں کو وضو کرتے دیکھتے تو مستعمل پانی میں ان کو محسوس ہو جاتا تھا کہ یہ شخص فلاں قسم کا گناہ کرتا ہے، چنانچہ تنہائی میں اس کو کہہ دیتے کہ تم فلاں قسم کا گناہ کرتے ہو اس کو چھوڑ دو! اکثر لوگ تائب بھی ہو جاتے۔ آخر امام صاحب پر یہ امر شاق گزرا کہ لوگوں کے عیوب پر نظر پڑتی ہے، اس لئے دُعا کی کہ الٰہی یہ کشف اٹھا لیا جائے۔

(میزان الکبریٰ (اردو) صـ۱۴۱۔ فضائل ذکر صـ۱۴۹)

چونکہ امام صاحب کو گناہوں کی نجاست پانی میں محسوس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے پانی کے مسئلہ میں آپ نے نہایت تشدد کیا یہاں تک کہ فقہائے حنفیہ نے دَہ در دَہ کی شرط لگا دی۔

اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک جس چیز کو لگ جاتا تھا صحابۂ کرام اس سے برکتیں حاصل کیا کرتے تھے۔

اور تعجب نہیں کہ ہمارے دین میں جو مصافحہ مستحسن ہے اس کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ بزرگانِ دین کے ہاتھوں کی برکت حاصل کیا کریں، اور کسی بزرگ کی قبر کو جو ہاتھ لگا کر اپنے مُنہ پر پھیرتے یا بوسہ دیتے ہیں، غالباً اس میں بھی یہی مصلحت ملحوظ رکھی گئی ہو۔
غرض کہ چہرۂ نبوی حسن و جمالِ ایزدی کا مظہر اور خوبی و کمال کا معدن ہے ؎

خامۂ قدرت کا حسنِ دستکاری واہ واہ کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

چشمانِ مُبارک

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰؑ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمّت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور نورانی آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں، قدرتِ الٰہی سے سرمگیں، کہ سُرمہ کے بغیر معلوم ہوتا کہ سُرمہ لگا ہُوا ہے۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سُرخ ڈورے تھے جن کو علاماتِ نبوّت میں شمار کیا گیا ہے، پلکیں نہایت خوشنما اور دراز تھیں ؎

سُرمگیں آنکھیں حریمِ حق کے وُہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رَمنا نور کا

(اعلیحضرت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ بِالْاِثْمَدِ ثَلٰثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ۔ (جمع الوسائل ص ۱۰۱)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی سرمہ اثمد کی لگایا کرتے تھے۔

انہی سے روایت ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اِنَّ خَيْرَ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدُ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ۔ (جمع الوسائل ص ۱۰۶)

بے شک تُمہارے سب سُرموں سے بہترین سرمہ اثمد ہے وُہ آنکھ کو روشن کرتا ہے اور پلکیں اگاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ۔ (جمع الوسائل ص ۱۰۶)

اثمد سُرمہ ضرور لگایا کرو کیونکہ وُہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے اور پلکیں اگاتا ہے۔

اثمد ایک خاص سرمہ ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں عام ملتا ہے۔ جاننے والے حجاج کرام وہاں سے لاتے ہیں۔ سُرخ سیاہی مائل پتھر ہوتا ہے پیس کر سُرخ رہتا ہے۔

ان احادیث میں غور فرمائیے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کو جِلا بخشنے اور پلکیں اگانے کی نسبت سرمے کی طرف فرما رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقی طور پر جِلا بخشنے اور پلکیں اگانے والا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ معلوم ہُوا کہ اگر حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور مجازی طور پر فعل کی نسبت ذریعے اور وسیلے کی طرف کر دے تو یہ شرک نہیں ہے۔

شرم وحیا کا وصف مبارک بھی دُوسرے اوصافِ حمیدہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں اکمل طور پر تھا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ کثرتِ حیاء کی وجہ سے کسی شخص کے چہرے پر نظریں نہیں جماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدُّ حَیَآءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِھَا پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم و حیا والے تھے (بخاری ص ۵۰۳/۱)۔

نیچی نظروں کی شرم وحیا پر درُود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

شرم وحیا ہی انسان کا وُہ وصفِ جمیل ہے جس کی آغوش میں اخلاق و کردار کی خوبیاں پرورش پاتی ہیں۔ جو انسان اس وصف سے کامل طور پر متصف ہو جاتا ہے وُہ اخلاقِ حسنہ کا پیکر بن جاتا ہے اور جس انسان میں یہ صفت نہ رہے وُہ پھر بے حیائی و بے شرمی کا مجسمہ ہو کر جو چاہے کر سکتا ہے۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ کہ جب تو نے شرم وحیا نہیں کی تو جو چاہے کر (بخاری ص ۴۹۰/۱)

بے حیا باش ہرچہ خواہی کُن

افسوس آج مسلمانوں کی اکثریت شرم وحیا کا دامن چھوڑ کر بے شرمی و بے حیائی کا شکار ہو چکی ہے اور یہ مرض روز بروز بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے

اے مسلماں جائے عبرت ہے، یہ تیرے واسطے
ہوش میں آ خوابِ غفلت سے تجھے کیا ہو گیا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بصر شریف کا وصف قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا۔
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ نے ان آیات کے دیکھنے سے عدول و تجاوز نہ فرمایا کہ جن کے دیکھنے کے لئے آپ مامور تھے۔

(زرقانی علی المواہب صـ۲۴۵/۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا وَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرا موُنھ صرف قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو؟ خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ صـ۱۰۲/۱)

ف: خشوع، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ) معلوم ہُوا کہ قلوب کی کیفیتیں بھی نگاہِ مصطفٰے سے پوشیدہ نہیں ہے

اے فروغت صبح آثار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

(ڈاکٹر اقبال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی مَا وَرَآئِیْ کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ۔

بے شک میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔

(دلائل النبوت ابونعیم صـ۳۷۷۔ خصائص صـ۶۱/۱۔ زرقانی علی المواہب صـ۸۲/۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرٰی فِی اللَّیْلِ فِی الظُّلْمَۃِ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن

كَمَا يَرٰى فِي النَّهَارِ فِي الضَّوْءِ۔ کی روشنی میں۔

(خصائص کبریٰ ص۶۱ج۱ ۔ زرقانی علی المواہب ص۸۳ج۴)

ان روایتوں کے لکھنے کے بعد علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْمَعْنٰى اَنَّ رُؤْيَتَهٗ فِي النَّهَارِ الصَّافِيْ وَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ مُتَسَاوِيَةٌ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا رَزَقَهُ الْاِطِّلَاعَ بِالْبَاطِنِ وَالْاِحَاطَةَ بِاِدْرَاكِ مُدْرَكَاتِ الْقُلُوْبِ جَعَلَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فِيْ مُدَارِكَاتِ الْعُيُوْنِ وَمِنْ ثَمَّ كَانَ يَرَى الْمَحْسُوْسَ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ كَمَا يَرَاهُ مِنْ اَمَامِهٖ۔

پس معنی یہ ہیں کہ آپ کا روشن دن اور اندھیری رات میں دیکھنا برابر ہے اس لئے کہ جب اللہ نے آپ کو باطن کی اطلاع اور دل کی باتوں کا پورا پورا ادراک عطا فرما دیا تو ایسا ہی آپ کی آنکھوں کو بھی (ظاہری و باطنی) ادراک عطا فرما دیا، چنانچہ آپ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتے تھے

(زرقانی علی المواہب ص۸۲ج۴)

اور یہی وہ مبارک آنکھیں ہیں جو ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (الاحزاب - ۴۶)

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ بیان فرمائے ہیں۔ ان اوصاف میں سے ایک وصفِ جمیل شاہدًا ہے اور شاہدًا کے معنی ہیں حاضر و ناظر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا (یونس - ۶۱)

اور تم جو بھی عمل کرتے ہو ہم تم پر حاضر و موجود ہوتے ہیں۔

۲۔ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ (آل عمران۔ ۹۸)	اور اللہ شہید ہے اس پر جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔
۳۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدًا۔ (النساء۔ ۳۳)	بے شک اللہ ہر چیز پر شہید ہے۔
۴۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ۔ (البقرہ۔ ۱۳۳)	کیا تم (اس وقت) حاضر و موجود تھے جبکہ یعقوب (علیہ السّلام) کے پاس موت آئی تھی۔
۵۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرہ۔ ۱۸۵)	پس جو بھی تم میں سے رمضان کے مہینہ میں موجود ہو تو وُہ ضرور اس کے روزے رکھے۔
۶۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (النور۔ ۲)	زانیہ عورت اور زانی مرد پس مارو ان دونوں کو سَو سَو دُرّے اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں تمہیں ان کو سزا دیتے وقت ترس نہیں آنا چاہیئے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر و موجود ہو۔
۷۔ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِىْ فِىْۤ اَمْرِىْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ۔ (النمل۔ ۳۲)	ملکۂ بلقیس نے کہا اے درباریو! مجھے میرے (اس) کام میں بتاؤ (کیونکہ) میں کوئی کام تمہاری موجودگی کے بغیر طے نہیں کرتی۔
۸۔ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ۔ (الانبیاء۔ ۶۱)	انہوں نے کہا لاؤ ابراہیم کو لوگوں کے سامنے، تاکہ لوگ دیکھیں (کہ کون ہے جس نے بتوں کو توڑا ہے)
۹۔ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ۔ (النمل۔ ۴۹)	اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت ہم حاضر و موجود نہ تھے۔
۱۰۔ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۔ (البروج۔ ۳)	اور قسم ہے حاضر کی اور اس کی جس پر وُہ حاضر ہوتے ہیں۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

ان آیات میں خط کشیدہ الفاظ کو دیکھئے ان کا سب کا مادہ شہادت اور شہود ہے ،
اور شہادۃ و شہود کا معنیٰ ہے حاضر و ناظر ہونا چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ (مفردات ص۲۶۹)

شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔

گواہ کو بھی شاہد اس لیئے کہتے ہیں کہ وُہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ شاہدًا کا معنیٰ حاضر و ناظر ہے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کس پر حاضر و ناظر ہیں۔ تو اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر ابوالسعود و تفسیر رُوح المعانی و تفسیر جمل میں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ تُرَاقِبُ اَحْوَالَهُمْ وَ تُشَاهِدُ اَعْمَالَهُمْ وَتَتَحَمَّلُ مِنْهُمُ الشَّهَادَةَ بِمَا صَدَرَ عَنْهُمْ مِّنَ التَّصْدِيْقِ وَالتَّكْذِيْبِ وَسَائِرِ مَاهُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْهُدٰى وَالضَّلَالِ وَتُؤَدِّيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَدَاءً مَّقْبُوْلًا فِيْمَا لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ۔

(تفسیر ابوالسعود علی الکبیر ص۴۱۵ ج۷ جمل ص۴۴۲ ج۳ روح المعانی ص۴۲)

ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسُول بنا کر بھیجے گئے آپ ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان سے تحمل شہادت فرماتے یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں ، ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وُہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادۃ کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن ان تمام باتوں میں جو ان کے لئے مفید اور مضر ہوں گی۔

اور اسی طرح تفسیر بیضاوی و تفسیر مدارک و تفسیر جلالین میں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ۔

ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسُول بنا کر بھیجے گئے۔

ان تمام معتبر تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ آپ ان سب پر حاضر و ناظر ہیں جن کی طرف آپ کو رسُول بنا کر بھیجا گیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کس کس کی طرف رسُول بن کر تشریف لائے ہیں، تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً۔ (مسلم شریف) میں تمام مخلوق کی طرف رسُول بنا کر بھیجا گیا ہوں

پس ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کو اپنی بصر یا بصیرتِ مبارکہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِىَ الْاَرْضَ حَتّٰى رَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔ (مسلم شریف صفہ ۳۹۰)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا (یعنی سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دیا) یہاں تک کہ میں نے ساری زمین اور اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِىَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّىْ هٰذِهٖ۔ (زرقانی علی المواہب صفہ ۲۰۴)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے میرے لیے دُنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں تو میں دُنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونیوالا ہے۔ سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّىْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَقَامِىْ هٰذَا۔

تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

(بخاری شریف ۵۷۸/۲ و مسلم)

ان روایات سے ثابت ہُوا کہ نگاہِ نبوت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔

حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُهٗ اِلَّا رَاَیْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتَّی الْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔ (بخاری صہ۱۸)

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہونے والی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو بھی۔

ف۔ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ معلوم ہُوا کہ نگاہِ مصطفےٰ کی رسائی تحت الثّریٰ سے لے کر ثرّیا بلکہ اس سے بھی وراء الوراء تک ہے۔ نیز نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ کَمَا هُوَ مُصَرَّحٌ فِیْ کُتُبِ الْاُصُوْلِ پس ثابت ہُوا کہ کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت سے خارج نہیں فَافْهَمْ۔

سرِ عرش پر ہے تیری گزر　　　دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے　　　نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(اعلیحضرت)

جنگِ موتہ جو ملکِ شام میں ہو رہی تھی، اس کے سارے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ ہی میں بیٹھے بیٹھے صحابۂ کرام کو بتلائے، جو علَمِ اسلام اٹھاتا، اور جس جس صُورت سے وُہ شہید ہوتا، آپ بتلاتے جا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری صہ۶۱۱ ۔ مشکوٰۃ صہ۵۳۲)

اسی اثناء میں آپ مسکرانے لگے، آپ سے مسکرانے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دوستوں کے قتل ہوجانے پر غمگین ہُوا مگر اب انہیں جنت میں ایکدُوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہُوئے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا ہوں۔ (خصائص کبریٰ)

جب حضرت یعلیٰ بن منبہ جنگِ موتہ کی خبر لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو آپ نے فرمایا کہ جنگ کے تفصیلی حالات پہلے مَیں تجھ کو بتاؤں یا تُو بتائے گا۔ اس نے عرض کیا آپ ہی بتائیں! آپ نے جو کچھ وہاں ہُوا، جو جو کسی پر گزرا جس جس طرح کوئی شہید ہُوا، سب تفصیلاً سُنا دیا۔ حضرت یعلیٰ نے سُن کر کہا۔ خدا کی قسم آپ

کے بیان اور اصل واقعات میں سرِ مُو فرق نہیں ہے۔ واقعی اسی طرح ہُوا جس طرح کہ آپ نے حرف بحرف بتا دیا ہے۔

(بیہقی، ابونعیم، خصائص کبریٰ ص ۲۵۹ ج ۱)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۴۵۷)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا۔

(مشکوٰۃ ص ۶۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ۔

بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دِل کی آنکھ سے۔

(طبرانی۔ خصائص کبریٰ ص ۱۶۱ ج ۱)

ان ہی سے امام بیہقی نے کتاب الرؤیت میں روایت فرمائی کہ

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اِبْرَاھِیْمَ بِالْخُلَّۃِ وَاصْطَفٰی مُوْسٰی بِالْکَلَامِ وَاصْطَفٰی مُحَمَّدًا بِالرُّؤْیَۃِ۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلت سے اور موسیٰ (علیہ السلام) کو کلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۱۷ ج ۶ خصائص کبریٰ ص ۱۶۱ ج ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ عَزَّ وَجَلَّ (ابن خزیمہ، زرقانی علی المواہب ص ۱۱۸ ج ۶)

بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز و جل کو دیکھا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اَنَا اَقُوْلُ بِحَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَیْنِہٖ رَاٰی رَبَّہٗ رَاٰہُ رَاٰہُ حَتّٰی انْقَطَعَ نَفَسُہٗ۔ (شفا شریف صفحہ ۱۲۰)

میں حدیث ابن عباس کے مطابق (عقیدہ رکھتے ہوئے) کہتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا، دیکھا دیکھا یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ

لَقَدْ رَاٰی مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَبَّہٗ۔ (شفا شریف صفحہ ۱۲۰)

بلاشبہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت نے فرمایا ہے۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی اللّٰہَ تَعَالٰی بِبَصَرِہٖ وَعَیْنَیْ رَاْسِہٖ (شفا شریف صفحہ ۱۲۱)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اَلرَّاجِحُ عِنْدَ اَکْثَرِ الْعُلَمَآءِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ بِعَیْنَیْ رَاْسِہٖ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ۔ (زرقانی علی المواھب صفحہ ۱۱۶)

اکثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ان روایات سے صراحۃً ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھا، بعض لوگ آیۂ کریمہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ سے استدلال کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ دیدارِ الٰہی ناممکن اور محال ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رؤیت کی کیونکہ ادراک کے معنی ہیں مدرک کے جوانب وحدود پر محیط ہونا چنانچہ حضرت سعید بن مسیب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور جمہور مفسرین و محدثین ادراک کی تفسیر احاطہ سے فرماتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی آنکھ اس کا احاطہ

کرلے، کیونکہ احاطہ اس چیز کا ہوسکتا ہے جس کے حدود و جوانب ہوں اور اللہ تعالےٰ کے لئے حدود و جوانب محال ہیں لہٰذا اس کا ادراک و احاطہ بھی محال اور ناممکن ہے۔

اور رؤیت و دید کے معنی ہیں کہ بصر کسی چیز کو جیسی کہ وُہ ہو ویسا جانے، تو جو چیز جہت والی ہوگی، اس کی رؤیت و دید جہت میں ہوگی، اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کی دید بے جہت ہوگی، جو لوگ ادراک اور رؤیت میں فرق نہیں کرتے وُہ اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ ہوگئے۔

نیز اگر دیدارِ الٰہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس کے لئے سوال نہ کرتے۔ رَبِّ اَرِنِیۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ مَیں دیکھوں) اور ان کے جواب میں اِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ (اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم بھی مجھ کو دیکھ لوگے) نہ فرمایا جاتا، بلکہ یوں کہا جاتا لَنْ یَّرَانِیْ اَحَدٌ (مجھے ہرگز کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا) یا لَنْ اُرٰی (کہ مَیں ہرگز دیکھا ہی نہیں جا سکتا) تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کو استقرار پہاڑ پر معلق فرمایا، اور استقرار پہاڑ امر ممکن ہے محال نہیں لہٰذا دیدارِ الٰہی بھی ممکن ہُوا محال نہ ہُوا کیونکہ جو چیز امر ممکن پر معلق کی جائے وُہ بھی ممکن ہی ہوتی ہے محال نہیں ہوتی تو دیدارِ الٰہی جس کو پہاڑ کے ثابت رہنے پر معلق فرمایا گیا، ممکن ہُوا۔ معلوم ہُوا کہ جو لوگ دیدارِ الٰہی کو محال بتاتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔

ان دلائل حقہ سے ثابت ہُوا کہ بلا شبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا، اور بلا واسطہ کلام فرمایا۔

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رسول علیہ السلام مطلع است بہ نور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ	کہ حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں

از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال بد و نیک شمارا و اخلاق و نفاق شمارا، لہٰذا شہادت او در دُنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔

اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے پہچانتے ہیں لہٰذا ان کی گواہی دُنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی ص۲۳۶)

حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقیست و براعمال امت حاضر و ناظر است۔

اس اختلاف و کثرتِ مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہیں اس مسئلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے زندہ، دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

(حاشیہ اخبار الاخیار)

حضرت شاہ عبدالحق اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما وہ مُسلّم ہستیاں ہیں جن کی ہر بات واجب التسلیم ہے، اہلِ علم و فضل ان حضرات کے علم و فضل زہد و تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔ان حضرات کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوّت سے ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا کس قدر روشن ثبوت ہے بصورتِ دیگر یہ کہنا پڑے گا کہ ان حضرات نے بغیر تحقیق کے ایسا فرما دیا۔معاذ اللہ۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَعِزَّةِ رَبِّیْ اَنَّ السُّعَدَآءَ وَالْاَشْقِیَآءَ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَاِنَّ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِیْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰہِ۔	مجھے رب العزت کی قسم! بیشک سعداء اور اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوحِ محفوظ میں دیکھتی ہے۔ مَیں علمِ الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔

(زبدۃ الاسرار و بہجۃ الاسرار ص۲۲)

نیز فرمایا ؎

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا ۔۔۔ کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

(قصیدۂ غوثیہ)

میں نے خُدا کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے ایک رائی کا دانہ ہو۔

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"مَیں لوحِ محفوظ میں دیکھتا ہوں"۔ (تفسیرِ مظہری ص۲۰۵)

سیّد العارفین مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ؎

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء ۔۔۔ از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کے پیشِ نظر ہوتی ہے	اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وُہ خطا سے محفوظ ہے
حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ والرضوان می گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست و ما می گوئم چوں روئے ناخنیست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست (نفحات الانس ص۴۱۳)	کہ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین گروہ اولیاء کے سامنے مثل دسترخوان کے ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زمین انکے سامنے ایسی ہے جیسے روئے ناخن کوئی چیز بھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

شیخ المحدثین، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں اور طبری و ابو نعیم نے حضرت حارث ابن مالک انصاری سے روایت کی جس کو مولانا رُوم نے بھی مثنوی شریف دفتر اوّل میں بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ایک دن فرمایا ؎

گفت پیغمبر صباحے زید را ۔۔۔ کیف اصبحت اے رفیقِ باصفا

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کے وقت زید سے فرمایا اے مخلص دوست تم نے کس حالت میں صبح کی

گفت عبدًا مومنا باز ش بگفت　　کو نشاں از باغ ایماں گر شگفت

انہوں نے عرض کیا مومن بندہ کی سی حالت میں پھر آپ نے فرمایا اگر باغِ ایمان کھلا ہے تو اس کی نشانی کیا ہے۔

گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں　　من بہ بینم عرش را با عرشیاں

عرض کیا مخلوق تو آسمان کو دیکھتی ہے، مَیں عرش کو عرشیوں سمیت دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من　　ہست پیدا ہم چو بت پیش شمن

آٹھوں بہشت اور ساتوں جہنم میرے سامنے اس طرح نمودار ہیں جس طرح بُت پرست کے آگے بُت

یک بیک وامی شناسم خلق را　　ہم چو گندم من زجو در آسیا

مَیں مخلوق کو ایک ایک کر کے پہچانتا ہوں۔ جس طرح چکی کے کارخانہ میں گیہوں اور جو میں فرق کر لیا جاتا ہے

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کِی است　　پیشِ من پیدا چو مار و ماہی ست

کہ بہشتی کون ہے اور ملعون کون ہے۔ میرے سامنے سانپ اور مچھلی کی طرح الگ الگ ظاہر ہیں۔

اہلِ جنت پیشِ چشم ز اختیار　　در کشیدہ یک بہ یک را در کنار

جنتی لوگ میری آنکھ کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دُوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہیں۔

کر شد ایں گوشم ز بانگِ آہ آہ　　از حنین و نعرۂ واحسرتا

میرے یہ کان دوزخیوں کی ہائے ہائے کی آواز اور رونے چلّانے اور ہائے افسوس کے نعرہ سے بہرے ہو گئے

یا رسُول اللہ بگویم سرِّ حشر　　در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسُول اللہ مَیں حشر کا بھید کہہ ڈالوں، آج ہی جہان میں سب راز ظاہر کر دوں

ہین بگویم یا فرو بندم نفس　　لب گزیدش مصطفٰے یعنی کہ بس

ہاں فرمائیے سب کچھ کہہ ڈالوں یا چپ رہوں جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنا لب

دانتوں میں چبایا۔ مراد یہ تھی، چپ رہو۔

اب غور فرمائیے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں تو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے۔ کیا ان کی نگاہِ نبوّت سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

فوائد

۱- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور پیچھے، نیچے اور اوپر یکساں دیکھتے ہیں۔
۲- یہ کہ اندھیرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجاب نہیں ہے، اندھیرے اور روشنی میں بھی یکساں دیکھتے ہیں۔
۳- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دُنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل کفِ دست ملاحظہ فرما رہے ہیں۔
۴- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور ہر امتی کے ظاہری اور باطنی تمام حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر ہیں۔
۵- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو بے حجاب ان آنکھوں سے دیکھا

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا؟
جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں دُرود

۶- یہ کہ عرش و فرش جنّت و دوزخ، لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کے پیشِ نظر ہوتے ہیں۔

گوشِ مُبارک

دُور و نزدیک کے سننے والے وُہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔ قوتِ بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ سمع بھی بطریق خرقِ عادت غایت درجہ کی عطا فرمائی تھی کہ آپ قریب و بعید کو یکساں سنتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص۴۵۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت نکلے تو آپ نے ایک آواز سنی۔

فَقَالَ یَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِهَا۔ (بخاری شریف ص۱۸۴)

تو فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا۔

یَا بِلَالُ هَلْ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَسْمَعُهٗ قَالَ اَلَا تَسْمَعُ اَهْلَ الْقُبُوْرِ یُعَذَّبُوْنَ

اے بلال کیا تو سنتا ہے جو میں سنتا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا۔ نہیں یا رسول اللہ میں نہیں سنتا فرمایا کیا تو نہیں سنتا ان قبر والوں (یہودیوں) کو عذاب ہو رہا ہے (اور وہ واویلا کر رہے ہیں)

(المستدرک للحاکم ص۴۰)

حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔

فَقَالَ النَّاسُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاھٰذَا قَالَ مَرَّبِیْ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ۔

حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے؟ فرمایا۔ جعفر بن ابی طالب فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا ہے۔

(خصائص کبریٰ ص۲۶۱ ج۱ المستدرک ص۲۱۰ ج۳)

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے ہاں تشریف فرما تھے آپ حسبِ معمول نمازِ تہجّد کے لئے اُٹھے اور وضو کرنے کی جگہ تشریف لے گئے۔

فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ فِیْ مُتَوَضَّاہُ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ فَلَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ فِیْ مُتَوَضَّائِکَ لَبَّیْکَ ثَلَاثًا وَنُصِرْتَ ثَلَاثًا تُکَلِّمُ اِنْسَانًا فَھَلْ کَانَ مَعَکَ اَحَدٌ فَقَالَ ھٰذَا رَاجِزٌ یَّسْتَصْرِخُنِیْ۔

تو میں نے سُنا کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں تیرے پاس پہنچا، اور تُو مدد کیا گیا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے باہر تشریف لائے تو مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مَیں نے سُنا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ لبّیک اور تین مرتبہ نُصِرْتَ فرمایا ہے گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ راجز مجھ سے فریاد کر رہا ہے۔

ف۔ حالانکہ وُہ مکّہ میں تھا اور حضور مدینہ میں، مگر حضور نے اس کی فریاد کو سُنا اور دست گیری فرمائی۔

واقعہ یہ تھا کہ صلح حُدیبیہ میں بنی بکر قریش کی طرف سے ذمّہ دار تھے اور خزاعہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذمہ دار تھے اور یہ ذمہ داری اس عہد پر تھی کہ آئندہ دس سال میں باہمی جنگ نہ ہوگی۔ مگر قریش نے عہد اور شرائط کو توڑ دیا اور بنی بکر وغیرہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

(اصابہ ص۵۳۶ طبرانی صغیر)

اس وقت حضرت عمر بن سالم راجز نے مکہ مکرمہ سے فریاد کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی، جس کے جواب میں آپ نے تین مرتبہ "لبیک" اور تین مرتبہ "نصرت" فرما کر اس کی مدد فرمائی۔

چنانچہ بعد ازاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قریش پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا گویا ظاہری اور باطنی امداد کا ظہور ہُوا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ۔

(جلاء الافہام، ابن قیم ص۳۳)

کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر دُرود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سنتا ہُوں) چاہے وُہ کہیں ہو، صحابہ نے عرض کی یارسُول اللہ وفات کے بعد بھی (آپ سنیں گے؟) فرمایا وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔

دلائل الخیرات شریف کے خطبہ میں ہے۔

قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ صَلٰوةَ الْمُصَلِّيْنَ عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَّاْتِيْ بَعْدَكَ مَا حَالُهُمَا عِنْدَكَ فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِيْ وَاَعْرِفُهُمْ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک آپ سے دُور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے دُرودوں کا کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے دُرود کو خود سُنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں۔

(دلائل الخیرات ص ۳۵ مطبوعہ مطبع کریمی، بمبئی)

حضرت ابوبکر محمد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كُنْتُ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُجَاهِدٍ فَجَاءَ الشِّبْلِيُّ فَقَامَ اِلَيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُجَاهِدٍ فَعَانَقَهٗ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ لَهٗ يَا سَيِّدِيْ تَفْعَلُ هٰذَا بِالشِّبْلِيِّ وَاَنْتَ وَجَمِيْعٌ مِّنْ بَغْدَادٍ يَتَصَوَّرُ اَنَّهٗ مَجْنُوْنٌ فَقَالَ لِيْ فَعَلْتُهٗ بِهٖ كَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِهٖ وَذٰلِكَ اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ اَقْبَلَ الشِّبْلِيُّ فَقَامَ اِلَيْهِ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَفْعَلُ هٰذَا بِالشِّبْلِيِّ فَقَالَ هٰذَا يَقْرَءُ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اِلٰى اٰخِرِهَا وَيَقُوْلُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ الشِّبْلِيُّ سَاَلْتُهٗ عَمَّا يَذْكُرُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ۔

(جلاء الافہام ابن قیم ص ۲۹۷)

کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا تو شبلی آئے اور ابوبکر بن مجاہد اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور اس سے معانقہ کیا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ اور تمام بغداد والے اسے دیوانہ تصور کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ شبلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا تو آپ اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ (یہ تو دیوانہ ہے) تو آپ نے فرمایا یہ شبلی ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے "لقد جاءکم رسول من انفسکم" آخر سورۃ تک اور پھر تین مرتبہ کہتا ہے "صلی اللہ علیک یا محمد"! حضرت محمد فرماتے ہیں کہ میں نے شبلی سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان کیا جیسے میں نے سنا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
جس نے میرے ولی سے عداوت کی مَیں نے اس کو جنگ کا چیلنج کر دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔

حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا۔

(بخاری شریف ص۹۶۳)

یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب مَیں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں جس سے وُہ سُنتا ہے اور اس کی بصر ہو جاتا ہوں جس سے وُہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وُہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وُہ چلتا ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا بندے میں حلول کر جاتا ہے یا بندہ خدا ہو جاتا ہے؟ یا اس کے اعضا کان، آنکھیں، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ خدا ہو جاتے ہیں، معاذ اللہ پھر اس کا مطلب کیا ہے؟

بعض کم فہم لوگ تو اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ وُہ بندہ نیک ہو جاتا ہے پھر آنکھوں سے کوئی بُری و ناجائز چیز دیکھتا نہیں، کانوں سے کوئی بُرا کلام سُنتا نہیں، ہاتھوں سے کوئی بُرا کام کرتا نہیں، اور پاؤں سے کسی بُرے کام کے لئے چل کر جاتا نہیں، پھر وُہ ہر کام شرع کے مطابق کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مطلب بیان کرنا بالکل غلط اور کم فہمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ الخ یعنی جب مَیں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو مَیں اس کی سمع ہو جاتا ہوں جس سے وُہ سُنتا ہے الخ جس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ یہ مرتبہ محبوب ہونے کے بعد ملتا ہے، اور نیک ہونا، بُرے کاموں سے بچنا اور تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنا تو محبوبیت سے پہلے لازمی ہے۔ فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفٰسِقِیْنَ بے شک اللہ فاسقوں کو محبوب نہیں رکھتا، اور فرمایا میرے حبیب کہہ دیجئے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اے لوگو! میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب بنالے گا۔ معلوم ہوا کہ نیک ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کر کے مقامِ محبوبیت کا حاصل کرنا پہلے ہے اس کے بغیر تو مقام محبوبیت کا حصول ہی ناممکن ہے اور یہ مرتبہ محبوب ہونے کے بعد ملتا ہے جو پرہیزگاری، قرب، نوافل اور محبوبیت کا نتیجہ و ثمرہ ہے پھر وہ بندہ مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہو جاتا ہے اور کمالِ انسانیت کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ کا پیکر ہو جاتا ہے۔

پھر صفاتِ خداوندی کا جلوہ اس میں نظر آنے لگتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سنتا ہے اور دور و نزدیک کو دیکھتا ہے اور دور و نزدیک اور مشکل و آسان میں تصرف کرتا ہے جیسا کہ اسی حدیث کی شرح میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَکَذٰلِکَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمَقَامَ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَّہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّہٗ رَاَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدًا لَّہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ۔

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہٗ سمعًا و بصرًا فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سننے لگ جاتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔ اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ مشکل و آسانی میں دور اور قریب تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۶۸۸ مصری)

جب اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو مظہرِ ذات و صفات، سرورِ کائنات حبیبِ خالق

کائنات جناب احمد مجتبٰی محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کی کیا شان ہو گی جو سید المرسلین حبیب رب العالمین ہیں، کیا وُہ دُور و نزدیک کی آوازوں کو نہیں سنتے۔ کیا وُہ قریب و بعید کو نہیں دیکھتے۔ کیا وُہ مشکل و آسانی میں دُور اور قریب تصرف نہیں فرماتے ؟
ہاں ہاں ضرور سنتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں ؎

سنتے ہیں دیکھتے ہیں سمیع و بصیر ہیں   منکر کو ہے وعید عذاب شدید کا

مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نے پوچھا یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں چہل روزہ تھے ؟ آپ نے فرمایا کہ مادرِ مشفقہ نے ہاتھ میرا مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا آپ ان دنوں چہل روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہُوا ؟ فرمایا ؟ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور مَیں سنتا تھا حالانکہ شکمِ مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور مَیں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ شکمِ مادر میں تھا۔ بلفظہٖ۔

(مجموعۃ الفتاوٰی ص ۹۷/۲ مطبوعہ یوسفی واقع لکھنؤ)

اس حدیث میں غور فرمایئے کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی قوتِ سماعت کا یہ حال ہے کہ شکمِ مادر میں رہ کر لوحِ محفوظ پر چلتے ہُوئے قلم کی اور عرش کے نیچے تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آواز سُنتے تھے تو کیا آج گنبدِ خضراء میں رہتے ہُوئے درُود و سلام کی آوازیں نہیں سنتے ؟ یقیناً سُنتے ہیں !

آج کل کی حیرت انگیز ایجادات مثلاً ریڈیو، ٹیلے ویژن وغیرہ کو دیکھ کر بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں میلوں کے فاصلے سے بولنے والے کی آواز بذریعہ ریڈیو سُن لی جاتی ہے تو کیا اللہ کے پیارے محبوب، طالب و مطلوب جو روحانیت و نورانیت کا منبع و مخزن ہیں اپنی رُوحانی قوّت سے ہمارے درُود و سلام کی آواز نہیں سُن سکتے ؟ یقیناً سنتے ہیں ! ورنہ بصورتِ دیگر رُوحانیت کا انکار لازم آتا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ مادی قوت و طاقت کے مقابلے میں رُوحانی قوت و طاقت

بہت زیادہ ہے کیونکہ مادی دنیا میں تو بجلی ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلے وژن وغیرہ کے بغیر نہیں سُنا جا سکتا لیکن رُوحانی دُنیا میں تو ان میں سے کسی کی بھی احتیاج نہیں ہے۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بہت بڑی شان ہے حضور کے درباریوں کی سماعت کا یہ حال ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا اَعْطَاہُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ کُلِّھَا وَھُوَ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ اِذَا مِتُّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا سَمَّاہُ بِاِسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ قَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلّٰی عَلَیْکَ فُلَانٌ کَذَا وَکَذَا۔ (بخاری فی التاریخ جلاء الافہام ابن قیم صہ ۶۳ - خصائص کبریٰ صہ ۲۸۰/۲)

کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام مخلوقات کی قوت سماعت عطا ہوئی ہے اور وُہ میرے روضۂ انور پر میری وفات سے لے کر قیامت تک قائم رہے گا جو بھی میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا۔ مگر وُہ فرشتہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بن فلاں نے آپ پر اس طرح ان الفاظ سے درُود بھیجا ہے۔

اسی لئے شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ذکر کن او را و درود بفرست بروئے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالتِ حیات و می بینی تو او را متأدب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا و بداں کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بصفات الٰہیہ و یکے از صفاتِ الٰہی آنست کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (مدارج النبوۃ صہ ۶۲۱/۲)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرو اور حضور پر درود بھیجو تو ایسے رہو کہ گویا حضور حالتِ حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور اجلال و تعظیم اور ہیبت وحیاء سے رہو اور جانو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور خدا کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

مصطفےٰ آئینہ رُوئے خداست ۔۔۔ منعکس در وَے ہمہ خوئے خداست

(اقبالؔ)

فوائد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ باصرہ اور قوت سامعہ عام انسانوں کی سی نہیں۔

۲۔ یہ کہ حضور دُور ونزدیک سے یکساں سنتے اور دُور ونزدیک کو یکساں دیکھتے ہیں۔

۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر درود پڑھنے والے کی آواز کو سنتے ہیں اور قیامت تک سنتے رہیں گے۔

۴۔ یہ کہ ہر نماز کے بعد یہ دُرود صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ پڑھنا حضور کو بہت ہی پسند ہے اور پڑھنے والے کو وُہ شرف حاصل ہوتا ہے جو حضرت شبلی کو حاصل ہُوا۔

۵۔ یہ کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام بالاجماع اپنی قبروں میں زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور افعالِ مبارکہ بجالاتے ہیں جیسا کہ دُنیا میں بجالاتے تھے۔

۶۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر صفاتِ الٰہیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور مصطفٰے کی ذات سے ہوتا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

لبِ شیریں و دندانِ مبارک

پتلی پتلی گُلِ قُدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
جنکے گُچھّے سے لچھّے جھڑیں نور کے
اُن ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک نہایت خوبصورت اور سرخی مائل تھے۔ دندانِ مبارک کشادہ، روشن و تاباں تھے، جب آپ کلام فرماتے تھے، تو دندانِ پیشیں میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا، اور جب آپ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں اور آپ کو کبھی جماہی نہیں آئی۔ باوجود اس کے کہ آپ کے دندانِ مبارک نہایت چمکیلے اور صاف تھے پھر بھی آپ ان کی صفائی کا بہت اہتمام فرماتے، احادیث میں آتا ہے کہ آپ کسی نماز کے لئے تشریف نہ لے جاتے تاوقتیکہ مسواک نہ فرمالیتے، اور جب بھی کہیں باہر سے گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ چنانچہ فرمایا مسواک ہمیشہ کیا کرو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا، نیز فرمایا دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ رُءِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔ (دارمی مشکوٰۃ ص۵۱۸)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دندانِ مبارک کشادہ تھے۔ جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ فِي الْجُدُرِ۔

(خصائص الکبریٰ ص۱۴۲)

کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندہ فرماتے (تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں) جن سے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا کَانَ ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا (ترمذی کتاب المناقب ص۲۵۵) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا سوائے تبسم کے نہ تھا۔

یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا اور کبھی کبھی ایسے حالات و واقعات بھی پیش آجاتے کہ آپ اس قدر ہنس پڑتے کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو جاتے چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب پہچانتا ہوں جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا۔ وہ ایسا آدمی ہوگا جو گھسٹتا ہوا آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام منازل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ واپس آکر عرض کرے گا کہ اے میرے رب لوگوں نے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب تو کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ ارشاد ہوگا کیا وہ دنیا تجھے یاد ہے جس میں تو رہتا تھا کہ وہ کتنی بڑی تھی ؟ وہ عرض کرے گا یاد ہے! ارشاد ہوگا اچھا کچھ تمنا کرو کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنی تمنا و آرزو بیان کرے گا۔ ارشاد ہوگا۔

فَاِنَّ لَکَ الَّذِیْ تَمَنَّیْتَ وَعَشَرَۃَ اَضْعَافِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَقُوْلُ اَتَسْخَرُبِیْ وَاَنْتَ الْمَلِکُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ۔

(جمع الوسائل ص۱۹/۲)

کہ تمہیں تمہاری تمنائیں بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زیادہ بھی دیا۔ حضور فرماتے ہیں، وہ کہے گا اے اللہ آپ عظیم الشان بادشاہ ہو کر مجھ سے تمسخر فرماتے ہیں ؟ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس شخص کے اس جواب پر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

اللہ اللہ اس حدیث مبارک میں غور فرمائیے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے حساب انعام و اکرام اور بے حد رحمت و عنایت کا اندازہ کیجئے کہ جب ایسے شخص پر جو سب سے آخر جہنم سے نکالا گیا جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اس قدر کرم

ہُوا کہ اس کو یقین نہیں آ رہا تھا اور وُہ انتہائی عجز و انکسار سے یہ خیال کر رہا تھا کہ کہاں مَیں عبدِ ذلیل اور کہاں اس قدر رحمت و احسان۔ میں کبھی اس کا مستحق ہو ہی نہیں سکتا ہوں۔ یہ گویا میرے ساتھ ہنسی کی جا رہی ہے۔ مگر وُہ کیا جانے کہ وُہ بے نیاز بے حد رحم و کرم والا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ خیال کر کے کہہ دیا ہو کہ وہاں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں رہی اور آپ مجھے ساری دُنیا سے دس گنا زیادہ عطا فرما رہے ہیں یہ عجیب مذاق ہے جو ہرگز آپ کی شان کے لائق نہیں اور چونکہ یہ منظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھا اور آپ اس کے جواب پر اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر ہنس پڑے۔ بہرصورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا اکثر تبسّم اور کبھی کبھی اتنا زیادہ، کہ دندان مبارک ظاہر ہو جاتے مگر قہقہہ مار کے نہیں ہنستے تھے۔

اور آپ بعض وقت اپنے صحابہ سے خوش طبعی اور مزاح بھی فرما لیتے تھے مگر یہ خوش طبعی اور مزاح ایسا نہ ہوتا تھا جو آپ کی شان اور وقار کے خلاف ہوتا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ کا رعب اور ہیبت و وقار جو بہت ہی زیادہ تھا، صحابہ کے لئے انتفاع کی راہیں مسدود کر دیتا۔ آپ نے اس کا اہتمام اس لئے فرمایا کہ آپس میں خوشگوار تعلقات پیدا ہوں، میل ملاپ اور مروّت و محبت بڑھے اور باہم سوال و جواب میں بے تکلفی پیدا ہو۔ نیز امّت کے لئے سہولت اور تفریحِ طبع کا دروازہ کھل جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ایسا مزاح و مذاق جو قساوتِ قلبی کا باعث ہو جائے یا ذکرِ الٰہی سے روک دے یا دوسرے کی اذیت کا باعث ہو جائے یا انسان کی عزت و وقار کو گرا دے وُہ جائز نہیں ہے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔

اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ قَالَ اِنِّىْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔

یا رسُول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی بھی فرما لیتے ہیں ؟ فرمایا ہاں ! لیکن اس وقت بھی میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

(درِ منثور ص۱۲۲ - جمع الوسائل ص۲۸)

چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مزاحًا فرمایا "یَا ذَا الْاُذُنَیْنِ"

(اے دو کانوں والے) ظاہر ہے کہ اُن کے کان دو ہی تھے۔ بات بھی غلط نہ ہُوئی اور مزاح بھی ہو گیا۔ اسی طرح ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں درخواست کی کہ مجھ کو سواری کے لئے کوئی جانور عطا ہو؟ فرمایا تجھے اونٹنی کا بچہ دیں گے! اس نے عرض کیا یا رسُول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لئے چاہیئے) فرمایا کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو کسی اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔ (جمع الوسائل ص۲۸/۲)

اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے دُعا کیجئے کہ وُہ مجھے جنت میں داخل فرما دے؟ آپ نے فرمایا اِنَّ الْجَنَّۃَ لَا یَدْخُلُھَا عَجُوْزٌ کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی۔ وُہ روتی ہُوئی واپس چلی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا اس سے کہہ دو کہ وُہ بوڑھی ہونے کی حالت میں جنت میں نہ جائے گی بلکہ جوان ہونے کی حالت میں جائے گی۔

(جمع الوسائل ص۳۱/۲)

اسی طرح ایک بدوی صحابی تھے جن کا نام "زاہر" تھا وُہ جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو گاؤں کی چیزیں سبزی ترکاری اور پھل پھول وغیرہ لاتے اور بطور ہدیہ پیش کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کھانے پینے کا سامان اور شہر کے تحفے وغیرہ عطا فرماتے۔ آپ فرماتے کہ زاہر ہمارے لئے جنگل (دیہات) ہے اور ہم اس کے لئے شہر ہیں۔ یعنی ہم اس سے جنگل کی چیزیں پاکر مستفید ہوتے ہیں اور وُہ ہم سے شہر کی اشیاء پاکر مستفید ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خاص محبت رکھتے اور وُہ ظاہری صورت کے لحاظ سے خوش شکل نہ تھے۔ ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہُوئے وُہ سامان جو گاؤں سے لاتے تھے فروخت کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اتفاق سے وہیں تشریف لے آئے اور اچانک پیچھے سے دونوں ہاتھ ان کی آنکھوں پر رکھ کر ان کو آغوش میں لے لیا۔ انہوں نے کہا ارے یہ کون ہے چھوڑ مجھے؟ لیکن ہاتھوں کی ٹھنڈک اور مہک کو پہچان لیا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آپ کے سینۂ انور سے لگا دیا اور (تبرکاً) زور زور سے ملنے لگے اور رحمت کے خزینے سے فیض و سُرور حاصل کرنے لگے

آپ نے فرمایا کون ہے جو اس بندے کو خریدے؟

حضرت زاہر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے فروخت کریں تو گھٹیا اور بہت کم قیمت پائیں گے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لٰکِنْ عِنْدَ اللّٰہِ لَسْتَ بِکَاسِدٍ اَوْقَالَ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰہِ غَالٍ (جمع الوسائل ص۲۴)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اللہ کے نزدیک گھٹیا اور کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرِ انور میں رکھا گیا تو میں نے آخری دیدار کی غرض سے آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کی

اِذَا رَأَیْتُ شَفَتَیْہِ یَتَحَرَّکُ فَاَدْنَیْتُ اُذُنِیْ عِنْدَھَا فَسَمِعْتُ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ فَاَخْبَرْتُھُمْ بِھٰذَا فَتَعَجَّبُوْا بِشَفْقَتِہٖ عَلٰی اُمَّتِہٖ۔

(کنز العمال ـ حجۃ اللہ علی العٰلمین ـ مدارج النبوت ص۴۴۲ / ۲)

جب میں نے دیکھا تو آپ کے لب ہائے مبارک حرکت کر رہے تھے میں نے اپنے کانوں کو نزدیک کر کے سُنا تو آپ فرما رہے تھے اے اللہ میری اُمت کو بخش دے۔ مَیں نے یہ بات سب حاضرین کو سُنائی تو اس شفقتِ امت پر سب دنگ رہ گئے۔

اس قدر ہم ان کو بھولے ہائے ہائے
ہر گھڑی جن کو ہماری یاد ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے اور آپ بلاشبہ حقیقی جسمانی دنیاوی حیات رکھتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے لہٰذا اگر قبر میں بخششِ امت کی دُعا فرمائیں تو کیا تعجب ہے آپ کے غلاموں کو آپ کی غلامی اور اتباع کی برکت سے یہ مرتبہ اور مقام حاصل ہے کہ وُہ زندہ ہیں اور وفات کے بعد کلام کرتے ہیں۔ اس بارے میں اس قدر صحیح اور مستند روایات ہیں کہ اگر سب قلمبند کی

جائیں تو کئی ضخیم جلدیں بن جائیں۔چند روایات ہدیۂ قارئین ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عبیداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے حضرت ثابت بن قیس کو دفن کیا تھا، جب ان کو دفن کیا تو انہوں نے کہا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ابوبکر صدیق ہیں، عمر شہید ہیں، عثمان نیک و رحیم ہیں (رضی اللہ عنہم) یہ سُن کر ہم نے ان کو دیکھا تو وُہ مُردہ تھے۔

(بخاری فی التاریخ۔ ابنِ عساکر شرح الصدور ص۹۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا جب غسل کے بعد کفن دیا گیا تو انہوں نے ایک آواز دی، جب ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا تو وُہ کہہ رہے تھے محمد رسول اللہ نبی امّی، خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، یہ پہلی کتابوں میں ہے، سچ فرمایا سچ فرمایا، پھر کہا یہ رسُول اللہ ہیں۔السّلام علیک یارسُول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر ویسے مُردہ ہوگئے جیسے کہ پہلے تھے۔

(طبرانی، جمال الاولیاء ص۳۹)

امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت زید بن خارجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمانِ غنی کی صداقت کی بھی گواہی دی۔

(بیہقی۔ جمال الاولیاء ص۳۸)

ف ۔چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت سے پہلے ان کی وفات ہُوئی اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت منہال بن عمرو تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ خدا کی قسم مَیں نے دیکھا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں پھرایا گیا تو سر کے آگے ایک شخص سورۂ کہف پڑھتا جا رہا تھا، جب وُہ اس آیت پر پہنچا اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَالرَّقِیۡمِ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا یعنی بلاشبہ اصحاب

کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے تو سرِ مبارک نے بلند آواز سے فرمایا اَعۡجَبُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡكَهۡفِ قَتۡلِیۡ وَحَمۡلِیۡ۔
کہ اصحافِ کہف کے واقعے سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۲۷/۲ شرح الصدور ص ۸۸)

حضرت ابومعشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہمارے قریب ہی ایک صاحب انتقال فرما گئے۔ جب ان کو نہلانے کے لیئے لٹایا گیا تو وُہ اچانک اٹھ بیٹھے اور اپنی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر فرمایا واللہ میری آنکھوں نے دیکھا، میری آنکھوں نے دیکھا، میری آنکھوں نے دیکھا کہ عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف اپنی آنتیں آگ میں چکی کی طرح گھماتے پھرتے ہیں، پھر وُہ بدستور مُردہ ہو کر لیٹ گئے۔

(شرح الصدور ص ۳۰)

حضرت ابومحمد رضی اللہ عنہ جو کہ مروزی کے شاگردوں میں سے ہیں جن کو "خلال" اپنے اوپر فضیلت دیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں ایک میت کو نہلا رہا تھا کہ اچانک اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھ کھول کر فرمایا "اے ابومحمد ہوشیاری کے ساتھ اس موقع کے لئے سامان تیار کرو۔ (تاریخ ابن النجار، مواہب الرحمٰن)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ واثق باللہ عباسی نے حضرت امام احمد بن نصر الخزاعی محدث کو کہا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرو۔ انہوں نے انکار کیا، تو اس نے آپ کو قتل کر دیا اور سرِ مبارک لٹکا دیا اور ایک آدمی کی ڈیوٹی لگا دی کہ وُہ سر کے پاس رہے۔ وُہ آدمی کہتا ہے کہ میں ہر روز رات کو دیکھتا تھا کہ امام صاحب کا سرِ مبارک قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرتا تھا۔

(شرح الصدور ص ۸۸)

حضرت ابراہیم بن اسمٰعیل فرماتے ہیں
کہ جب میرے ماموں احمد بن نصر کو قتل کر دیا گیا تو مجھے خبر پہنچی کہ رات کے وقت ان کا سر قرآن پڑھتا ہے، ایک رات جب کہ لوگ سو رہے تھے میں وہاں گیا تو میں نے

سُنا کہ آپ کے سرِ مبارک نے پڑھا۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت - ۲)

یہ سنکر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ (شرح الصدور ص۸۹)

حضرت ابراھیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں میرے پاس ایک مرید آیا اور اس نے کہا اے استاد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ یہ لو ایک دینار آدھے سے میری قبر کھدوانا اور آدھے سے مجھے کفن دینا۔ چنانچہ جب دُوسرا روز اور ظہر کا وقت ہُوا تو وُہ آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور کچھ دُور جا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔

فَلَمَّا وَضَعْتُهٗ فِی اللَّحْدِ فَتَحَ عَیْنَیْهِ فَقُلْتُ اَحَیَاۃٌ بَعْدَ الْمَوْتِ فَقَالَ اَنَا مُحِبٌّ وَکُلُّ مُحِبِّ اللّٰهِ حَیٌّ ۔ (شرح الصدور ص۸۶)

توجب مَیں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے اپنی دونوں آنکھیں کھولدیں تو مَیں نے کہا، کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے تو اس نے کہا، مَیں محب ہوں اور ہر محبِّ خدا زندہ ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک شخص کے دفن میں حاضر ہُوئے تو جب تلقین کرنے والے نے تلقین شروع کی۔

فَسَمِعَ الْمَیِّتَ وَھُوَ یَقُوْلُ اَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ مَّیِّتٍ یُلَقِّنُ حَیًّا۔ (شرح الصدور ص۸۶)

تو اس میت سے سُنا کہ وُہ کہتا ہے کہ کیا تم تعجب نہیں کرتے ہو کہ مُردہ زندہ کو تلقین کرتا ہے۔

حضرت ربیع بن حراش اور ربعی بن حراش رضی اللہ عنہما دونوں بھائی بڑے عابد زاہد اور تابعی ہیں، انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ہمیں اپنا جنتی ہونا معلوم نہ ہو جائے گا ہم ہنسیں گے نہیں، چنانچہ وُہ زندگی بھر نہ ہنسے، لیکن جب ان کی وفات ہونے پر ان کو تختے پر لٹایا گیا تو وُہ ہنسنے لگے۔ جس کو سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(شرح الصدور ص۳۰ نووی شرح مسلم۔ الحاوی للفتاوی۔ بیہقی۔ خصائص ص۱۳۹/۲)

اور ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا۔

یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یَتَکَلَّمُ بَعْدَ

کہ میری امت میں ایک مرد ہو گا جو موت کے

اَلْمَوْتُ۔ (خصائص کبریٰ ص۱۴۹/۲) بعد کلام کرے گا۔

چنانچہ جب ربیع بن حراش نے موت کے بعد اچانک اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا السلام علیکم اور ہنسے تو ان کے بھائی ربعی بن حراش نے کہا اے میرے بھائی کیا تم زندہ ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن میں اپنے رب سے مِلا تو میرا رب مجھ سے رُوح وریحان اور خوشی و مہربانی سے پیش آیا اس لیے میں ہنسا ہوں اب تم لوگ جلدی کرو کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر نماز پڑھنے کے لئے منتظر ہیں۔ (شرح الصدور)

یہ واقعہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا ایک امتی مرنے کے بعد کلام کرے گا۔ (خصائص کبرای ۱۴۹/۲)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ایک نیک بی بی کا انتقال ہُوا۔ غسل دینے والی غسل دیتے ہوئے جب مقامِ خاص پر پہنچی تو شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر بولی یہ کس قدر زنا کار تھی، اسی وقت اس کا ہاتھ وہیں چمٹ گیا، اور ایسا چمٹا کہ اس کے جُدا کرنے کی سب نے بہت ہی کوشش کی مگر ہاتھ جُدا نہ ہُوا، آخر اس کا ذکر علماء و فقہاء کی خدمت میں کیا گیا کہ کوئی علاج و تدبیر بتائیں۔ سب کے سب عاجز ہُوئے لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غسل دینے والی کو حدِ قذف (یعنی وُہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر کی ہے) لگائی جائے، آپ کے اس ارشاد کے مطابق جب اس عورت کو اسّی دُرّے مارے گئے تب ہاتھ جُدا ہُوا۔

(بستان المحدثین۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص۱۵)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ میرے بزرگوں میں مولانا اظہار الحق لکھنوی کی وفات ہُوئی تو مرتے وقت ان کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا۔ تجہیز و تکفین کے وقت عزیز و اقارب میت کے پاس سے ہٹ گئے تو بعض نے طعن دیتے ہُوئے کہا کہ تھے تو بڑے متقی لیکن مرنے کے وقت کلمہ کی توفیق نہ ہُوئی، بس ان کا یہ کہنا تھا کہ مولانا مرحوم نے اپنے دونوں پاؤں کو سمیٹا اور بلند آواز کے ساتھ اللہ کا نام ان کی زبان پر جاری ہُوا۔

(رسالہ دار العلوم دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۵۸ء)

یہ چند روایات ان لوگوں کے متعلق ہیں جنہوں نے وفات کے بعد قبل از دفن کلام کیا ہے اور دفن کے بعد کلام کرنا تو بہت ہی کثرت سے آیا ہے ۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علی جب میری وفات ہو جائے تو مجھے تم اپنے انہی ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور پھر میرا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے سامنے رکھ دینا ۔ اگر دروازہ کھل جائے اور قبرِ انور سے آواز آئے کہ ابوبکر کو اندر لے آؤ تب تو مجھے حجرۂ مبارکہ میں دفن کرنا ، ورنہ جنت البقیع ، مؤمنین کے قبرستان میں دفن کر دینا ۔ چنانچہ صحابہ کرام آپ کو حجرۂ مبارک کے سامنے لے گئے اور سلام عرض کرنے کے بعد کہا یا رسول اللہ ! یہ ابوبکر ہیں ؟ پس اسی وقت حجرۂ مبارکہ کا دروازہ کھل گیا اور قبرِ انور سے آواز آئی ۔

اُدْخِلُوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ فَاِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ ۔

(تفسیر کبیر للرازی ص ۴۷۸/۵ خصائص کبریٰ ص ۲۸۹/۲)

اور زمانۂ واقعۂ حرہ میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور سے برابر تین روز تک اذان و اقامت کا سننا اور اس کے مطابق نماز ادا کرنا ، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں گزر چکا ہے اور اس کے علاوہ اتنے واقعات ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے[1]

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہ حقیقی و جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کا درجہ و مرتبہ بہت ہی بلند و بالا ہے آپ کے چند غلاموں کے صحیح واقعات ہدیۂ ناظرین ہیں جن سے اہلِ روحانیت کے مقام کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

---

[1] اس قسم کے واقعات کی کچھ جھلک دیکھنی ہو تو حضرت والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کتاب "راہِ عقیدت" دیکھیے (کوکب غفرلہ)

اَلْمُؤْمِنُ یُعْطٰی مُصْحَفًا فِیْ قَبْرِہٖ یَقْرَأُ فِیْہِ۔ (شرح الصدور ص۲۹)

کہ مومن کو اس کی قبر میں قرآن شریف دیا جاتا ہے تو وہ اس میں پڑھتا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا مال لانے کا قصد کیا جو غابہ میں تھا تو مجھ کو راستہ میں رات ہوگئی۔

فَاَوَیْتُ اِلٰی قَبْرِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزَامٍ فَسَمِعْتُ قِرَآءَۃً مِّنَ الْقَبْرِ مَا سَمِعْتُ اَحْسَنَ مِنْھَا فَجِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ ذٰلِکَ عَبْدُ اللّٰہِ۔ (شرح الصدور ص۲۹)

تو میں نے عبد اللہ بن عمر بن حزام کی قبر کو ٹھکانا بنایا تو میں نے ان کی قبر سے ایسی عمدہ قرأت سنی کہ اس سے بہتر میں نے نہیں سُنی تھی۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ عبد اللہ ہے (پڑھنے والا)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا اور ان کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ قبر ہے۔

وَاِذَا فِیْہِ اِنْسَانٌ یَقْرَاءُ سُوْرَۃَ الْمُلْکِ حَتّٰی خَتَمَھَا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ الْمُنْجِیَۃُ ھِیَ الْمَانِعَۃُ تُنْجِیْہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (ترمذی، حاکم، بیہقی، شرح الصدور ص۲۹)

اچانک انہوں نے سُنا کہ اس قبر میں ایک انسان سورۂ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے اس کو ختم کیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورت منجیہ اور مانعہ ہے کہ قاری کو عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ضمۃ مہلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جو صبح کے وقت مقام حصن سے گزرتے تھے۔

قَالُوْا کُنَّا اِذَا مَرَرْنَا بِجَنَبَاتِ قَبْرِ ثَابِتِ الْبُنَانِیِّ سَمِعْنَا قِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ۔ (شرح الصدور ص۲۹)

انہوں نے کہا کہ جب ہم حضرت ثابت بنانی کی قبر کے پاس سے گزرتے تھے تو ہم قرأت قرآن سنتے تھے۔

حضرت عاصم السقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی تو وُہ دُوسری قبر میں کُھل گئی مَیں نے اس میں نظر کی۔

فَاِذَا شَیْخٌ فِی الْقَبْرِ مُتَوَجِّہٌ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَعَلَیْہِ اِزَارٌ اَخْضَرُ وَاَخْضَرُ مَا حَوْلَہٗ وَفِیْ حُجْرِہٖ مُصْحَفٌ وَھُوَ یَقْرَأُ۔ (شرح الصدور ص۸۰)

تو کیا دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص قبلہ رُخ بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس پر سبز رنگ کی چادر ہے اور ارد گرد بھی سبزہ ہے اور اس کی گود میں قرآن شریف ہے اور وُہ پڑھ رہا ہے۔

حضرت ابوالنضر نیشاپوری گورکن ایک نہایت صالح اور پرہیز گار بزرگ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قبر کھودی تو وُہ دُوسری قبر میں کُھل گئی۔

فَنَظَرْتُ فِیْہِ فَاِذَا اَنَا بِشَابٍّ حَسَنُ الْوَجْہِ حَسَنُ الثِّیَابِ طَیِّبُ الرِّیْحِ جَالِسًا مُرَبَّعًا وَفِیْ حُجْرِہٖ کِتَابٌ مَکْتُوْبٌ بِخُضْرَۃٍ اَحْسَنَ مَا رَاَیْتُ مِنَ الْخُطُوْطِ وَھُوَ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَنَظَرَ الشَّابُّ اِلَیَّ فَقَالَ اَقَامَتِ الْقِیَامَۃُ؟ قُلْتُ لَا! فَقَالَ اَعِدِ الْمُدَرَّۃَ اِلٰی مَوْضِعِھَا فَاَعَدْتُّھَا اِلٰی مَوْضِعِھَا۔

(شرح الصدور ص۸۰)

تو میں نے اس میں نظر کی تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک جوان خوب رو، خوش پوش، خوشبو، چار زانو بیٹھا ہے اور اس کی گود میں ایک کتاب ہے جو خط سبز سے نہایت خوش خط لکھی ہُوئی ہے اور وُہ قرآن پڑھ رہا ہے تو اس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ میں نے کہا نہیں! تو اس نے کہا کہ اینٹ کو اپنی جگہ برابر کرکے بند کر دے تو میں نے برابر کر کے بند کر دیا۔

امام یافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمِنَ الْمَشْھُوْرِ اَنَّ الْفَقِیْہَ الْکَبِیْرَ الْوَلِیَّ الشَّھِیْرَ اَحْمَدُ بْنُ مُوْسٰی بْنِ عَجِیْلٍ سَمِعَہٗ بَعْضُ الْفُقَھَآءِ الصَّالِحِیْنَ مِنْ قِرَاءَتِہٖ یَقْرَأُ سُوْرَۃَ النُّوْرِ فِیْ قَبْرِہٖ۔

(شرح الصدور ص۸۰)

اور یہ مشہور باتوں میں سے ہے کہ فقیہ کبیر، ولی شہیر احمد بن موسٰی بن عجیل کو بعض فقہاء صالحین نے ان کی قبر میں سُورۃ نور پڑھتے سُنا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد

کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنَّكُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ فَزُوْرُوْهُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (حاکم۔ بیہقی) (شرح الصدور ص۸۴)	میں شہادت دیتا ہوں کہ بلاشبہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو (پھر لوگوں سے فرمایا) سو تم ان کی زیارت کرو اور ان پر سلام بھیجو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو بھی قیامت تک ان کو سلام کہے گا یہ اس کا جواب دیں گے۔

چنانچہ بہت سے بزرگوں نے شہدائے احد خصوصًا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم سے علانیہ سلام کا جواب سُنا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں سے گزرے تو فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا اَنَّ نِسَاءَكُمْ قَدْ تَزَوَّجْنَ وَدِيَارَكُمْ قَدْ سُكِنَتْ وَاَمْوَالَكُمْ قَدْ فُرِّقَتْ فَاَجَابَهُ هَاتِفٌ يَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا اَنَّ مَا قَدَّمْنَاهُ فَقَدْ وَجَدْنَاهُ وَمَا اَنْفَقْنَاهُ فَقَدْ رَبِحْنَاهُ وَمَا خَلَّفْنَاهُ فَقَدْ خَسِرْنَاهُ۔ (شرح الصدور ص۸۶)	اے قبروں والو تم پر سلام ہو ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کر لیے۔ تمہارے گھروں میں اور لوگ بس گئے اور تمہارا مال تقسیم ہو گیا تو ایک نے ان کو جواب دیا کہ اے عمر بن خطاب ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ ہم نے جو آگے بھیجا تھا اس کو ہم نے پالیا ہے اور جس کو ہم نے خرچ کیا تھا اسی کا ہم نے نفع اٹھایا ہے اور جس کو ہم نے پیچھے چھوڑا تھا اس کا ہم نے نقصان اٹھایا ہے۔

اسی قسم کی ایک روایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے۔

(شرح الصدور ص۸۷)

حضرت یحیٰی بن ابی الیوب الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے عہدِ خلافت میں ایک نوجوان عابد و زاہد تھا۔ امیر المومنین اس کو بہت پسند فرماتے۔ اس کا باپ بوڑھا تھا۔ تو جب وُہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر اپنے باپ کی طرف

لوٹتا تو اس کے راستہ میں ایک عورت رہتی تھی جو اس پر فریفتہ تھی چنانچہ وُہ اپنے دروازے پر اس کے گزرنے کے وقت کھڑی ہوتی اور اس کو دیکھتی۔ ایک رات اس عورت نے اس نوجوان کو بہکانا شروع کیا یہاں تک کہ وُہ نوجوان اس کے بہکانے میں آ کر اس کے گھر میں داخل ہو گیا تو ایک دم اس کو خدا یاد آیا اور وُہ اس بُرائی سے بیزار ہو گیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ[1]۔ اور ایسا خوفِ خدا اس پر طاری ہوا کہ وُہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ عورت مذکورہ نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے اس نوجوان کو اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ جب وُہ اپنے باپ کے پاس نہ پہنچا تو اس کا باپ اس کی تلاش میں نکلا۔ جونہی اس کے باپ نے دیکھا تو اس کو دروازے کے پاس بیہوش پڑا پایا۔ اس نے اپنے بعض گھر والوں کو بلایا اور انہوں نے اس نوجوان کو اٹھا کر گھر میں داخل کیا جب اس کو افاقہ ہوا تو باپ نے کہا بیٹا تجھے کیا ہُوا؟ بیٹے نے کہا خیر ہے! باپ نے کہا خُدا کے واسطے مجھے بتا دے؟ تو بیٹے نے باپ کو واقعہ بتا دیا۔ باپ نے کہا بیٹا تو نے کونسی آیت پڑھی تھی؟ بیٹے نے وہی آیت جو پھر پڑھی تو پھر اس پر خوفِ خدا طاری ہُوا اور پھر وُہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ باپ نے اس کو ہلایا مگر وُہ مر چکا تھا۔ گھر والوں نے رات ہی رات میں اس کا کفن دفن کر دیا۔ جب صبح ہُوئی تو یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ اس نوجوان کے باپ کے پاس تشریف لائے اور تعزیت کی اور فرمایا مجھے کیوں نہ بلایا؟ اس نے کہا اے امیر المومنین رات کی وجہ سے آپ کو تکلیف نہیں دی تو فرمایا اچھا مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔

فَاَتٰى عُمَرُ وَمَنْ مَّعَهٗ الْقَبْرَ — تو حضرت عمر اور آپ کے ساتھی اس کی قبر پر آئے

فَقَالَ عُمَرُ يَا فُلَانُ وَلِمَنْ — حضرت عمر نے فرمایا اے فلاں وَلِمَنْ خَافَ

---

[1] ترجمہ۔ بیشک جو لوگ پرہیز گار ہیں جب ان کو شیطان کا طائفہ مس کرتا ہے تو وُہ (خدا کو) یاد کرنے لگے ہیں تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ فَاَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ يَا عُمَرُ قَدْ اَعْطَانِيْهِمَا رَبِّيْ فِى الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ۔

(شرح الصدور ص۸۸)

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (جو اپنے رب کے دربار میں اپنے اعمال کی جواب دہی سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں)؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اے عمر مجھ کو میرے رب نے دو جنتیں عطا فرما دی ہیں۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے جو پہلے کفن چور تھے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

ایک عورت فوت ہوگئی تو لوگوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کفن چور نے بھی پڑھی اور بوقت دفن بھی ساتھ رہا تاکہ قبر کو پہچان لے۔ جب رات کی تاریکی ہوئی تو اس نے اس عورت کی قبر کو کھودا تو عورت نے قبر کے اندر سے کہا۔

سُبْحَانَ اللهِ رَجُلٌ مَغْفُوْرٌ يَاْخُذُ كَفَنَ مَغْفُوْرَةٍ قَالَ فَقُلْتُ هَبْ اَنَّهٗ غَفَرَ لَكِ فَاَنَا مَغْفُوْرٌ فَقَالَتْ اِنَّ اللهَ غَفَرَ لِيْ وَلِجَمِيْعِ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاَنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ عَلَيَّ فَتَرَكَهَا وَرَدَّ التُّرَابَ ثُمَّ تَابَ وَحَسُنَتْ تَوْبَتُهٗ۔

(شرح الصدور ص۸۶)

سبحان اللہ! ایک بخشا ہوا آدمی ایک بخشی ہوئی عورت کا کفن لیتا ہے؟ اس نے کہا مانا کہ اللہ نے تجھے بخش دیا مگر میں کیونکر بخشا گیا! تو اس عورت نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور ان تمام لوگوں کو جنہوں نے مجھ پر نماز پڑھی ہے بخش دیا ہے اور بلاشبہ تو نے بھی مجھ پر نماز پڑھی ہے تو اس نے چھوڑ دیا اور مٹی کو برابر کر دیا۔ پھر اس نے توبہ کی اور اس کی توبہ بہت اچھی ہوئی۔

امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے

اِنَّهٗ كَانَ يَاْتِيْ قَبْرَ وَالِدِهٖ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَيَتَحَدَّثُ مَعَهٗ۔

کہ وہ بعض اوقات اپنے والد کی قبر پر تشریف لاتے اور ان کے ساتھ باتیں کرتے۔

(شرح الصدور ص۸۷)

حضرت سلیمان بن یسار الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز چند سوار قبرستان میں سے گزرے تو اچانک انہوں نے سُنا کہ ایک قبر سے کوئی کہنے والا کہتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الرَّکْبُ سِیْرُوْا ٭ مِنْ قَبْلِ اَنْ لَا تَسِیْرُوْا

فَهٰذِهِ الدَّارُ حَقًّا ٭ فِیْهَا اِلَیْنَا الْمَصِیْرُ

کَمْ مُنْعَمٍ فِیْ نَعِیْمٍ ٭ وَتَسْلِبُنَهُ الدُّهُوْرُ

وَاٰخَرٌ فِیْ عَذَابٍ ٭ لَبِئْسَ ذَاکَ الْمَصِیْرُ

فَکَمَا کُنْتُمْ کُنَّا فَغَیَّرَنَا رَیْبُ الْمَنُوْنِ ٭ وَسَوْفَ کَمَا کُنَّا تَکُوْنُوْنَ

(شرح الصدور صا۹)

اے سوارو! چلو قبل اس کے کہ نہ چل سکو یہ گھر حق ہے اس میں (تم نے بھی) ہماری طرح لوٹنا ہے۔

کتنے انعام پانے والے نعمتوں میں تھے مگر حوادثِ زمانہ نے ان سے وُہ سب نعمتیں سلب کرلی ہیں۔ اور آخر وُہ عذاب میں ہیں یہ کتنا بُرا انجام ہے۔ کبھی ہم بھی تمہاری طرح تھے۔ مگر ہم کو گردشِ زمانہ نے متغیر کردیا اور عنقریب تم بھی ہماری طرح ہوجاؤ گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مَیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے مزار شریف پر برائے زیارت حاضر ہُوا۔ یہ خیال کرکے کہ مَیں گنہگار اس قابل نہیں کہ اپنے وجود سے اس پاک مقام کو ملوّث کروں دُور ہی کھڑا رہا۔

در آں محل روح ایشاں ظاہر شد فرمودند پیشتر بیا دو سہ قدم پیشتر رفتم و دران وقت دیدم کہ چہار فرشتہ تختے از آسمان، نزدیک قبر ایشاں فرود آوردند معلوم شد کہ بران تخت خواجہ نقشبند بودند ہردو شیخ باہم رازہا درمیان آوردند کہ

اس وقت ان کی رُوح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا آگے آجاؤ۔ میں دو تین قدم آگے ہوگیا۔ اس وقت مَیں نے دیکھا کہ چار فرشتے آسمان کی طرف سے ایک تخت ان کی قبر کے پاس لائے معلوم ہُوا کہ اس تخت پر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند تھے۔ دونوں

مسموع نگشت بعد ازاں تخت را فرشتگاں برداشته بردند خواجه قطب الدین بمن متوجه شدند که پیشتر بیا دو سه قدم دیگر پیش رفتم و ہم چنیں می گفتند و قدری می رفتم تا آنکه نہایت قرب متحقق شد آں گاه فرمودند چه می گوئید در حق شعر ؟ گفتم کلامٌ حسنہٗ حسنٌ و قبیحہٗ قبیحٌ ! فرمودند بارک اللہ۔ چه می گوئید در حق صوتِ حسن ؟ گفتم ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ گفتند بارک اللہ۔ چوں ہر دو جمع شوند دراں چه می گوئید ؟ گفتم نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ! فرمودند بارک اللہ۔ آنچه ما میکردیم پیش ازیں نبوده است شما ہم گاه گاہے یکدو بیتے می شنیده باشید ؟ گفتم در حضور خواجه نقشبند حضرت ایں چرا نفرموده اند یکے ازیں دو لفظ فرمودند ادب نبود یا مصلحت نبود۔

شیخ آپس میں راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے جو سنی نہیں گئیں۔ پھر تخت کو فرشتوں نے اٹھایا اور لے گئے۔ خواجہ قطب الدین پھر میری طرف متوجہ ہوئے کہ آگے آجاؤ میں دو تین قدم اور آگے ہو گیا اسی طرح وُہ فرماتے رہے اور میں تھوڑا تھوڑا آگے ہوتا گیا یہاں تک کہ بالکل ان کے قریب ہو گیا اس وقت انہوں نے فرمایا کہ شعر کے بارے میں تم کیا کہتے ہو ؟ میں نے کہا شعر ایک کلام ہے جو اچھا ہے وُہ اچھا ہے اور جو بُرا ہے وُہ بُرا ہے ! فرمایا بارک اللہ اچھی آواز کے متعلق تم کیا کہتے ہو ؟ میں نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے وُہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ فرمایا بارک اللہ۔ جہاں یہ دونوں جمع ہو جائیں یعنی شعر بھی اچھا اور آواز بھی اچھی ہو۔ پھر کیا کہتے ہو ؟ میں نے عرض کیا۔ نورٌ علیٰ نور، یہ کمال پر کمال تو اللہ جس کو چاہے عطا فرمادے ! فرمایا بارک اللہ ! یہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس سے پہلے نہ تھا۔ تم بھی گاہے گاہے ایک دو بیت سُن لیا کرو ؟ میں نے عرض کیا آپ حضرت نے یہ بات حضرت خواجہ نقشبند کی حضوری میں کیوں نہ فرمائی ؟ آپ نے ان دو میں سے ایک بات فرمائی کہ ادب نہیں تھا یا مصلحت نہ تھی۔

(انفاس العارفین صـ۲۴۴)

می فرمودند دیگر بار بزیارت مرقد منور
ایشاں رفتم رُوح ایشاں ظاہر شد
فرمودند ترا پسرے پیدا خواہد شد
اورا قطب الدین احمد نام کن چوں
زوجہ بہ سن ایاس رسیدہ بود
گماں کردم کہ مراد پسرِ پسر ست
بریں خطرہ مشرف شدند فرمودند
ایں مراد من نیست ایں پسر از صلب
تو خواہد بود بعد از زمانے داعیۂ تزوج
دیگر پیدا شد و کاتب الحروف
فقیر ولی اللہ متولد گشتہ در اول ایں
واقعہ فراموش کردند بولی اللہ مسمی
کردند و بعد از مدتے بیاد آمد نام دیگر
قطب الدین احمد مقرر کردند۔

حضرت فرماتے تھے کہ میں ایک بار پھر حضرت
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار منور کی
زیارت کے لئے گیا۔ ان کی رُوح ظاہر ہوئی
اور فرمایا تمہارے ہاں فرزند پیدا ہوگا اس کا نام
قطب الدین احمد رکھنا۔ چونکہ بیوی بڑھاپے
کو پہنچ گئی تھی اس لئے میں نے خیال کیا مُراد
بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہوگا۔ اس خیال پر مطلع
ہُوئے اور فرمایا میری یہ مُراد نہیں ہے بلکہ
وُہ فرزند تمہارے صلب سے ہوگا۔ ایک مدت
کے بعد دُوسری بیوی سے عقد فرمایا تو یہ کاتب
الحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔ شروع میں یہ
واقعہ یاد نہ رہا تو ولی اللہ نام رکھ دیا اور
کچھ عرصہ کے بعد یاد آیا تو دُوسرا نام قطب
الدین احمد رکھا۔

(انفاس العارفین ص۴۳)

یہی شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ مَیں اکبر آباد میں مرزا محمّد زاہد کے درس سے واپس آتے ہُوئے ایک لمبی گلی میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار ذوق وشوق سے پڑھتا ہُوا آ رہا تھا ؎

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست
جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست
سعدؔی بشو لوحِ دل از نقش غیر حق
علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت ست[1]

---

[1] دوست کی یاد کے سوا جو کچھ تونے کیا ہے عمر کو ضائع کیا ہے۔ عشق کے بھید کے سوا جو کچھ (اگلے صفحہ پر)

چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا - اس وجہ سے مجھ میں ایک قلق اور اضطراب سا پیدا ہو گیا کہ

ناگاہ مردے دو موئے فقیر وضعے ملیح روئے از جانب یمین من برآمد وگفت ع

علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است

گفتم جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ چہ قدر قلق و اضطراب از دلِ من زائل نمودے آنگاہ دو دستہ تنبول را برآوردہ پیشِ آں عزیز بردم تبسم کرد وگفت ایں اجر یاد دہانیدن است ؟ گفتم نہ ولیکن شکرانہ است ! گفتم من نمی خورم ... گفت مرا زودی باید رفت گفتم من ہم بشتاب میروم گفت شتاب تر می خواہم پس قدم برداشت و آخر کوچہ نہاد دانستم کہ روح مجسم است ندا کردم کہ بنام خود ہم اطلاع دہید تا فاتحہ میخواندہ باشم گفت سعدی ہمیں فقیر است -

(انفاس العارفین ص۴۵)

اچانک ایک مرد فقیری وضع رکھنے والا نہایت خوبصورت دونوں طرف کندھوں تک لٹکے ہوئے بالوں والا میری دائیں طرف سے آگیا اور آتے ہی وُہ چوتھا مصرع جو مجھے بھول گیا تھا ؎

علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است

بتا دیا - میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء اور میرے دل میں اس مصرع کے بھولنے کے سبب جس قدر بھی بے چینی و اضطراب تھا سب دُور ہو گیا - میں نے فوراً پان کے دو پتے پیش کیے؟ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ مصرع یاد کرانے کا اجر ہے؟ میں نے کہا نہیں بلکہ ہدیہ تشکر! فرمایا میں نہیں کھاؤں گا - پھر فرمایا مجھے جلدی جانا ہے - میں نے کہا مجھے بھی جلدی ہے - فرمانے لگے میں تو بہت ہی جلدی جانا چاہتا ہوں - پھر جو قدم اٹھایا تو گلی کے آخر میں جا رکھا - میں سمجھ گیا کہ کسی بزرگ کی رُوح ہے جو مجسم ہو کر آئی ہے - میں نے ندا کی اپنا نام تو بتائے جاؤ تاکہ فاتحہ پڑھا کروں گا - فرمایا وُہ سعدی فقیر میں ہی ہوں -

---

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تُو نے پڑھا ہے باطل ہے - اے سعدی اپنے دِل کی تختی سے باطل نقوش دھو ڈال - وُہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وُہ جہالت ہے -

اس قسم کے بے شمار واقعات کتب معتبرہ میں مذکور و موجود ہیں جن سے اہلِ قبور صالحین کا کلام کرنا، تلاوتِ کلامِ پاک کرنا، نماز پڑھنا اور تصرف کرنا وغیرہ ثابت ہوتا ہے۔ [۱]

---

[۱] علمائے دیوبند کی کتب سے اقتباسات پر مشتمل اس موضوع پر میری تحقیقی کتاب "مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات" ملاحظہ فرمائیں۔ (کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ)

دہن مبارک

وُہ دَہن جس کی ہر بات وحیِ خُدا
چشمۂ علم و حِکمت پہ لاکھوں سلام

جِسکے پانی سے شاداب جان وجناں
اُس دَہن کی تراوٹ پہ لاکھوں سلام

جِس سے کھارے کنُویں شِیرۂ جاں بنے
اُس زُلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُونھ مبارک فراخ، رخسارے مبارک ہموار، سب سے زیادہ خوبرُو اور خوش آواز تھے، خوش آواز ہونے کے علاوہ آپ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ کی آواز پہنچتی، کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی، بالخصوص خطبوں میں آپ کی آواز گھروں میں پردہ نشین عورتوں تک پہنچ جاتی تھی اور ہزاروں کے اجتماع میں جس طرح آپ کی آواز مبارک کو وُہ شخص سُنتا جو سب سے آگے ہوتا اسی طرح وُہ شخص بھی سُنتا جو سب سے پیچھے ہوتا ہے

وُہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی　　عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

جس میں نہریں ہیں شیر و شہد کی رواں　　اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک وُہ دہن ہے جس سے ایک حرف بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہشِ نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں وُہ اللہ کی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى۔ (النجم - ۳)

اور وُہ تو کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وُہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّهُ مِنْ عِنْدِ اللهِ فَهُوَ الَّذِيْ لَا شَكَّ فِيْهِ۔ (در منثور صفحہ ۱۲۳/۶)

جو خبر بھی مَیں تمہیں دیتا ہوں وُہ بلاشبہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔

انہی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِہٖ فَاِنَّکَ تُدَاعِبُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔

(در منثور ص۱۲۲)

میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا اس پر بعض صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کبھی کبھی آپ ہم سے خوش طبعی بھی تو فرماتے ہیں۔ فرمایا اس وقت بھی میرے منہ سے حق کے سوا نہیں نکلتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا اسے لکھ لیا کرتا، قریش نے مجھے منع کیا کہ ہر بات نہیں لکھنی چاہیئے، کیونکہ بتقاضائے بشریت ممکن ہے کہ غصہ وغضب کی حالت میں کبھی کوئی ایسی بات بھی نکل جائے جو لکھنے کے قابل نہ ہو۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔

فَاَمْسَکْتُ عَنِ الْکِتَابِ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَوْمَا اِصْبَعَہٗ اِلٰی فِیْہِ فَقَالَ اکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا حَقٌّ۔

(ابو داؤد، کتاب العلم ص ۱۲۵)

پس میں لکھنے سے رک گیا اور اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک لکھو، اور انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا خدا کی قسم اس منہ سے ہر حالت میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عمیرہ بنت مسعود انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری پانچ بہنیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔

فَوَجَدْتُہٗ یَاکُلُ قَدِیْدًا فَمَضَغَ لَھُنَّ قَدِیْدَۃً ثُمَّ نَاوَلَھُنَّ الْقَدِیْدَ فَمَضَغْنَھَا کُلُّ وَاحِدَۃٍ قِطْعَۃً قِطْعَۃً فَلَقِیْنَ اللّٰہَ وَمَا وُجِدَ لِاَفْوَاھِھِنَّ

آپ اس وقت قدید (خشک کیا ہوا گوشت) کھا رہے تھے۔ آپ نے ایک پارۂ قدید کو چبا کر نرم کیا اور ان کو دیا تو انہوں نے تھوڑا تھوڑا کرکے کھا لیا (آپ کے دہن مبارک کی برکت سے)

خُلُوْفٌ۔ (طبرانی خصائص ص ۴۲) مرتے دَم تک ان کے مونھوں سے بدبو نہیں
پائی گئی ہمیشہ خوشبو آئی۔
زرقانی علی المواہب ص ۹۷)

حضرت حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں شہید ہو گئے تو جب ان کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں ان کی والدہ اور بہن کو پہنچی، ان کو بہت صدمہ ہُوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارث کی والدہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اگر میرا بیٹا جنّت میں ہے تو خوشی کا مقام ہے، رونے کی ضرورت نہیں اگر دوزخ میں ہے تو خدا کی قسم میں چلّا چلّا کر روؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! تمہارا بیٹا حارث جنّۃ الفردوس میں ہے۔ وُہ بولی اب میں اس کو ہرگز نہ روؤں گی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی کا طلب فرمایا۔ پھر اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی کر کے اس میں ڈال دی اور حارث کی والدہ اور اس کی بہن کو پلایا، اور فرمایا کہ اس میں سے تھوڑا سا پانی اپنے گریبانوں پر چھڑک لو! ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے گھر چلی گئیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مدینہ بھر میں کوئی عورت ان سے زیادہ خوش وخرم نہیں تھی۔ (شمس التواریخ، مقاصد الاسلام ص ۲۵۵)

خوشی اور غم آدمی کی اختیاری چیزیں نہیں ہیں، جب خوشی اور غم کے اسباب قائم ہو جائیں تو خوشی اور غم کا ہونا لازمی امر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس عورت کے دِل پر بیٹے کی جدائی کا سخت صدمہ ہے جس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو آپ نے اس کی تسکین کے لئے لعابِ دہن استعمال فرمایا جس کی تاثیر یہ ہُوئی کہ بجائے غمی کے اس کے دِل میں ایسی مسرّت وشادمانی پیدا ہو گئی کہ مدینہ طیبہ میں ان سے بڑھ کر کوئی شادماں نہ تھا۔

جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

(اعلیٰ حضرت)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک بے شرم اور بدزبان عورت تھی ایک دفعہ وُہ

فَمَرَّتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری آپ

وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ ثَرِيْدًا فَطَلَبَتْ مِنْهُ فَنَاوَلَهَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقَالَتْ اِنَّمَا اُرِيْدُ مِنَ الَّذِيْ فِيْ فَمِكَ فَنَاوَلَهَا مَا فِيْ فَمِهٖ وَلَمْ يَكُنْ يَسْأَلُ شَيْئًا فَيَمْنَعُهٗ فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِيْ جَوْفِهَا اُلْقِيَ عَلَيْهَا مِنَ الْحَيَاءِ مَا لَمْ تَكُنِ امْرَاَةٌ بِالْمَدِيْنَةِ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنْهَا - (شفا شریف ص۲۱ ج۱، طبرانی، خصائص کبرٰی ص۶۲ ج۱، زرقانی علی المواہب ص۹۷ ج۴)

اس وقت ثرید کھا رہے تھے، اس نے بھی اس میں سے مانگا آپ نے اُس کو اس میں سے کچھ دے دیا جو آپ کے آگے رکھا تھا۔ وُہ بولی میں یہ نہیں چاہتی بلکہ وُہ جو آپ کے منہ میں ہے، آپ نے وہی جو آپ کے دہن مبارک میں تھا نکال کر اس کو دے دیا، کیونکہ آپ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے، وُہ کھا گئی جب وُہ لقمہ اس کے پیٹ میں گیا تو اس پر ایسی حیا طاری ہُوئی کہ وُہ حیا میں تمام عورتوں سے بڑھ گئی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے۔ جب ہم بطن روحاء میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا جو آپ کی طرف آ رہی تھی۔ آپ نے اپنی سواری کو روک لیا، وُہ حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسُول اللہ میرا یہ بچہ ہے جس روز سے پیدا ہُوا ہے اس روز سے آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو پکڑا اور اس کے مُنہ میں تھوکا۔

وَقَالَ اخْرُجْ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ نَاوَلَهَا اِيَّاهُ وَقَالَ خُذِيْهِ فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ قَالَ اُسَامَةُ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهٗ اِنْصَرَفَ حَتّٰى اِذَا نَزَلَ بِبَطْنِ الرَّوْحَاءِ اَتَتْهُ تِلْكَ الْمَرْاَةُ بِشَاةٍ قَدْ شَوَتْهَا ثُمَّ قَالَ نَاوِلِيْنِيْ ذِرَاعًا فَنَاوَلْتُهٗ ثُمَّ قَالَ نَاوِلِيْنِيْ ذِرَاعًا فَنَاوَلْتُهٗ ثُمَّ قَالَ نَاوِلِيْنِيْ ذِرَاعًا

اور فرمایا نکل او دشمنِ خدا بے شک میں رسُول اللہ ہوں، پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر کے فرمایا اب اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فارغ ہو کر اسی مقام پر واپس پہنچے تو وہی عورت ایک بھُنی ہُوئی بکری لے کر حاضرِ خدمت ہُوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا دست مجھے دو! میں نے دیا، پھر فرمایا اس کا دست مجھے دو! میں نے دیا، پھر فرمایا اس کا دست

فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا ھُمَا ذِرَاعَانِ وَقَدْ نَاوَلْتُکَ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ سَکَتَّ مَا زِلْتَ تُنَاوِلُنِیْ ذِرَاعًا مَا قُلْتُ لَکَ دَنَاوِلْنِیْ ذِرَاعًا۔

مجھے دو! میں نے عرض کی یا رسول اللہ دست تو دو ہی ہوتے ہیں جو میں آپ کو دے چکا۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم چپ رہتے تو جب تک میں دست مانگتا رہتا تم دیتے رہتے۔

(ابو یعلی۔ بیہقی۔ خصائص کبریٰ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۳۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت بہت مرغوب تھا، اس لئے صحابۂ کرام اکثر دست ہی پیش کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکرّر طلب فرمایا کرتے تھے۔ جب تیسرے دست کے طلب کی نوبت پہنچتی تو بمقتضائے بشریت و عادت صحابہ بھی اسی طرح عرض کرتے کہ جانور کے دو ہی دست ہوتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ اگر تم دینے کا قصد کرتے تو میں جتنی بار طلب کرتا تم دیتے ہی رہتے۔ (احمد، دارمی، مشکوٰۃ صـ۳۱)

اسی طرح حضرت اسامہ سے بھی تیسری بار بکری کا دست طلب فرمایا اور انہوں نے بر سبیل تعجب یہ کہا کہ دست تو دو ہی ہوتے ہیں اور وہ میں آپ کو دے چکا ہوں جس کا ظاہر مطلب یہی ہوا کہ یا تو آپ بھول گئے ہیں اور یا جانتے ہی نہیں کہ جانور کے دو سے زیادہ دست نہیں ہوتے۔

اب یہاں خاص طور پر توجہ کی ضرورت ہے کہ یہ کلام کوئی معمولی کلام نہیں ہے۔ بلکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور آپ اس امر کی خبر دے رہے ہیں کہ تم اگر تیسری بار بھی دست دینے کا قصد کرتے تو ضرور دیتے اور پھر اس خبر کو بھی قسم کے ساتھ مؤکد فرمایا اور ممکن نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خبر معاذ اللہ جھوٹی ہو سکے ویسے یہ بات حیرت انگیز ہے کہ تیسرا دست جو یقیناً معدوم تھا، اگر اس کا وجود ہوتا، تو کس طرح ہوتا؟

ظاہری اسبابِ تخلیق تو بالکل مفقود ہیں، اور پھر جس سے طلب فرمایا اس میں یہ

صلاحیت و قدرت نہیں کہ پیدا کر کے دے مگر دیتا ضرور، معلوم ہُوا کہ حضور سیّد المرسلین محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا تصوّر فرمانا ہی اس کے وجود کے لئے کافی تھا اِدھر تصوّر ہوتا۔ اُدھر حق تعالیٰ پیدا فرما دیتا جس طرح جنّت میں وجودِ اشیاء کے لئے صِرف تصوّر کافی ہو گا۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۔ (فصلت، حم السجدہ۔۳۱) اور تمہارے لئے جنت میں ہو گا جو بھی تمہارے جی چاہیں گے اور جو بھی تم طلب کرو گے۔

اولیاء اللہ نے یہیں سے یہ بات سلوک میں داخل کر دی کہ مرشد کامل جو کچھ ارشاد اور امر کرے اس پر بغیر چون و چرا کے عمل کرنا اور نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر آمادگی ظاہر کرنا ضروری ہے ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

کیونکہ مرشدِ کامل جو حکم کرے گا خالی از مصلحت و حکمت نہ ہو گا اور جب تک یہ عقیدہ نہ ہو شیخ کامل سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محال چیز کی فرمائش کی اور جب انہوں نے اس کو پورا نہیں کیا تو آپ نے ان کا نقصِ عقیدہ بیان فرمایا، اسی لئے شہنشاہِ عارفاں مولانائے رُوم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بَس پُر آفت و خوف و خطر
پیر کا توسل اختیار کرو کیونکہ پیر کے بغیر سلوک و طریقت کا سفر شرورِ نفس و شیطان کی بڑی آفات اور خوف و خطر سے پُر ہے ؎

چوں گرفتی پیر ہین تسلیم شو ہم چو موسٰی زیرِ حکم خضر رو
جب تم کسی کامل کے مرید ہو جاؤ تو خبردار ہمہ تن تسلیم بن جاؤ۔ موسٰی کی طرح حضرت خضر کے حکم پر چلو ؎

صبر کن بر کار خضر اے بے نفاق تا نگوید خضر رو ہذا فراق
اے بے نفاق تم خضر (مرشد) کے کام پر صبر و سکوت کرو تاکہ وُہ یوں نہ کہہ دے

کہ جاؤ ہماری تمہاری جُدائی ہے

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن   گرچہ طفلے راکشد تو مومکن

اگرچہ وُہ کشتی توڑ ڈالے تو تم دَم نہ مارو۔ اور اگرچہ وُہ کسی بچہ کو مار ڈالے تو تم بے صبری نہ کرو۔

گر خضر در بحرِ کشتی راشکست   صد درستی در شکست خضر ہست

کیونکہ اگر حضرت خضر نے دریا میں کشتی کو توڑ ڈالا تھا تو آپ کے توڑ ڈالنے میں بھی سیکڑوں مرمّتیں مخفی تھیں۔

دست او را حق چو دست خویش خواند   تا ید اللہ فوق ایدیہم براند

وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا یہاں تک کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہونے کا حکم جاری کیا ہے۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ بات پیرِ کامل کے ساتھ متعلق ہے' ناقص خصوصًا آجکل کے بعض نام نہاد پیروں کا یہ مقام نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہِ حدیبیہ پر نزول فرمایا، آپ کے ہمراہ چودہ سو صحابۂ کرام تھے۔ لشکرِ اسلام نے چاہ حدیبیہ کا تمام پانی نکال لیا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا۔

فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهَا فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا ثُمَّ قَالَ دَعُوهَا سَاعَةً فَأَرْوَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوا۔

(بخاری صہ ۵۹۸/۲ ومشکوۃ صہ ۵۳۲)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی، پس آپ اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر پانی کا ایک برتن طلب فرمایا پھر وضو کیا اور اس میں سے منہ میں لے کر پانی کی ایک کُلی کنوئیں میں ڈال دی اور دُعا فرمائی اور فرمایا تھوڑی دیر اس کو چھوڑ دو پس اس کنوئیں میں اس قدر پانی جمع ہوگیا کہ (حدیبیہ میں قریبًا بیس روز قیام رہا) فوج اور ان کے

اونٹ اسی سے سیراب ہوتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قبا کی طرف تشریف لے گئے اور ایک کنوئیں پر پہنچے جس سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس کنوئیں کی یہ حالت تھی کہ ہر روز اس کا پانی تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتا اور پھر دن بھر خشک رہتا

فَمَضْمَضَ فِی الدَّلْوِ وَرَدَّهٗ فِیْهَا فَجَاشَتْ بِالرَّوَاءِ۔ (طبقات ابن سعد خصائص کبریٰ ص۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول میں کلی کرکے وُہ پانی اس کنوئیں میں ڈال دیا، چنانچہ اس کی یہ حالت ہُوئی کہ اس سے وہاں کی پوری زمین سیراب ہوتی اور خوب پیداوار ہوتی۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی کی درخواست کے صرف رفاہِ عام کے پیشِ نظر لعاب مبارک کی تاثیر سے اس کنوئیں کا پانی زیادہ فرمایا یہاں مخالفین کو معجزہ دکھا کر قائل کرنا تو مقصود ہی نہ تھا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی حاجت روائی اور خوشحالی کی غرض سے ایسے امور ظاہر فرماتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب لوگ سخت پیاسے ہُوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ اور ایک اور شخص کو بُلا کر فرمایا کہ تم دونوں جاؤ! تمہیں فلاں مقام پر ایک عورت پانی کی دو پکھالیں (بڑی مشکیں) لادے ہُوئے اونٹ پر سوار ملے گی، اس کو میرے پاس لے آنا! وُہ دونوں حضرات گئے اور انہوں نے اسے پالیا اور پوچھا کہ پانی کہاں سے لائی ہے۔ اس نے کہا کہ میں کل اس وقت وہاں سے چلی تھی۔ انہوں نے کہا کہ تجھے رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں۔ اس نے کہا کون رسُول اللہ؟ وہی جنہوں نے نیا دین نکالا ہے؟ انہوں نے کہا وُہ اللہ کے سچے رسُول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں، اور اس کو ساتھ لے کر آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور انہیں پکھالوں سے پانی لے کر اس میں کلی کی اور اس کو انہیں پکھالوں میں ڈلوا دیا، اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ آؤ

خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ! چنانچہ سب لشکر نے پیا اور پلایا، وُہ عورت کھڑی سب کچھ دیکھتی رہی۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب ان پکھالوں کا منہ باندھ دیا گیا تو خدا کی قسم یوں معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ بھری ہُوئی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ اس عورت کو کچھ جمع کر دو! چنانچہ کھجوریں، آٹا، ستو بہت کچھ اس کو جمع کر دیا۔

فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلَمِيْنَ وَاللّٰهِ مَا رَزَأْنَا مِنْ مَّائِكِ شَيْئًا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ هُوَ سَقَانَا قَالَ فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ احْتُبِسَتْ عَنْهُمْ فَقَالُوْا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِيْ رَجُلَانِ وَذَهَبَا بِيْ إِلٰى هٰذَا الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ فَفَعَلَ بِمَائِيْ كَذَا وَكَذَا الَّذِيْ قَدْ كَانَ فَوَاللّٰهِ إِنَّهُ لَأَسْحَرُ مِنْ بَيْنِ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَآءِ تَعْنِي السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ أَوْ أَنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدُ يُغِيْرُوْنَ عَلٰى مَا حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا يُصِيْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِيْ هِيَ فِيْهِ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أَرٰى أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدَعُوْنَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَكُمْ

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو جانتی ہے کہ واللہ ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم بھی نہیں کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بھی پلا دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ وُہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی تو اس نے ان سب کو جمع کیا لوگوں نے کہا تجھے کس نے روک لیا تھا؟ وُہ بولی عجیب واقعہ پیش آیا کہ مجھ کو دو شخص اس کے پاس لے گئے جس نے نیا دین نکالا ہے اور وُہ واقعات جو وہاں گزرے تھے بیان کر کے کہا یا تو زمین وآسمان کے درمیان اس سے بڑا کوئی جادوگر نہیں، یا وُہ بے شک اللہ کے سچے رسُول ہیں! اس واقعہ کے بعد مسلمان مجاہدین اس قبیلے کے اطراف و جوانب تاخت وتاراج کرتے تھے، لیکن اس قبیلے کا قصد نہیں کرتے تھے، ایک روز اس عورت نے اپنے قبیلے سے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ مسلمان تمہیں قصداً چھوڑ دیتے ہیں کیا تم مسلمان ہونا مناسب سمجھتے ہو؟ لوگوں

فِی الْاِسْلَامِ فَاَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا — نے اس کی اطاعت کی اور وُہ کُل قبیلہ مسلمان
فِی الْاِسْلَامِ۔ — ہوگیا۔

(بخاری، مسلم، بیہقی، خصائص کبریٰ ص۴۲/۲ زرقانی ص۱۶۵/۵)

اس حدیث مبارک میں غور کیجئے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لشکر کو دو پکھالوں کے پانی سے سیراب فرمایا اور وُہ بھری کی بھری رہیں، بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بھری ہُوئی نظر آتی تھیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ قدرت بھی حاصل تھی کہ بغیر پکھالوں کے پانی موجود فرما دیتے، جیساکہ بارہا آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے چشمے جاری کیے، لیکن دو جلیل القدر صحابی بھیج کر اس عورت کو بلانے اور پکھالوں میں کلی کر کے ڈالنے میں بے شمار حکمتیں تھیں۔

ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ عبودیت نہایت پسند تھا کیونکہ یہ مقام تمام مقامات سے ارفع واعلیٰ ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پانی جاری فرما دیتے تو ممکن تھا کہ کسی کو خیال ہوتا کہ آپ پانی کے خالق ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کلمۂ کُن مقربین بارگاہ الٰہی کو عطا ہوتا ہے۔ اور جب وہ کسی چیز کو موجود کرنا چاہتے ہیں تو ان کا باذنِ پروردگار "کُن" کہہ دینا کافی ہوتا ہے مگر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے کمالِ ادب سے اس کو گوارا نہیں فرماتے تھے تاکہ کسی کو خالقیت کا گمان نہ ہو۔ دیکھیے جنت میں ہر مومن کو یہ تصرف اور اقتدار حاصل ہوگا کہ وُہ جس چیز کو چاہے گا موجود ہو جائے گی، چونکہ اس کا منشا تقربِ خداوندی ہے تو اگر مقربانِ بارگاہِ الٰہی کو یہ صفت دُنیا میں بھی عطا ہو جائے تو فضلِ الٰہی سے کون سی بڑی بات ہے، اس قسم کے خیالات کو مشرکانہ خیالات کہنا محرومی اور نافہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔

دُوسرے یہ کہ نگاہِ نبوت سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ یہی واقعہ ایک قبیلے کے مسلمان ہونے کا سبب بن جائے گا۔ اس وجہ سے صحابۂ کرام قصداً اس قبیلے کو چھوڑ دیتے تھے اور پھر وُہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس قبیلے کی عورت کے پانی سے ایک بار نفع اٹھایا ہے، اگرچہ اس عورت نے کوئی احسان نہیں کیا تھا، کیونکہ اس کے پانی سے تو

ایک قطرہ بھی خرچ نہیں ہُوا بلکہ اور زیادہ ہو گیا تھا، تاہم یہ تو ضرور ہُوا کہ قدرتی پانی اس کی پکھالوں سے نکلتا رہا۔ ممکن ہے اس کا پانی اس میں شامل ہو گیا ہو۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءٍ فَشَرِبَ مِنَ الدَّلْوِ ثُمَّ مَجَّ فِی الْبِئْرِ فَفَاحَ مِنْہُ مِثْلُ رَائِحَۃِ الْمِسْکِ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا، اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس میں سے کستوری کی سی خوشبو آنے لگی۔

(ابن ماجہ، احمد بیہقی، ابونعیم، خصائص ص۶۱/۱، زرقانی ص۹۶/۴)

حضور کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن اس میں ڈال دیا اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ مدینۂ منورہ میں اس سے بڑھ کر میٹھا کنواں کوئی نہ تھا۔

(خصائص کبریٰ ص۶۱/۱ شفا شریف ۲۱۸/۱)

حضرت امّ جندب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبیٰ کے پاس رمی فرماتے ہُوئے دیکھا، پھر آپ منیٰ میں اپنے مقام پر واپس تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو جو آسیب زدہ تھا لے کر حاضر ہُوئی اور عرض کی یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے کہ بات نہیں کرتا۔

فَاَمَرَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَآءَتْ بِتَوْرٍ مِّنْ حِجَارَۃٍ فِیْہِ مَآءٌ فَاَخَذَ بِیَدِہٖ فَمَجَّ فِیْہِ وَدَعَا فِیْہِ وَاَعَادَہٗ فِیْہِ ثُمَّ اَمَرَھَا فَقَالَ اَسْقِیْہِ وَاغْسِلِیْہِ فِیْہِ قَالَتْ فَتَبِعْتُھَا فَقُلْتُ ھَبِیْ لِیْ مِنْ ھٰذَا الْمَآءِ

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ، تو وُہ ایک برتن میں پانی لے آئی، آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دُعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ، امّ جندب کہتی ہیں کہ جب وُہ چلی تو میں بھی

قَالَتْ خُذِیْ مِنْهُ فَاَخَذْتُ مِنْهُ حَفْنَةً فَسَقَیْتُهُ ابْنِیْ عَبْدَاللّٰهِ فَعَاشَ فَکَانَ مِنْ بِرِّهٖ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّکُوْنَ قَالَتْ وَلَقِیْتُ الْمَرْاَةَ فَزَعَمَتْ اَنَّ ابْنَهَا بَرِاَ وَاَنَّهٗ غُلَامٌ لَا غُلَامَ خَیْرٌ مِّنْهُ وَلَفْظُ اَبِیْ نُعَیْمٍ بَرِاَ وَعَقَلَ عَقْلًا لَیْسَ کَعُقُوْلِ النَّاسِ۔

اس کے پیچھے ہو گئی اور اس سے کہا کہ اس میں سے تھوڑا پانی مجھے بھی دے دو! اس نے کہا لے لو! میں نے وُہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلا دیا تو وُہ ماشاء اللہ زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہُوا۔ پھر میں اس عورت سے ملی تو معلوم ہوا کہ اس کا لڑکا اچھا ہو گیا تھا اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں ایسا ہو گیا کہ اس سے بہتر کوئی لڑکا نہ تھا اور عقل فراست میں بھی اوروں سے بڑھ گیا تھا۔

(بیہقی، احمد، خصائص کبریٰ ص۳۸ ج۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس آسیب کو فرماتے کہ نکل جا! تو اس کی مجال نہ تھی کہ پھر ٹھہر سکتا۔ مگر پانی اس لئے منگوایا اور اس میں کلی فرمائی تاکہ صحابۂ کرام کو میرے لعاب مبارک کی تاثیر کا علم اور مشاہدہ ہو جائے، اسی لئے امّ جندب نے بھی اس عورت سے پانی حاصل کیا اور اپنے لڑکے کو پلایا کیونکہ وُہ جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک میں ہر قسم کی برکتیں ہیں۔

سبحان اللہ لعاب مبارک کی یہ تاثیر کہ جانور کو آدمی بنا دیا۔ کیونکہ وُہ لڑکا جب بات ہی نہیں کرتا تھا اور اس میں عقل بھی نہ تھی تو اس کو حیوان ناطق کہنے ہی میں کلام ہے۔ صرف آدمی کی شکل وصورت اور قد وقامت کی بدولت کوئی آدمی نہیں ہو سکتا جب تک وُہ ناطق وعاقل نہ ہو۔ ایسے کو عاقل وناطق بنا دینا بعینہٖ حیوان کو آدمی بنا دینا ہے۔

حضرت عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں موصل کو فتح کیا تھا ان کی بیوی حضرت امّ عاصم فرماتی ہیں کہ عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے وجود سے آتی وُہ ہماری خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہوتی۔

وَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّاسِ قَالُوا مَا شَمِمْنَا رِيحًا أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ عُتْبَةَ فَقُلْنَا لَهُ فِي ذٰلِكَ قَالَ أَخَذَنِي الشَّرٰى عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَتَجَرَّدَ فَتَجَرَّدْتُ عَنْ ثَوْبِي وَتَعَدَّتُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَلْقَيْتُ ثَوْبِي عَلٰى فَرْجِي فَنَفَثَ فِي يَدِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى ظَهْرِي وَبَطْنِي بِيَدِهٖ فَعَبَقَ بِي هٰذَا الطِّيبُ مِنْ يَوْمِئِذٍ۔

(خصائص کبریٰ ص۱۴)

اور جب وُہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ ایک دن ہم نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلے پڑے (پھنسیاں) نمودار ہوئیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی آپ نے مجھ سے فرمایا کپڑے اتار دے! میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا مبارک لعاب دہن اپنے دستِ مبارک پر ڈال کر میری پشت اور میرے پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہوگئی اور میری بیماری جاتی رہی

یہاں مقصود ان کی پھنسیوں کا علاج تھا مگر لعاب مبارک نے ان کے جسم پر وُہ اثر کیا کہ بیماری کو دُور کرکے جسم کو پاکیزہ اور خوشبودار بنا دیا، اعلیٰ درجہ کی خوشبو بھی، اگر جسم پر لگا دی جائے تو دو چار روز سے بڑھ کر اس کا اثر نہیں رہ سکتا مگر سبحان اللہ لعابِ دہن کی تاثیر دیکھیے جسم میں سرایت کر گئی، مادۂ جسم کی ماہیت کو بدل کر دائمی معطر کر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے دن کچھ تھوڑا سا کھانا پکانے کا انتظام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسُول اللہ تھوڑا سا کھانا ہے چند اصحاب کو اپنے ہمراہ لے چلیں! فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور روٹیاں نہ پکائے اور بآوازِ بلند پکار کر فرما دیا کہ اے اہلِ خندق جابر نے ہماری دعوت کی ہے سب چلو! حضرت جابر فرماتے ہیں کہ یہ سُن کر میں جلدی سے گھر گیا اور بیوی سے کہا اے نیک بخت حضور صلی اللہ علیہ

وسلم مع تمام مہاجرین اور انصار اور دیگر ہمراہیوں کے تشریف لا رہے ہیں اس نے کہا کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ کھانا بہت مختصر ہے؟ فرمایا ہاں! کہا تو پھر کوئی فکر کی بات نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

فَاَخْرَجْتُ لَهٗ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ اَكَلُوْا وَهُمْ اَلْفٌ حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

(بخاری ۲ صفحہ ۵۸۸ مسلم وخصائص کبریٰ صفحہ ۲۲۷ جلد ۱)

تو میں گندھا ہُوا آٹا آپ کے رُوبرو لایا، آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دُعاءِ برکت فرمائی۔ پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دُعاءِ برکت فرمائی۔ جب کھانا تیار ہُوا تو تقسیم شروع فرمائی۔ حضرت جابر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ایک ہزار صحابہ تھے۔ سب نے سیری سے کھایا مگر پھر بھی کھانا اسی طرح باقی رہا۔ گویا کہ کسی نے کھایا ہی نہیں۔

غور کیجئے کہ حضرت جابر نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند آدمیوں کے ساتھ دعوت دی اور آپ نے خود اپنی طرف سے تمام کو دعوت دے دی، یہ کیسی عجیب بات ہے؟ اس راز کو ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا، البتہ اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اس قسم کے معاملات میں تصرّف واقتدار دیا تھا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کو اقتدارات و اختیارات دیتا ہے اور وُہ اس اقتدار و اختیار سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، باوجود اس کے جب وُہ بادشاہ کے رُوبرو ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کسی قسم کی حکومت حاصل نہیں، اگر حکومت ہے تو بادشاہ ہی کو ہے۔ اسی طرح مقربانِ بارگاہِ خداوندی کی بھی حالت ہے، اُن کو اقتدارات واختیارات سب کچھ حاصل ہوتے ہیں مگر چونکہ وُہ ہمیشہ مشاہدہ اور حضوری میں ہوتے ہیں اس لئے عاجزی اور تضرع کا ان پر غلبہ ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی وقت آجاتا ہے تو پھر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، فی الحقیقت مقربانِ بارگاہِ الٰہی کی ایسی ہی کچھ نرالی حالت ہوتی ہے جس کا سمجھنا معمولی عقلوں کا کام نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زمزم شریف کا ایک ڈول لایا گیا۔

فَمَجَّ فِيْهِ فَصَارَ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ۔ (شفا شریف ۲۱۸)

آپ نے اس میں کلی کی تو وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہو گیا۔

حضرت حبیب کے والد حضرت فدیک یا فریک کی آنکھیں سانپ کے انڈوں پر پاؤں آجانے کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔

فَكَانَ لَا يُبْصِرُ بِهِمَا شَيْئًا فَنَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَاَبْصَرَ فَرَاَيْتُهٗ يُدْخِلُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ۔

(بیہقی، طبرانی، شفا شریف صہ ۲۱۳ خصائص کبریٰ صہ ۶۹، زرقانی علی المواہب صہ ۱۸۸)

اور انہیں دونوں آنکھوں سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں تھوک دیا تو وہ بینا ہو گئے اور سب کچھ نظر آنے لگا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں خود دھاگا ڈالا کرتے تھے۔

سانپ کے انڈوں پر پاؤں آجانے سے ان کی بینائی کا زائل ہو جانا ایک عجیب بات ہے شاید ظاہر بینوں کو اس قسم کے اثر ماننے میں تامل ہوگا، مگر اہلِ علم و عقل جانتے ہیں کہ اشیاء کی تاثیرات خاص خاص مقامات پر ہوتی ہیں، ادویہ کا حال دیکھئے کوئی دوا سر میں تاثیر کرتی ہے کوئی جگر میں کوئی گردہ اور کوئی مثانہ وغیرہ میں، ستاروں کی تاثیرات کا یہ حال ہے کہ اتنی دور سے کسی کی تاثیر سے غلہ میں دودھ وغیرہ پیدا ہوتا ہے اور کسی کی تاثیر سے غلہ پختہ ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سانپ کے انڈے کی تاثیر خاص آنکھوں سے متعلق ہو تو کیا تعجب ہے؟ غرض کہ معنوی آثار کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس چیز میں کس قسم کی تاثیرات رکھی ہیں۔ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے سے اس پر اعتراض کر دینا عقلمند کا کام نہیں جب عموماً اشیاء میں ایسی تاثیرات رکھی ہیں کہ ان کے سمجھنے میں عقل حیران ہوتی ہے،

تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن میں ہمہ اقسام کی تاثیرات رکھی گئی ہوں تو کیا تعجب ہے، وہ تو باعثِ ایجاد عالم ہیں، تمام عالم نے ضرور آپ کا مسخر اور ممنون ہونا تھا، اسی وجہ سے آپ کے تصرفات تمام عالم پر برابر جاری ہیں۔

ایک مبارک فضلہ میں ایسی تاثیرات ہوں تو جن پر خاص نظر مبارک تھی ان کے قوائے روحانی اور بصیرت کا کیا حال ہوگا؟ اسی وجہ سے کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت ملاعب الاسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیٹ میں سخت درد رہا کرتا تھا۔ میں نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغرض شفا بھیجا۔

فَتَنَاوَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَدَارَۃً مِّنَ الْاَرْضِ فَتَفَلَ فِیْہَا ثُمَّ نَاوَلَہَا اِیَّاہُ فَقَالَ دُفْہَا (اے خلطھا) بِمَاءٍ ثُمَّ اَسْقِہَا اِیَّاہُ فَفَعَلَ فَبَرِأَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھیلا زمین سے لے کر اس پر تھوکا اور فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول کر پلا دو۔ جب وُہ پلایا گیا تو فوراً صحت ہوگئی۔

(خصائص صا۷)

اس حدیث مبارک سے ظاہر ہے کہ لعاب مبارک میں خاص قسم کی تاثیر تھی اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پہنچانے کی یہ تدبیر کی کہ ڈھیلے پر ڈالا، وُہ ڈھیلے میں جذب ہوگیا اور وُہ ڈھیلا پانی میں گھول کر پلایا گیا تو اس کی تاثیر یہ ہُوئی کہ ایک مُضر بیماری جاتی رہی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں پر آشوب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا۔

فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَدَعَا لَہٗ فَبَرِءَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجَعٌ۔

اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈال دیا، اور دُعاء فرمائی تو وُہ فوراً تندرست ہوگئے گویا کبھی درد چشم ہوا ہی نہ تھا۔

(بخاری شریف ص۶۰۶)

امام المسلمین امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَعَلِیٌّ مِّنْ رَمَدٍ بِہٖ دَاوَیْتَہٗ

فِیْ خَیْبَرَ فَشُفِیْ بِطِیْبِ لَمَاکَ (قصیدہ نعمان)

اور خیبر کی لڑائی میں جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آشوب ہُوا تو آپ کے لب مبارک لگانے سے اسی وقت شفا ہوگئی تھی۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رُمِيْتُ بِسَهْمٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَفُقِئَتْ عَيْنِيْ فَبَصَقَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لِيْ فَمَا اٰذَانِيْ مِنْهَا شَيْءٌ۔
(خصائص کبریٰ ص ۲۰۵/۱)

کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا تو وہ پھوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا تھوک مبارک ڈال دیا اور دُعا فرمائی۔ پس مجھے اس تیر کے لگنے کی ذرا بھی تکلیف نہ رہی اور آنکھ بالکل درست ہوگئی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَانْكَفَاتِ الْقِدْرُ عَلٰى ذِرَاعِ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ وَهُوَ طِفْلٌ فَمَسَحَ عَلَيْهِ وَدَعَا لَهٗ وَتَفَلَ فِيْهِ فَبَرَأَ لِحِيْنِهٖ
(شفاء شریف ص ۲۱۴/۱ بخاری، بیہقی، خصائص کبریٰ ص ۷۹/۲، زرقانی ص ۱۹۲/۵)

کہ محمد بن حاطب جو بچے تھے ان کے ہاتھ پر پکتی ہوئی ہنڈیا گر پڑی جس سے ان کا ہاتھ جل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلی ہوئی جگہ پر ہاتھ مبارک پھیرا اور دُعا فرمائی اور اس پر تھوک دیا تو وُہ ہاتھ اسی وقت اچھا ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے میرے چہرے پر ایسا زخم مارا کہ سر کی ہڈیاں تک کھُل گئیں۔

فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَشَفَ عَنْهَا وَنَفَثَ فِيْهَا فَمَا اٰذَانِيْ مِنْهَا شَيْءٌ۔
(طبرانی، خصائص ص ۲/۶)

مَیں اسی حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹی کھول کر اس زخم میں تھوک دیا۔ پس اس کے بعد مجھے بالکل تکلیف نہ ہوئی اور وُہ زخم اچھا ہوگیا۔

چہرے پر ایسا زخم جس سے سر کی ہڈیاں کھُل گئیں وُہ کیسا گہرا زخم ہوگا مگر لعاب مبارک کی تاثیر سے وُہ فوراً اچھا ہوگیا۔

حضرت عمرو بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا۔ وُہ پاؤں اسی وقت اچھا ہوگیا۔

(اصابہ ترجمہ عمرو بن معاذ انصاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ غزوہ ذی قرد (محرم ۷ھ) میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک تیر لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔

فَبَصَقَ عَلٰى اَثَرِ سَهْمِهٖ فِىْ وَجْهِ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ فَمَا ضَرَبَ عَلَیَّ وَلَا قَاحَ۔

اور زخم پر تھوک دیا، فرماتے ہیں کہ اس وقت سے نہ تو مجھے درد ہوا اور نہ زخم میں پیپ پڑی بلکہ اچھا ہوگیا۔ (شفا شریف ص۲۱۲)

اس لعاب دہن کو جاں بخش کہنا چاہیئے کہ وہ زخم کاری جس کی دوا نہ ہوتی تو ہلاکت کو پہنچا دیتا، اس کو فوراً اچھا کر دیا۔

غزوۂ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر ایسی ضرب شدید لگی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ شہید ہوگئے، فرماتے ہیں۔

فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِیْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَیْتُهَا حَتّٰى السَّاعَةِ۔

کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا آپ نے تین بار اس پر دم کر دیا پھر پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔

(بخاری شریف ص۶۰۵)

جنگ احد میں حضرت کلثوم بن حصین کے سینے میں ایک تیر لگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے۔

فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِ فَبَرِئَ (شفا شریف ص۲۱۳)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر تھوک دیا۔ وہ فی الفور اچھے ہوگئے۔

جنگ بدر میں ابو جہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔

فَجَآءَ یَحْمِلُ یَدَهٗ فَبَصَقَ عَلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَلْصَقَهَا فَلَصِقَتْ۔

تو وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا اور اس کو ملا دیا وہ اسی وقت جڑ گیا اور ایسا معلوم

ہوتا کہ کبھی کٹا ہی نہ تھا۔ (شفا شریف ص۲۱۳)

کیا عقلی قاعدے سے ممکن ہے کہ ہاتھ کٹ کر الگ ہو جائے اور وہ پھر کسی تدبیر سے اپنی اصلی حالت پر آجائے، ہرگز نہیں۔

مگر سبحان اللہ! لعابِ دہن کی یہ تاثیر تھی کہ کٹا ہوا ہاتھ دوبارہ جڑ کر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

اب چاہے اسے روحانی اثر، یا دوا، یا معجزہ کہئیے۔ معجزہ کہنے میں اس وجہ سے تامل ہوتا ہے کہ یہ تاثیر بتا کر کسی کافر کو عاجز کرنا مقصود نہ تھا۔ اگر دوا کہیں تو کوئی دوا ایسی نہیں سنی گئی کہ کٹا ہوا ہاتھ فوراً جوڑ دے اور درد بھی نہ ہو، دراصل بات کچھ اور تھی جس کا سمجھنا معمولی عقلوں کا کام نہیں ہے

آزمودم عقل دُور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَاقِ عَلِيِّ ابْنِ الْحَكَمِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اِذِ انْكَسَرَتْ فَبَرِئَ مَكَانَهٗ وَمَا نَزَلَ عَنْ فَرَسِهٖ۔

کہ غزوہ خندق کے دن حضرت علی بن حکم کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا تو وہ اسی وقت اسی جگہ اچھے ہو گئے حالانکہ وہ اپنے گھوڑے سے بھی نہ اتر سکتے تھے۔

(شفاء شریف ص۲۱۳)

سبحان اللہ! آبِ دہن مبارک عجیب نسخہ جامعہ تھا کہ ہر مرض کی دوا اور محتاج کا حاجت روا تھا۔ غور کیجئے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لعاب مبارک کی تاثیرات کا مشاہدہ کرتے ہوں گے تو ان کے نزدیک اس لعاب مبارک کی وقعت اور شان کیا ہوگی، اسی وجہ سے وہ ان برکات کے حصول کے ہر وقت طالب رہتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک میں رکھی تھیں۔

جنگِ بدر میں حضرت حبیب بن لیساف کے مونڈھے پر ایک ایسی ضرب لگی جس سے مونڈھے کی ایک کروٹ لٹک پڑی۔

فَرَدَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَفَثَ عَلَيْهِ حَتّٰى صَحَّ۔ (شفا شریف ص۲۱۳)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لٹکی ہوئی کروٹ کو اس کی جگہ پر رکھ کر اوپر تھوک دیا تو وہ مونڈھا بالکل صحیح ہو گیا۔

حضرت حبیب فرماتے ہیں میں نے اسی ہاتھ سے اس کو قتل کیا جس نے میرے مونڈھے پر ضرب لگائی تھی۔ (بیہقی، خصائص کبریٰ ص۲)

ممکن ہے یہاں کسی کو یہ خدشہ پیدا ہو کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت حاصل تھی تو چاہیئے تھا کہ لشکرِ اسلام میں کوئی شخص زخمی ہو کر نہ مرتا، حالانکہ صدہا آدمی زخموں سے شہید ہو گئے۔ فی الحقیقت یہ ایک عقدۂ لاینحل ہے۔ اس کا سمجھنا اور سمجھانا معمولی عقلوں کا کام نہیں مگر غور و تامل سے اگر کام لیا جائے کہ کچھ نہ کچھ سمجھ میں آجائے۔

اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ اکثر آدمی بیماریوں سے مرتے ہیں اور ہر بیمار اپنی بیماری کا حال طبیبوں اور ڈاکٹروں سے بیان کرتا ہے اور وہ بھی اپنے اصولوں کے مطابق علاج کرتے ہیں جس سے بہت سے لوگوں کو صحت ہو جاتی ہے، اور جس طبیب کا تجربہ وسیع اور جس کے ہاتھ پر زیادہ لوگوں کو صحت ہو جاتی ہو، اکثر لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ بھی بہ قدرِ امکان علاج میں کوتاہی نہیں کرتا۔ باوجود اس کے جس کی قضا آجاتی ہے اس کے علاج سے وہ طبیب بھی عاجز آجاتا ہے اور وہ مریض مرجاتا ہے، اگر طبیبوں اور ڈاکٹروں کے علاج سے موت رُک سکتی تو دنیا میں کوئی بادشاہ اور مالدار نہ مرتا، بادشاہوں کے علاج کے واسطے ہر ملک کے منتخب طبیب جمع کئے جاتے ہیں اور بڑی بڑی امیدیں ان کو دلائی جاتی ہیں مگر انہیں کے زیرِ علاج مرنے والا مرجاتا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ موت کسی حال میں ٹل نہیں سکتی مگر باوجود اس کے ڈاکٹروں اور طبیبوں پر یہ الزام نہیں لگایا جاتا کہ تم نے اس کو مار ڈالا یا علاج میں غفلت کی کیونکہ سب جانتے ہیں کہ موت کا علاج نہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود
واں دوا در نفع خود گمرہ شود

جب بیمار کی قضا آجاتی ہے تو طبیب کی عقل ماری جاتی ہے وُہ کچھ کا کچھ نسخہ تجویز کر بیٹھتا ہے اور اگر نسخہ درست و مفید بھی ہو تو وُہ دوا اپنے مسلّمہ فائدہ کے بجائے الٹی تاثیر کرتی ہے۔

از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت
آب آتش را مدد شد ہمچو نفت

ہلیلہ جو قبض کشا ہے اس سے قبض ہو گئی اور کھل کے اجابت ہونا جاتا رہا، اسی طرح پانی جو ٹھنڈی چیز ہے مٹی کے تیل کی طرح آتشِ بخار کی مدد بن گیا۔

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش
شیر و اژدرہا بود زو ہمچو موش

غرض یہ قضا ایک بادل ہے سُورج کو چھپا لینے والا، جس کے آگے شیر اور اژدھے چوہے کی طرح ضعیف و عاجز ہیں۔

اللہ تعالیٰ عالم پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ کر چکا ہے کہ فلاں چیز اتنی مدّت تک باقی رہے گی اور اس میں فلاں فلاں قسم کے تغیرات واقع ہوں گے اسی کو تقدیر اور قضا کہتے ہیں اور یہ قضا دو قسم کی ہے ایک مُعلّق اور دُوسری مُبْرَم۔

معلّق وُہ ہے کہ کسی وجہ یعنی دُعا یا دوا یا صدقات وغیرہ سے ٹل جائے، اگر وُہ دُعا یا دوا یا صدقہ نہ کیا جائے تو ہلاکت کی نوبت آجائے اسی وجہ سے آدمی بیماری یا مُصیبت کے وقت دُعا یا دوا یا صدقہ وغیرہ کرتا ہے اور صحت ہو جاتی ہے جس سے طبیب یا دُعا کرنے والا نیک نام ہو جاتا ہے اور قضائے مبرم وُہ ہے کہ نہ دُعا سے ٹلے نہ دوا وغیرہ سے۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی معاملے میں دیکھتے کہ قضائے مُعلّق ہے تو دُعا یا کسی اور قسم کا تصرّف فرماتے اور جب دیکھتے کہ قضائے مُبْرَم ہے تو کسی قسم کا تصرّف نہ فرماتے بلکہ راضی برضائے الٰہی رہتے کیونکہ یہ تو منظور ہی نہ تھا کہ

خدا تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ حضرت امام حسین حالتِ غربت میں انواع و اقسام کے مصائب اور سختیاں اٹھا کر شہید ہوں گے تو آپ نے اس کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ فرمایا، اسی طرح صحابۂ کرام کی شہادت کے وقت آپ اپنے تصرفات ظاہر نہیں فرماتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قضائے مبرم ہے۔

بعض لوگوں نے قضا کی تین قسمیں فرمائی ہیں معلق، مُبرم اور معلق شبیہ بالمبرم۔ تیسری قسم کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوحِ محفوظ میں تو مبرم لکھی ہوتی ہے مگر اللہ کے نزدیک معلق ہوتی ہے۔ خاص محبوبانِ خدا کی دُعاؤں سے یہ بدل جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ میری دُعا سے قضائے مبرم بھی ٹل جاتی ہے۔ اس سے یہی تیسری قسم ہی مُراد ہے جیسا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادوں کے معلّم خاص تھے) کی پیشانی کو نظرِ بصیرت و کشف سے دیکھا تو ان کی پیشانی پر شقی (بدبخت) لکھا ہوا تھا حضرت نے اپنے صاحبزادوں سے یہ کیفیت بیان فرمائی۔ صاحبزادے ملتمس ہوئے کہ حضرت دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی شقاوت کو سعادت سے بدل دے۔

فَقَالَ الْمُجَدِّدُ نَظَرْتُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ فَإِذَا فِيْهِ أَنَّهُ قَضَاءٌ مُّبْرَمٌ لَا يُمْكِنُ رَدُّهُ فَالْتَجَا وَلَدَاهُ الْكَرِيْمَانِ فِي الدُّعَاءِ لَمَّا الْتَمَسَا مِنْهُ فَقَالَ الْمُجَدِّدُ فَذَكَرْتُ مَا قَالَ غَوْثُ الثَّقَلَيْنِ السَّيِّدُ السَّنَدُ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ أَيْضًا يُرَدُّ بِدَعْوَتِي فَدَعَوْتُ اللّٰهَ

حضرت مجدد صاحب نے فرمایا ہم نے لوحِ محفوظ میں نظر فرمائی تو وہاں بھی شقی ہی لکھا ہوا تھا اور یہ بھی تھا کہ یہ قضائے مبرم ہے جس کا بدلنا ممکن نہیں مگر صاحب زادوں نے دُعا کیلئے پُرزور التجا کی حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت غوث الثقلین السید السند محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد کر کے کہ بے شک میری دُعا سے قضائے مبرم بھی ٹل جاتی ہے اللہ پاک سے

سُبۡحَانَهٗ وَقُلۡتُ اللّٰهُمَّ رَحۡمَتُكَ وَاسِعَةٌ وَفَضۡلُكَ غَيۡرُ مُقۡتَصِرٍ عَلٰى اَحَدٍ اَرۡجُوۡا وَاَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ الۡعَمِيۡمِ اَنۡ تُجِيۡبَ دَعۡوَتِيۡ فِيۡ مَحۡوِ كِتَابِ الشَّقَاءِ مِنۡ نَّاصِيَةِ مُلَّا طَاهِرٍ اَنَّهٗ مُحِيَ مِنۡهَا كَلِمَةُ شَقِيٍّ وَكُتِبَ مَكَانَهٗ سَعِيۡدٌ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ۔

دُعا کی اور عرض کیا کہ اے اللہ تیری رحمت وسیع ہے اور تیرا فضل کسی ایک پر ہی محدود نہیں، میں امیدوار ہوں اور تجھ سے تیرے فضلِ عمیم کا سوال کرتا ہوں کہ میری دُعا قبول فرما اور ملا طاہر کی پیشانی سے شقاوت مٹا دے۔ چنانچہ الحمد للہ کہ کلمہ شقی مٹ گیا اور سعید لکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں۔

(تفسیر مظہری ص۲ زیر آیت یمحوا اللہ مایشاء و یثبت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رءوف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔

اَكۡثِرُوۡا مِنَ الدُّعَآءِ فَاِنَّ الدُّعَآءَ يَرُدُّ الۡقَضَآءَ الۡمُبۡرَمَ۔

دُعا زیادہ کرو بے شک دُعا قضائے مُبرم کو بھی ٹال دیتی ہے۔

(ابن عساکر، خطیب، کنز العمال جلد ثانی ص۳۹)

ثابت ہُوا کہ محبوبانِ خدا کی دُعا سے قضائے مبرم بھی ٹل جاتی ہے ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور یہ بھی ثابت ہُوا کہ لوحِ محفوظ اولیاء کاملین کے پیشِ نظر ہوتی ہے ؎

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء

(مثنوی)

فوائد

۱۔ یہ کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بھی آپ کی احادیث لکھ لیا کرتے، اور آپ انہیں منع نہ فرماتے بلکہ فرماتے لکھو میرے منہ مبارک سے سِوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

۲۔ یہ کہ آپ کا دہن بے حد خوشبودار، بہت ہی بابرکت دافع الامراض اور دافع الآلام ہے۔

۳۔ یہ کہ صحابہ کرام تکلیف و بیماری میں طبیبِ دوجہاں رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوتے اور حضور خداداد قوت و برکت سے ان کی تکلیفوں و مصیبتوں اور بیماریوں کو دُور فرماتے۔

۴۔ یہ کہ لوحِ محفوظ اولیاء اللہ کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔

۵۔ یہ کہ اولیاء اللہ کی دُعاؤں سے تقدیر بدل جاتی ہے۔

زبانِ مُبارک

وُہ زباں جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اُس کی پیاری فصاحت پہ بیحد درُود
اُس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اُس کی باتوں کی لذّت پہ لاکھوں درُود
اُسکے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس نہایت پاکیزہ علم و ادب، فصاحت و بلاغت، حق و صداقت اور لطف و محبت کا منبع و مظہر تھی۔ آپ کا کلام شیریں، حق و باطل میں فرق کرنے والا، واضح اور مبین اور ہر قسم کے عیوب یعنی افراط و تفریط، جھوٹ غیبت، بدگوئی اور فحش کلامی وغیرہ سے منزّہ اور پاک تھا۔ گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔

(زرقانی علی المواہب ص ۹۹/۴)

اس کے علاوہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس قدر علوم عطا فرمائے تھے کہ آپ ہر ایک زبان میں بامحاورہ کلام فرماتے تھے۔ جب آپ دُوسری زبان میں گفتگو فرماتے تو اس زبان کے قواعد فصاحت و بلاغت کے مطابق فرماتے کہ زبان داں بھی حیران رہ جاتے۔ محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جب کوئی آدمی خواہ وُہ کسی ملک کا ہوتا آپ کے حضور حاضر ہو کر اپنی بولی میں کچھ بولتا تو آپ اسی بولی میں اس سے باتیں کرتے، یہ آپ کی زبان میں خداداد قدرت و قوت تھی۔

(شفا شریف ص ۴۴/۱)

آپ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے تھے، لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام مخلوق کا علم دیا جاتا اور آپ تمام مخلوق کی زبانوں کے عالم ہُوتے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک وفد کی صورت میں چند لوگ کسی ملک سے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئے آپ

اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ جب وُہ لوگ مسجد میں آئے تو آپ کو پہچان نہ سکے (کیونکہ آپ بادشاہوں کی طرح امتیازی شان سے نہیں بلکہ صحابہ میں مِل جُل کر بیٹھا کرتے تھے) تو ان میں سے ایک شخص نے اپنی بولی میں کہا۔ "من الوان اسران" یعنی تم میں سے رسُول اللہ کون ہیں، حاضرین میں سے کوئی نہ سمجھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اشکدا در" یعنی "آگے آؤ" یہ سُن کر وُہ آگے آئے اور اپنی بولی میں جو جو پُوچھتے رہے آپ اس کا جواب ان کی بولی ہی میں دیتے رہے جس کو سوائے اُن کے صحابۂ کرام میں سے کوئی نہ سمجھا، آخر انہوں نے آپ کو اللہ کا رسُول برحق تسلیم کرلیا، اور بعد از قبولِ اسلام اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

(نسیم الریاض، مواہب لدنیہ)

محمّد بن عبدالرحمٰن زہری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن کسی شخص نے غیر عربی میں بایں الفاظ "یارسول اللہ اید الك الرجل امراته" سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ "نعم اذا کان مفلجا"۔

فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا قَالَ لَكَ وَمَا قُلْتَ لَهٗ قَالَ اِنَّهٗ قَالَ اَیُمَاطِلُ الرَّجُلُ اَھْلَهٗ قُلْتُ لَهٗ نَعَمْ اِذَا کَانَ مُفْلِسًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ طُفْتُ فِی الْعَرَبِ وَ سَمِعْتُ فُصَحَاءَھُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَفْصَحَ مِنْكَ قَالَ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ۔

(خصائص کبرٰی صفحہ ۶۳/۱، زرقانی علی المواہب ۱۰۱/۴)

حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی یارسُول اللہ! اس نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے اس سے کیا فرمایا؟ فرمایا اس نے مجھ سے پوچھا کہ آدمی اپنی بیوی سے قرض لے کر ادائے قرض میں دیر لگا دے تو جائز ہے۔ میں نے کہا ہاں جب کہ وُہ مفلس اور نادار ہو۔ یہ سُنکر حضرت ابوبکرؓ بولے کہ مَیں عرب کے شہروں میں پھرا ہوں، مَیں نے عرب کے بڑے بڑے فصحاء کو سُنا ہے لیکن مَیں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں سُنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شواہد النبوت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچے اور اپنا کلام سُنانا شروع کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کو بطور ترجمان طلب کیا۔ (جو تاجر اور فارسی زبان کا عالم تھا) اس نے حضرت سلمان کا کلام سُنا حضرت سلمان نے اپنے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور ان لوگوں کی بُرائی کی تھی جو لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ مگر ترجمان یہودی نے یہ سمجھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فارسی جانتے نہیں، کہا اے محمدؐ! یہ سلمان تو آپ کو بُرا کہہ رہا ہے آپ نے فرمایا یہ تو ہماری تعریف اور اُن کافروں کی بُرائی کر رہا ہے جو لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ یہ سُن کر

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ يَا مُحَمَّدُ قَدْ كُنْتُ قَبْلَ هٰذَا اَتَّهِمُكَ وَالْاٰنَ تَحَقَّقَ عِنْدِيْ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ۔

(سیرۃ الحلبیۃ ص۱۸۲ ج۱)

اس یہودی نے کہا اے محمدؐ! بے شک اس سے پہلے تو میں آپ کو بُرا جانتا تھا مگر اب میرے نزدیک ثابت ہو گیا ہے کہ بلا شبہ آپ اللہ کے سچے رسُول ہیں پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور بے شک آپ اللہ کے رسُول ہیں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا کہ سلمان کو عربی سکھا دو!

فَقَالَ قُلْ لَهٗ لِيُغْمِضْ عَيْنَيْهِ وَيَفْتَحْ فَاهُ فَفَعَلَ سَلْمَانُ فَتَفَلَ جِبْرِيْلُ فِيْ فِيْهِ فَشَرَعَ سَلْمَانُ يَتَكَلَّمُ بِالْعَرَبِيِّ الْفَصِيْحِ۔

(سیرۃ الحلبیۃ ص۱۸۲ ج۱)

تو جبریل نے فرمایا آپ سلمان سے کہئے کہ وہ آنکھیں بند کر لیں اور منہ کھول دیں، انہوں نے ایسا ہی کیا تو جبریل نے ان کے منہ میں تھوکا۔ پس حضرت سلمان نے فصیح عربی بولنی شروع کر دی۔

حضرت زید بن ارقم اور حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ کے ایک راستے سے گزرے تو وہاں ایک اعرابی کا خیمہ نصب تھا

خیمہ کے باہر ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی اور قریب ہی وہ اعرابی زمین پر دھوپ میں سویا ہوا تھا۔ اس ہرنی نے تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا مشکل پیش آگئی ؟ ہرنی نے کہا کہ اس اعرابی نے مجھے پکڑ کر باندھ دیا ہے اور میرے بہت چھوٹے دو بچے اس جنگل کے فلاں پہاڑ میں ہیں آپ مجھے آزاد کرا دیں تاکہ میں ان کو دودھ پلا کے آجاؤں ؟ فرمایا کیا واقعی واپس آجائے گی ؟ اس نے کہا اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ مجھے دردناک عذاب دے۔ آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ آپ نے اسی طرح اس کو باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی جاگ پڑا۔ تو اس نے آپ کو دیکھ کر کہا آپ کیسے تشریف لائے ہیں ؟

قَالَ تُطْلِقُ هٰذِهِ الظَّبْيَةَ فَاَطْلَقَهَا فَخَرَجَتْ تَعْدُوْ فِي الصَّحْرَاءِ تَجْرِيْ جَرْيًا شَدِيْدًا فَرْحًا وَهِيَ تَضْرِبُ بِرِجْلَيْهَا الْاَرْضَ وَتَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ۔

آپ نے فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دے اُس نے اسی وقت چھوڑ دیا تو وہ آزاد ہوتے ہی فرطِ مسرت میں بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتی، اچھلتی اور کودتی ہوئی یہ کہتی تھی اشہدان لا الٰہ الا اللہ وانک لرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(زرقانی علی المواہب منہ ۵ دلائل النبوت ابو نعیم منہ ۳۲)

اور اونٹ نے آپ کے حضور فریاد کی کہ میرا مالک کھانا کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔ (ابو داؤد) حضور نے فرمایا ہم اس پتھر کو پہچانتے ہیں جو قبل از اعلانِ نبوت ہم کو سلام کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ) ستون حنانہ نے آپ کے فراق میں گریہ فرمایا تو آپ نے اس کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا اگر ہم اس کو سینے سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک روتا ہی رہتا۔

(شفاء شریف)

امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وَالذِّئْبُ جَاءَكَ وَالْغَزَالَةُ قَدْ اَتَتْ
بِكَ تَسْتَجِيْرُ وَتَحْتَمِيْ بِحِمَاكَ

اور بھیڑیئے نے آپ کے پاس آکر آپ کی تصدیق کی اور ہرنی نے بحالتِ قید

آپ کی پناہ مانگی اور وہ اظہار شادمانی کرتی تھی۔

وَکَذَا الْوُحُوْشُ اَتَتْ اِلَیْکَ وَسَلَّمَتْ
وَشَکَا الْبَعِیْرُ اِلَیْکَ حِیْنَ رَاٰکَ

اور اسی طرح وحشی جانوروں نے آکر آپ کو سلام کیا اور اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کے حضور اپنے حال کی شکایت کی۔

وَدَعَوْتَ اَشْجَارًا اَتَتْکَ مُطِیْعَۃً
وَسَعَتْ اِلَیْکَ مُجِیْبَۃً لِنِدَاکَ

اور آپ نے درختوں کو بلایا تو وہ تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے آپ کے حضور دوڑ کر حاضر ہو گئے (اور آپ کی صداقت کی گواہی دی)

وَعَلَیْکَ ظَلَّلَتِ الْغَمَامَۃُ فِی الْوَرٰی
وَالْجِذْعُ حَنَّ اِلٰی کَرِیْمِ لِقَاکَ

اور بادلوں نے آپ پر سایہ کیا اور ستون حنانہ آپ کے فراق میں رو دیا۔

(قصیدۃ النعمان)

امام سیوطی اور امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہما روایت نقل فرماتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّہَ رُسُلَہٗ اِلَی الْمُلُوْکِ فَخَرَجَ سِتَّۃُ نَفَرٍ مِّنْھُمْ فِیْ یَوْمٍ وَّاحِدٍ فَاَصْبَحَ کُلُّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ یَتَکَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ بَعَثَہٗ اِلَیْھِمْ۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابی ایک ہی دن مختلف ملکوں کے بادشاہوں کی طرف روانہ فرمائے تو ان میں سے ہر ایک (بغیر سیکھے پڑھے) اسی ملک کی زبان میں گفتگو کرنے لگا، جس ملک کی طرف اس کو روانہ فرمایا تھا۔

(شفاء شریف ص۲۰۹، خصائص کبریٰ ص۲)

جب غلاموں کو تصرف سے مختلف زبانوں کا عالم بنا دیا تو کیا خود مختلف زبانوں کے عالم نہیں ہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

معلوم ہوا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں، پتھروں، لکڑیوں اور دیگر سب

مخلوق کی بولیاں جانتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ میں ایک کام ہے۔ تم بکریوں کی حفاظت رکھنا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دیر کے بعد واپس آیا تو بولا کہ میں مکہ میں ایک شخص سے ملا ہوں جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں شاعر ہے، کاہن ہے، جادوگر ہے، پھر خود ہی کہنے لگا خدا کی قسم!

لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ فَمَا هُوَ بِقَوْلِهِمْ وَلَقَدْ وَضَعْتُ قَوْلَهُ عَلٰى اَقْرَاءِ الشِّعْرِ فَمَا يَلْتَئِمُ عَلٰى لِسَانِ اَحَدٍ بَعْدِيْ اَنَّهُ شِعْرٌ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَصَادِقٌ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ

(مسلم شریف کتاب الفضائل صفحہ ۲۹۶/۲، دلائل النبوت صفحہ ۲۰۸)

میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے، اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں، اللہ کی قسم میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ ملا کر دیکھا ہے میرے بعد بھی کوئی یہ نہ کہے گا کہ اس کا کلام شعر ہے۔ خدا کی قسم! وہ سچا ہے اور وہ لوگ جو اسے شاعر وغیرہ کہتے ہیں، جھوٹے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری مکے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور جب اپنے بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے۔ پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے ان کو دیکھ کر ان کی آدھی قوم ایمان لے آئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینۂ منورہ تشریف لائے تو باقی قوم بھی ایمان لے آئی۔ اسی طرح قبیلۂ اسلم بھی مسلمان ہو گیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ قبیلۂ غفار کو بخش دے اور قبیلۂ اسلم کو سلامت رکھے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۷/۱)

حضرت یزید بن رومان اور محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں، آپ نے ان کا جواب دیا، اس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ برحق ہونے کو تسلیم کر لیا اور

مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا اے لوگو! بے شک میں نے رُوم کا ترجمہ فارس کا زمزمہ، عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سُنا ہے، مگر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام، ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ وُہ سچے نبی ہیں اس لئے تم میرا کہا مانو اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ضماد نامی (یمن کے قبیلہ) ازدشنوءہ سے مکہ میں آیا تو اس نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ محمدؐ کو جن ہے یا جنون تو اس نے کہا کہ میں ایسے بیماروں کا علاج اور منتر جانتا ہوں، میرے ہاتھ سے بہت لوگ شفایاب ہُوئے ہیں مجھے دکھاؤ وُہ کہاں ہے، لوگ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب وُہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آ کر بیٹھا، آپ نے اس وقت یہ پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں، نفس کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں جس کو وُہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وُہ گمراہ کر دے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اس کا رسول برحق ہوں۔

ضماد نے سُن کر کہا پھر پڑھیئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھا، ضماد نے کہا۔

وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْکَھَنَۃِ وَ

خدا کی قسم میں بہت سے کاہنوں ساحروں اور

قَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَآءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ فَهَلُمَّ يَدَكَ اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَبَايَعَهٗ۔

(مسلم، احمد، بیہقی، خصائص کبریٰ ص۱۳۴)

شاعروں کا کلام سُن چکا ہوں لیکن ان کلمات کی مثل میں نے نہیں سُنا۔ یہ تو معنیٰ ایک بحرِ زخار اور دریائے بے کنار ہیں، اپنا ہاتھ بڑھایئے مَیں دینِ اسلام کو قبول کرتے ہُوئے آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وُہ مسلمان ہو گیا۔ (اور جو اس کو لائے تھے حیران و نادم ہو کر پھر گئے)

حضرت زبیر بن بکار حضرت ابراہیم بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذی قرد سنہ ؁ میں ایک چشمہ پر نزول فرمایا۔

فَقِيْلَ لَهٗ اِسْمُهٗ بَيْسَانُ وَمَآءُهٗ مِلْحٌ فَقَالَ بَلْ هُوَ نُعْمَانُ وَمَآءُهٗ طَيِّبٌ فَطَابَ۔

(شفا شریف ص۲۱۸)

صحابہ نے عرض کیا حضور اس چشمہ کا نام بیسان اور اس کا پانی نمکین ہے فرمایا (نہیں) بلکہ اس کا نام نعمان ہے اور اس کا پانی میٹھا ہے تو وُہ میٹھا ہو گیا۔

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس کو ایک خصوصیت عطا فرماتا ہے کہ جو چیز وُہ چاہے موجود ہو جائے۔ چنانچہ کل جنتیوں کو یہ خصوصیت عطا ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ اور تمہارے لئے وہاں وہی کچھ ہے جو تمہارا جی چاہے گا۔ اور جو تم مانگو گے۔

معلوم ہُوا کہ جنتی کا دِل جو چاہے گا اس کی خواہش کے مطابق اس چیز کا وجود قائم ہو جائے گا۔ دُوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ "کُن" عطا ہو گا یعنی جس چیز کو موجود کرنے کا تصور ہُوا کُن کہا، فوراً وُہ چیز موجود ہو گئی۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آجاتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو وُہ

منہ مار مار کر آپ کا سانگ لگایا کرتا تھا۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کُنۡ کَذٰلِکَ فَلَمۡ یَزَلۡ یَخۡتَلِجُ حَتّٰی مَاتَ۔

(طبرانی، مستدرک، بیہقی، خصائص ص ۷۹ ج ۲)

ایک دِن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرما دیا ایسا ہی ہو جا (بس آپ کی زبان مبارک سے کلمہ کُن کا نکلنا تھا کہ وُہ ایسا ہی ہو گیا) اور مرتے دَم تک مُنہ مارتا رہا۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کے لئے صاف لفظوں میں فرما دیا فوراً اس کا وجود ہو گیا ۔

وُہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔

فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کُلۡ بِیَمِیۡنِکَ فَقَالَ لَا اَسۡتَطِیۡعُ قَالَ لَا اسۡتَطَعۡتَ مَا مَنَعَہٗ اِلَّا الۡکِبۡرُ قَالَ فَمَا رَفَعَہَا اِلٰی فِیۡہِ۔

(مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۳۶)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا یعنی بے کار ہے آپ نے فرمایا۔ جا آج سے بیکار ہی ہے اس نے یہ جھوٹا عذر صرف تکبر سے کیا تھا، چنانچہ اس دن سے وُہ ہاتھ ایسا بیکار ہُوا کہ پھر کبھی مُنہ تک نہ آسکا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص وحی لکھتا تھا تو وُہ مرتد ہو گیا، اور مشرکوں سے مِل گیا۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الۡاَرۡضَ لَا تَقۡبَلُہٗ۔

(بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اس کو زمین قبول نہیں کرے گی (یعنی اپنے اندر نہ رکھے گی)

لہٰذا جب وُہ مرگیا اور مشرکوں نے اُسے دفن کیا تو زمین نے باہر پھینک دیا، کئی مرتبہ قبر کو گہرا کرکے دفن کیا گیا مگر وُہ جب بھی دفن کرکے واپس لوٹتے، قبر باہر پھینک دیتی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وُہ شخص قبر کے باہر ہی پڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا جسم نیست و نابود ہوگیا مگر قبر یعنی زمین نے قبول نہ کیا ؏

تمہارے مونھ سے جو نکلی وُہ بات ہو کے رہی

امیر المومنین حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے سوال کیا یا رسُول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے۔

قَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔

فرمایا نہیں، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، احمد)

ابنِ ماجہ میں فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے اور پھر تم ہر سال نہ کرتے تو عذاب کئے جاتے ؎

ہے جنبشِ لب قانونِ خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ

فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ بَطِيْئًا وَكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكَ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

(بخاری ص۴۰۱، مشکوٰۃ ص۵۳۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہُوئے اور وُہ گھوڑا بہت سُست رفتار تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا پایا یعنی خوب تیز پایا۔ اس کے بعد وُہ ایسا تیز رفتار ہوگیا کہ کوئی گھوڑا اس کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیاء وابدال جب کمال فنائیت حاصل کرکے فانی فی اللہ باقی باللہ ہو جاتے ہیں تو اس وقت ان کو کُن عطا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَهِيَ حَالَةُ الْفَنَاءِ الَّتِيْ هِيَ غَايَةُ أَحْوَالِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَبْدَالِ ثُمَّ قَدْ يُرَدُّ اِلَيْهِ التَّكْوِيْنُ فَيَكُوْنُ جَمِيْعُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ بِاِذْنِ اللهِ وَهُوَ قَوْلُهٗ جَلَّ وَعَلَا فِيْ بَعْضِ كُتُبِهٖ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ اَطِعْنِيْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

(فتوح الغیب علی بهجة الاسرار ص۱۰۹)

اور یہی حالت فنا ہے جو اولیاء وابدال کے احوال کی انتہا ہے۔ پھر ان کو "تکوین" (کُن کہنا) عطا ہو جاتا ہے تو پھر ان کو جس چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے وُہ سب کچھ باذن اللہ ہو جاتا ہے چنانچہ حق سبحانہ جل وعلا کا ارشاد اس کی بعض کتب میں ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے مَیں وُہ ہوں کہ کسی چیز کو کہتا ہوں ہو جا تو وُہ ہو جاتی ہے تو بھی میری اطاعت کر مَیں تجھے بھی ایسا کر دوں گا تو بھی کسی چیز کو کہے گا ہو جا تو وُہ ہو جائے گی۔

جب اولیاء وابدال کی یہ شان ہے کہ اُن کو کُن عطا ہو جاتا ہے تو سیّد الاولیاء والابدال بلکہ سیّد الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصّلوٰة والسّلام کی کیا شان ہے۔ بلا شبہ سچ فرمایا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے ؏

وُہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، چلتے ہُوئے آپ نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کے رونے کی آواز سُنی تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بچے کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے، آپ نے سب کو آواز دے کر فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ مگر

پانی کسی کے پاس نہ تھا آپ نے سیّدہ سے فرمایا کہ ایک کو مجھے دو۔ انہوں نے دے دیا۔

فَاَخَذَهٗ فَضَمَّهٗ اِلٰی صَدْرِهٖ وَهُوَ يَضْغُوْ مَا يَسْكُتُ فَاَدْلَعَ لَهٗ لِسَانَهٗ فَجَعَلَ يَمُصُّهٗ حَتّٰى هَدَاَ وَسَكَنَ فَلَمْ اَسْمَعْ لَهٗ بُكَاءً وَالْاٰخَرُ يَبْكِىْ كَمَا هُوَ مَا يَسْكُتُ فَقَالَ نَاوِلِيْنِى الْاٰخَرَ فَنَاوَلَتْهُ اِيَّاهُ فَفَعَلَ بِهٖ كَذٰلِكَ فَسَكَتَا فَمَا اَسْمَعُ لَهُمَا صَوْتًا۔

آپ نے ان کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا وُہ اس وقت بہت رو رہے تھے تو آپ نے ان کے منہ میں اپنی زبان ڈال دی، وُہ چُوسنے لگے یہاں تک کہ ان کو تسکین ہوگئی اس کے بعد وُہ نہیں روئے اور دُوسرے بدستور رو رہے تھے فرمایا اس کو بھی مجھے دو؟ انہوں نے دے دیا تو آپ نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا چنانچہ وُہ دونوں تسکین پاکر چپ ہوگئے اس کے بعد ان کے رونے کی آواز نہیں سُنی۔

(طبرانی، ابن عساکر، خصائص کبرٰی ص ۶۲/۱)

فوائِد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی بولیاں جانتے ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ فصیح وبلیغ ہیں۔

۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو نکلتا تھا، وہی ہو جاتا تھا۔ یعنی آپ صاحبِ کُن تھے۔

۳۔ یہ کہ آپ کی زبانِ مبارک سے جو نکل جاتا وہی قانونِ الٰہی بن جاتا۔

۴۔ یہ کہ اولیاء وابدال کو بھی کُن عطا ہوتا ہے۔

رِیشِ مُبارک

ریشِ خوش مُعتدل مرہم ریشِ دِل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام
خط کی گرد دَہن وُہ دِل آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی اور بہت ہی زیادہ خوشنما تھی، آپ داڑھی مبارک کو تیل لگایا کرتے اور شانہ (کنگھی) بھی کیا کرتے تھے اور اس کی لمبائی وچوڑائی سے کچھ لے لیا کرتے تھے اور مونچھیں مبارک کٹوایا کرتے تھے۔

آپ نے کبھی خضاب وغیرہ نہیں کیا کیونکہ آپ کی ڈاڑھی اور سر مبارک میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔

حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَضَبَ فَقَالَ لَمْ يَبْلُغِ الْخِضَابَ كَانَ فِيْ لِحْيَتِهٖ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تھا؟ فرمایا آپ کو خضاب کی حاجت ہی پیش نہیں آئی کیونکہ آپ کی داڑھی میں (تقریباً) دس بال سفید تھے۔

(مسلم شریف ص ۲۵۸/۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ۔

آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

(شمائل ترمذی شریف حدیث نمبر ۱)

چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی مبارک میں کُل سفید بال سترہ یا اٹھارہ تھے۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی اصلاح کی یعنی کم اور زائد بالوں کو درست کیا تو آپ نے اُس کے لئے دُعا فرمائی کہ

اَللّٰھُمَّ جَمِّلْهُ فَاسْوَدَّتْ لِحْيَتُهٗ بَعْدَ مَا كَانَتْ بَيْضَاءَ۔

(بیہقی، خصائص کبریٰ ص۸۳ ج۲)

اے اللہ اس کو زینت دے، راوی کہتے ہیں کہ اس یہودی کی داڑھی کے بال سفید ہوگئے تھے مگر اس دُعا کی برکت سے پھر سیاہ ہوگئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَلَبَ يَهُوْدِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً فَقَالَ اللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ فَاسْوَدَّ شَعْرُهٗ حَتّٰى صَارَ اَشَدَّ سَوَادٍ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ مَعْمَرٌ وَسَمِعْتُ غَيْرَ قَتَادَةَ يَذْكُرُ اَنَّهٗ عَاشَ تِسْعِيْنَ سَنَةً فَلَمْ يَشِبْ۔

کہ ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اونٹنی کا دُودھ دوہا۔ آپ نے اس کے حق میں دُعا فرمائی اے اللہ اس کو حُسن و جمال عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کی داڑھی کے بال نہایت درجہ کے سیاہ ہوگئے اور وُہ نوّے سال زندہ رہا مگر داڑھی اس کی سفید نہ ہُوئی۔

(خصائص کبریٰ ص۸۳ ج۲)

بال سفید ہو جانے کے بعد عادۃً سیاہ نہیں ہوسکتے، اگرچہ ممکن ہے کہ کسی دوائی وغیرہ کے استعمال سے بغیر خضاب کے سیاہ ہو جائیں مگر اب تک ایسا بوڑھا شخص دیکھا نہیں گیا جس کی داڑھی سفید ہونے کے بعد پھر سیاہ ہوگئی ہو۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہے کہ بغیر کسی دوا وغیرہ کے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے ان دونوں یہودیوں کی داڑھی سفید ہونے کے بعد سیاہ ہوگئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ

حضرت ایشاں می فرمودند کہ یکبارگی مرا تپ گرفت وآں مرض امتداد یافت

حضرت ایشاں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے بخار ہُوا اور مرض نے طول پکڑا کہ زندگی کی امید نہ رہی

وامید حیات بسر آمد دراں ساعت نعسہ
واقع شد دراں نعسہ حضرت شیخ عبد العزیز
ظاہر شدند می فرمایند اے فرزند حضرت
پیغامبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات
بعیادت تو می آیند و شاید ازیں جہت
تشریف آورند و پائے تو آں سو ست سریر
ترا بوجہے باید گزاشت کہ پائے تو بایں
جہت نہ باشد با فاقت آمدم قوت
تکلم نبود حاضرا نرا اشارت کردم تا سریر
مرا ازآں جا گردانید ندآں گاہ حضرت
رسالت پناہ تشریف آوردند و فرمودند
کَیْفَ حَالُکَ یَا بُنَیَّ ؛ حلاوت ایں گفتار
برمن مستولی شد وجدے و بکائے واضطرابے
عجیب برمن ظاہر گشت آنحضرت مرا در
برگرفتند بوجہے کہ لحیۂ شریف بالائے سرمن
بود قمیص مبارک از اشک من تر شد و آہستہ
آہستہ آں وجد تسکین یافت آنگاہ بخاطرم
آمد کہ مدتہاست کہ آرزوئے موئے شریف
دارم چہ قدر کرم باشد اگر دریں ساعت
چیزے ازیں قبیل مرحمت فرمایند بریں
خطرہ مشرف شدند و بر لحیۂ مبارک دست
فرود آوردند دو موئے در دست من دادند
بخاطرم آمد کہ ایں دو موئے در عالم

اس وقت ایک اونگھ سی آئی اور حضرت شیخ
عبدالعزیز صاحب ظاہر ہوئے اور فرمایا اے
فرزند حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات
تیری بیمار پرسی کو تشریف لا رہے ہیں اور شاید
کہ اس طرف سے تشریف لائیں اور اسی طرف
تیرے پاؤں ہیں۔ چارپائی کو ایسے طریق پر بچھانا
چاہیئے کہ تیرے پاؤں اس طرف نہ ہوں۔ میں
بیدار ہوا مگر کلام کرنے کی طاقت نہیں تھی حاضرین
کو اشارہ کیا کہ میری چارپائی کو اس طرف سے پھیر
دیں۔ اسی وقت حضرت رسالت پناہ تشریف لائے
اور فرمایا اے بیٹے تیرا کیا حال ہے؟ اس کلام
کی شیرینی مجھ پر ایسی غالب آئی کہ ایک عجیب قسم
کا وجد اور بکا اور اضطراب مجھ پر ظاہر ہوا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس طریق سے
آغوشِ رحمت میں لیا کہ آپ کی ریش مبارک میرے
سر پر تھی۔ آپکی قمیص مبارک میرے اشکوں سے تر
ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس وجد نے تسکین پائی۔ اس
وقت میرے دل میں آیا کہ مدتیں گزر گئیں کہ موئے
مبارک کی آرزو رکھتا ہوں کتنا ہی کرم ہو اگر اس
وقت کوئی چیز اس قبیل سے مرحمت فرمائیں اس
خیال پر حضور مطلع ہوئے اور ریش مبارک پر ہاتھ
پھیرا اور دو بال مبارک میرے ہاتھ میں دیئے۔
میرے دل میں گزرا کہ یہ دو بال عالمِ شہادت میں

شہادت باقی خواہند ماند یا نہ ، بریں خطرہ
نیز مشرف شدند و فرمود ایں دو موئے
دراں عالم باقی خواہند ماند بعد ازاں
بشارت صحت کلی وامتداد عمر دادند آں
گاہ افاقت واقع شد چراغ طلبیدم
آں دو موئے در دست نیافتم اندوہناک
شدم وبداں جناب توجہ نمودم غیبتے واقع
شد و آنحضرت متمثل گشتند و فرمودند
دانا و آگاہ باش اے فرزند آں دو مُوئے
را زیر وسادۂ تو برائے احتیاط نگاہ داشتہ
ام از آنجا خواہی یافت بافاقت افتادم
واز آنجا یافتم در جائے بہ تعظیم مضبوط کردم
بعد ازاں فرمود از خواص ایں دو موئے
یکے آنست کہ اولاً باہم پیچیدہ می باشد
چوں درود خواندہ می شود ہر یکے جدا می ایستد
و دیگر آنکہ یک مرتبہ سہ کس از منکراں
امتحان خواستند من بایں بے ادبی رضا
نمیدادم چوں مناظرہ بامتداد انجامید
آں عزیزاں آں ہر دو مُوئے را در آفتاب
بردند ہماں ساعت ابر پارہ ظاہر شد
حال آنکہ آفتاب بسیار گرم بود و موسم ابر
ہرگز نہ یکے توبہ کرد و دیگراں گفتند قضیۂ
اتفاقیہ است ، دیگر بار برآوردند دیگر بار

بھی باقی رہیں گے یا نہیں ، حضور اس خیال پر
بھی مطلع ہُوئے اور فرمایا کہ یہ دو بال اُس عالم
میں بھی باقی رہیں گے ۔ بعد ازاں آپ نے صحتِ
کلی اور عمر کے لمبا ہونے کی بشارت دی ، اس
وقت مَیں بیدار ہوگیا اور مَیں نے چراغ طلب
کیا مگر ان بالوں کو اپنے ہاتھ میں نہ پایا ۔ غمناک
ہُوا اور حضور کی طرف توجہ کی ایک غیبت سی واقع
ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متمثل ہُوئے
اور فرمایا اے فرزند دانا آگاہ ہو جا کہ ان دو
بالوں کو ہم نے احتیاطاً تکیہ کے نیچے رکھا ہے
وہاں سے تو پائے گا ۔ مَیں بیدار ہُوا اور بالوں کو
وہاں سے پالیا اور تعظیم کے ساتھ ایک جگہ محفوظ
کر دیئے بعد ازاں فرمایا ان دو بالوں کے خواص میں
سے ایک یہ ہے کہ اوّلاً آپس میں ملے ہوتے ہیں
جب دُرود شریف پڑھا جائے تو دونوں الگ
الگ سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ دُوسرا یہ کہ
ایک مرتبہ تین منکروں نے امتحان چاہا ، مَیں اس
بے ادبی سے راضی نہ تھا ۔ جب مناظرہ نے طول
پکڑا تو وُہ عزیز (بغرض امتحان) ان دو بالوں
کو دُھوپ میں لے گئے فوراً بادل کا ایک ٹکڑا
ظاہر ہُوا اور اس نے بالوں پر سایہ کر دیا حالانکہ
آفتاب بہت گرم تھا اور ابر کا موسم ہرگز نہ تھا
ایک نے توبہ کی دُوسرے نے کہا یہ اتفاقی واقعہ

ابر پارہ ظاہر شد دیگرے توبہ کرد سوئے
گفت ایں نیز قضیۂ اتفاقیہ است سوم بار
بآفتاب بردند دیگر بار ابر پارہ ظاہر شد
سیمی در سلک تائباں منسلک گشت۔ دیگر
آنکہ برائے زیارت برآوردم مجمعی عظیم بود
ہر چند کلید بر قفل می نہادم و سعی
میکردم مفتوح نمی شد۔ بہ دل خود متوجہ
شدم معلوم شد کہ فلاں جنب است
بشامت جنابت او میسر نمی آید عیب
پوشی کردم و ہمہ را تجدید طہارت فرمودم
جنب ازاں مجمع بیروں رفت آں گاہ
بسہولت مفتوح گشت، زیارت کردم۔
حضرت ایشاں در آخر عمر تبرکات قسمت
می فرمودند یکے ازاں دو موئے بکاتب
حروف عنایت فرمودند۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

(انفاس العارفین صفحہ ۱۴۱)

ہے، دوبارہ پھر بالوں کو نکالا پھر بادل کا ٹکڑا ظاہر
ہُوا دُوسرے نے بھی توبہ کی، تیسرے نے کہا، یہ
بھی اتفاقیہ قضیہ ہے۔ تیسری دفعہ پھر دُھوپ میں
نکالا پھر بادل کا ٹکڑا ظاہر ہُوا۔ تیسرا بھی تائبین کی
لڑی میں منسلک ہوگیا۔ تیسرا یہ کہ ایک مرتبہ بہت
لوگ برائے زیارت جمع تھے۔ میں نے آکر ہر چند
کوشش کی چابی لگ جائے اور تالا کھل جائے
تاکہ ہم سب لوگ زیارت کرلیں مگر تالا نہیں کھلتا
تھا۔ میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہُوا، معلوم ہُوا
کہ فلاں آدمی جُنبی ہے اس کی شامت جنابت
کی وجہ سے قفل نہیں کھلتا۔ میں نے عیب
پوشی کی اور سب کو تجدیدِ طہارت کا حکم دیا جب
جنبی اس مجمع سے باہر چلا گیا قفل آسانی سے کھُل
گیا اور ہم سب نے زیارت کی۔ حضرت والا نے
آخر عمر میں تبرکات کو تقسیم فرمایا تو ان دو مبارک
بالوں میں سے ایک کاتب حروف (شاہ ولی اللہ)
کو بھی عنایت فرمایا۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہاں سے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا عشق اور آپ کے مُوئے مبارک سے عقیدت و محبّت کا بخوبی پتا چلتا ہے اور
اس کے علاوہ ایک بہت بڑا مسئلہ بھی سمجھ میں آگیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے
فقط خیالی صورت نہیں دیکھی تھی بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جسم اقدس کے ساتھ
تشریف فرما ہوئے تھے۔ کیونکہ بال مبارک جو عطا فرمائے جزوِ جسم تھے اور شاہ صاحب
نے بچشمِ خود دیکھا کہ آپ نے اپنی مجسم ریش مبارک سے الگ کرکے عطا فرمائے اور پھر

ریش مبارک کا حتی تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے تھا جس سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسم مقدس کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔ گو دوسروں نے نہیں دیکھا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام مجلس اقدس میں بذاتِ خود تشریف لاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ

(صحاح ستہ)

یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔

داڑھی

داڑھی رکھنا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سنّت قدیمہ متواترہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، جمیع صحابۂ کرام ائمہ عظام، علماء کرام اور اولیاء کرام کا اس پر دوامی و استمراری عمل رہا ہے اور کسی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے۔

امّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے داڑھی رکھنا سنّت مؤکدہ ہے، داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام و گناہ ہے اور اس کو ہلکا و حقیر جاننے والا کافر و ملعون ہے

آج کل بعض لوگ فرنچ کٹ یا قرزن فیشن یا صرف ٹھوڑی پر رکھتے ہیں اور بعض بالکل ہی صفایا کر دیتے ہیں یہ سب یہود و نصاریٰ کی اتباع ہے۔

اور بعض نادان تو اس کی مشروعیت کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں داڑھی رکھنے کا حکم اور ثبوت نہیں ہے چونکہ وہ احادیثِ مبارکہ کے منکر ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند آیات قرآنی پیش کی جائیں جن

سے داڑھی رکھنا ضروری ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (النساء۔۵۹)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسُول کا۔

۲۔ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر۔۷)

جو کچھ رسُول تمہیں عطا فرمائیں وُہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ہر امر و نہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے۔ داڑھی رکھنا اور بڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور امر سے ثابت ہے اور منڈوانے اور ترشوانے کی ممانعت میں صریح نہی وارد ہے۔

لہذا ثابت ہُوا کہ داڑھی رکھنے اور بڑھانے والے قرآن کی ان آیات پر عامل ہیں اور اطاعت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شاغل ہیں اور داڑھی منڈانے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔

۳۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء۔۸۰)

جس نے حکم مانا رسُول کا تو بے شک اس نے حکم مانا اللہ کا۔

اس آیت سے ثابت ہُوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار ہے وُہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار نہیں وُہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ ثابت ہوا کہ داڑھی رکھنے والے اللہ و رسُول کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور منڈانے والے اللہ و رسُول کے نافرمان ہیں۔

۴۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(النساء۔۶۵)

اے محبوب تمہارے رب کی قسم وُہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے اختلافات میں تمہیں حاکم نہ مانیں اور پھر جو فیصلہ آپ فرما دیں اس سے اپنے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں بلکہ دل و جان سے مان لیں۔

اس آیت سے ثابت ہُوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ مانے، یا آپ کے حکم سے دل میں رکاوٹ و تنگی محسوس کرے وُہ مومن نہیں ہے۔ داڑھی رکھنا اور بڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، اس کو نہ ماننے والے، دل تنگ ہونے والے بمصداق اس آیت کے مومن نہیں ہو سکتے۔

۵۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (النور۔۶۳)

پس ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو رسُول اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ یا دردناک عذاب پہنچے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والے دنیا میں فتنہ و بلا کے سزاوار اور آخرت میں عذابِ الیم کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

۶۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو بیشک وُہ تمہارا کھُلا دشمن ہے۔

(البقرہ۔۲۰۸)

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی جو پہلے یہودی تھے وُہ مشرف باسلام ہو کر بھی اونٹ کے گوشت سے نفرت کرتے تھے کیونکہ ان کے سابقہ دین میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا۔ اور یہ قاعدہ ہے کو جو چیزیں بچپن سے استعمال میں آتی ہیں ان سے رغبت ہوتی ہے اور جن چیزوں سے طبیعت بچپن سے متنفر ہو، ان کے استعمال سے طبیعت میں ضرور رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور پھر اونٹ کا گوشت کھانا فرض و واجب اور سنّتِ مؤکدہ تو ہے ہی نہیں جس کے ترک سے اسلام کی مخالفت لازم آتی صرف جائز اور مباح ہے تو حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اس خیال سے کہ اس کے ترک سے اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اور اپنی سابقہ شریعت پر عمل بھی ہوتا ہے اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے، اور مسلمان بے تکلفی سے اونٹ کا گوشت کھاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے

مسلمانوں کے ساتھ اونٹ کا گوشت کھانے میں تامّل کیا اور کراہت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہُوئی اور آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور جو چیزیں اسلام میں جائز اور حلال ہیں ان سے کراہیت نہ کرو اور جو احکام منسوخ ہوگئے ہیں ان سے تمسّک نہ کرو۔

غور فرمائیے کہ ایک جائز اور مباح امر کا ترک موجب نقصان اسلام ہو تو جو امر واجب اور سنّت مؤکدہ ہو اس کا ترک اور اس سے تنفّر کس قدر موجب نقصان اسلام ہوگا۔ اس سے واضح ہوا کہ داڑھی منڈانے والوں کے اسلام میں نقصان ہے وُہ پورے پورے اسلام میں داخل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

۷۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

(النساء - ۱۱۵)

اور جو رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کرے بعد اس کے کہ روشن ہوگئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اسے جدھر وُہ خود پھرا ہے اور ڈالیں گے اسے جہنم میں اور وُہ بہت بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اس آیت سے ثابت ہُوا کہ حق بات واضح ہونے کے بعد جو شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے طریقے کو چھوڑ کر اپنی جدا راہ اختیار کرے، اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

بلاشبہ تمام انبیاء و مُرسلین، حضور سیّد عالم علیہم الصلوٰۃ والسّلام، جمیع صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدّثین و مفسّرین، اولیاء کرام اور تمام مؤمنین، صالحین، سلف سے خلف تک سب کا داڑھی پر قولی و فعلی اتفاق ہے سب نے داڑھی رکھی اور رکھنے کا حکم دیا لہٰذا جو شخص ایسی عظیم الشان سنّت کی مخالفت کرے وُہ لائقِ جہنم اور سزاوارِ غضبِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار، اور رسُول اللہ صلّی

اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بہ طفیل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو اپنے محبوب کی محبت اور اسلامی روایات واحکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اے کاش مسلمان قوم کا ہر فرد اسلامی تعلیمات کا آئینہ اور سلف صالحین کے اخلاق واعمال کا نمونہ ہوتا اور اسلامی شعار کی حفاظت کرتا تاکہ دوسری اقوام پر اس کے دین و مذہب علم وعمل اور تقویٰ وپرہیز گاری کا اثر پڑتا لیکن ؎

کر دیئے محو سر بسر اپنے سلف کے واقعات — اس کی نظر میں دلفریب رنگ تمدن فرنگ
مصحف پاک اور حدیث ہو گئے کہنہ واقعات — مغربی علم ہو گیا باعثِ فخر اب اسے
تھیٹر وسینما ہیں اب اس کے رہین التفات — فعل نکو سے منحرف اور نہ شوقِ بندگی

اس پُر فتن دور میں جب کہ چاروں طرف سے انواع واقسام کے فتنے درپے تخریب دین وشعار دین ہیں اور نفوس پر شہواتِ نفسانی کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا دشوار اور شرم وعار کا باعث ہوتا جا رہا ہے ایسے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق ہدایت پر چلنے اور سنت پر عمل کرنے سے بے شمار اجر وثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ۔ (مشکوٰۃ ص۳۰)

جو شخص میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے، جب کہ میری امت میں فتنہ وفساد پھیل جائے تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر وثواب ہے۔

داڑھی کی مقدار

داڑھی کا ایک مشت ہونا سنت کی آخری حد ہے۔ اس سے کم کرنا جائز نہیں اور اس سے اگر کچھ زیادہ ہو جائے تو جائز بلکہ اولیٰ ہے اور اس قدر لمبی چوڑی رکھنا کہ حدِ شہرت تک پہنچ جائے اور تمسخر کا سبب بن جائے مکروہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللِّحٰی خَالِفُوا الْمَجُوْسَ ۔ — مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔

(مسلم شریف ص ۱۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللِّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ ۔ — مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ، اور مونچھیں کتواؤ۔

(بخاری شریف ص ۸۷۵)

ان دونوں حدیثوں میں داڑھیاں بڑھانے، مونچھیں کتوانے اور مشرکین ومجوس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ائمہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مجوس ومشرکین میں سے بعض داڑھی چھوٹی رکھتے اور بعض منڈوا دیتے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے۔ لہٰذا ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا کہ داڑھی نہ تو چھوٹی رکھو اور نہ مُنڈواؤ بلکہ بڑھاؤ اور مونچھیں کتواؤ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داڑھی کی وُہ کم سے کم مقدار کیا ہو جو مشرکین ومجوس کی داڑھیوں سے مختلف بھی ہو اور حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ "داڑھیاں بڑھاؤ" کے موافق بھی ہو۔

تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ بخاری ومسلم کی مذکورہ بالا حدیثوں کی روایت کرنے والے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے متعلق صراحتہً موجود ہے کہ وُہ داڑھی کا وُہ حصّہ جو قبضہ سے زیادہ ہوتا کتوا دیتے۔

چنانچہ بخاری ص ۸۷۵ میں ہے۔

کَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ ۔ وَرُوِیَ — کہ ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کا وُہ حصّہ جو ایک قبضہ سے زیادہ ہوتا اسے کتوا دیتے اور اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا

مِثْلُ ذَالِكَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَفَعَلَهٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِرَجُلٍ وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیْ یُؤْخَذُ مِنْ طُوْلِهَا وَ عَرْضِهَا۔

گیا ہے (کہ وُہ بھی زائد حصہ کٹوا دیتے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ اس کی ایک مشت سے زائد داڑھی کو کٹوا دیا اور حسن بصری سے مروی ہے کہ وُہ بھی داڑھی کے طول و عرض سے لیتے تھے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری صفحہ ۴۵ ج ۸)

کیا ان جلیل القدر حضرات کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خلافِ سنت کے مرتکب ہوئے؟ اور کیا ان کے اس عمل پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں ثابت ہُوا کہ مقدارِ مسنون یکمشت ہے۔ چنانچہ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وُہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَأْخُذُ مِنْ لِحْیَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَ طُوْلِهَا۔

کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو طول و عرض سے لیتے تھے۔

(ترمذی صفحہ ۲۷ ج ۱)

امامِ اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابو ہریرہ وغیرہما صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ و محرر مذہب امام محمد رضی اللہ عنہما و عامہ کتب فقہ و حدیث کی تصریح سے داڑھی کی حد یکمشت ہے۔ ایسی نصوص علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا۔ قبضہ سے زائد کا قطع ہمارے نزدیک مسنون ہے۔ بلکہ نہایہ میں بلفظ وجوب تعبیر کیا۔ تفصیل اس کی بحر و نہر و در مختار اور اس کے حواشی وغیرہا کتب فقہ اور مرقاۃ و لمعات و منہاج وغیرہا کتب حدیث اور قوت القلوب و احیاء العلوم وغیرہما کتب سلوک میں دیکھئے۔

اور ہر عاقل جانتا ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا۔ (لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی صفحہ ۳۳)

فوائِد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی ہر وقت خبر رکھتے ہیں، اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لا سکتے ہیں اور غلاموں کے درد دُور فرما کر اُن پر رحم و کرم کرتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک بے مثل اور بے نظیر ہیں کہ بادل ان پر سایہ کرتے ہیں۔ اور ان کو درُود شریف پڑھنے کا علم ہو جاتا ہے جبھی وُہ سیدھے اور الگ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک ایسے مقدس اور پاک ہیں کہ ناپاک آدمی ان کی زیارت نہیں کر سکتا۔

۴۔ یہ کہ بزرگانِ دین اپنے تصرّف اور نورِ فراست سے ظاہری اور باطنی حالات معلوم کر سکتے ہیں جیسے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لا کر چارپائی کا رُخ بدلنے کا حکم دیا۔

۵۔ یہ کہ داڑھی رکھنا سنت موکدہ ہے جس کا تارک مرتکبِ کبیرہ گناہ ہے اور منکر و مخالف جہنمی ہے۔

گردن، کندھے، پُشت مُبارک

جس میں نہریں ہیں شِیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

دوش بر دوش ہے جنکے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح چمک والی سفید تھی اور حسین ایسی کہ کَاَنَّ عُنُقَہٗ اِبْرِیْقُ فِضَّۃٍ (شمائل ترمذی، خصائص ص۶۵) گویا آپ کی گردن چاندی کی صراحی تھی۔ اور آپ کے کندھے مبارک بھی عجیب شان کے تھے نہایت خوبصورت کہ کسی انسان کے ایسے نہ تھے۔

ابن سبع اور رزین نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔

اَنَّہٗ کَانَ اِذَا جَلَسَ یَکُوْنُ کَتِفُہٗ اَعْلٰی مِنْ جَمِیْعِ الْجَالِسِیْنَ۔

کہ جب آپ لوگوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ کا کندھا مبارک سب سے اونچا ہوتا۔

(زرقانی علی المواہب ص۲۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے جب کبھی ننگے ہوجاتے

فَکَاَنَّمَا سَبِیْکَۃُ فِضَّۃٍ۔

تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔ (بیہقی وبزار، ترمذی وخصائص کبریٰ)

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ کو پتھر مارنے کے ارادہ سے آیا تو

رَاٰی عَلٰی کَتِفَیْہِ ثُعْبَانَیْنِ فَانْصَرَفَ مَرْعُوْبًا۔

اس نے دوش اقدس پر دو بڑے بڑے اژدھے دیکھے تو ڈر کر بھاگ گیا۔

(تفسیر کبیر، زرقانی ص۱۹۵/۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے بُت کو توڑنے کے لئے مجھکو کندھوں پر چڑھایا توان کندھوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ

اَنِّیْ لَوْ شِئْتُ نِلْتُ اُفُقَ السَّمَاءِ — اگر میں چاہتا تو میں آسمان کے کنارے تک پہنچ جاتا۔

(المستدرک۔ خصائص کبریٰ ص۲۶۴)

حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت جعرانہ سے عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھا۔

فَنَظَرْتُ اِلٰی ظَهْرِهٖ كَاَنَّهٗ سَبِيْكَةُ فِضَّةٍ۔ — تو میری نظر آپ کی پشت مبارک پر پڑی۔ تو وہ ایسی تھی کہ گویا وہ چاندی کی ڈھالی ہوئی تھی۔

(احمد، بیہقی، خصائص کبریٰ، ص۶۳، زرقانی علی المواہب ص۱۸۸)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا وَقَدْ كَانَتْ عَلَيْهِ شَامَةُ النُّبُوَّةِ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى اِلَّا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ شَامَةَ النُّبُوَّةِ كَانَتْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔ — کہ نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مگر اس کی مہر نبوت اس کے دائیں ہاتھ پر ہوتی تھی سوائے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی مہرِ نبوت دونوں شانوں کے درمیان تھی۔

(حاکم، خصائص کبریٰ ص۶۱)

حضرت عباد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ عَلٰى طَرْفِ كَتِفِهِ الْاَيْسَرِ كَاَنَّهٗ رُكْبَةُ عَنْزٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ اَنْ يُّرَى الْخَاتَمُ۔ — کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں کندھے کی طرف مہر نبوت تھی گویا کہ وہ بکری کا گھٹنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے کہ اس کو دیکھا جائے۔

(طبرانی، ابو نعیم، خصائص کبریٰ ص۶۰)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ — کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ (بخاری و مسلم ۲۵۹) — اور میں نے آپ کی مُہرِ نبوت کو دونوں شانوں کے درمیان پالکی کے بٹن کی مانند دیکھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ۔ (مسلم شریف ص ۲۵۹) — کہ میں نے آپ کی مُہرِ نبوت کو آپ کے شانے کے پاس کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا، رنگت کے اعتبار سے وُہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْقَى إِلَيَّ رِدَاءَهُ وَقَالَ انْظُرْ إِلَى مَا أُمِرْتَ بِهِ فَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ (بیہقی، خصائص کبریٰ ص ۵۹) — کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مجھ پر ڈالی اور فرمایا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وُہ دیکھ تو میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الْبُنْدُقَةِ مِنْ لَحْمٍ مَكْتُوبٌ فِيهَا بِاللَّحْمِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔ — کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس پر مُہرِ نبوت گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی جس میں گوشت کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر لکھا ہُوا تھا "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" (صلی اللہ علیہ وسلم۔)

(ابن عساکر، حاکم، خصائص کبریٰ ص ۶۱)

مُہرِ نبوت کے متعلق جو مختلف روایتیں ہیں ان میں تطبیق اس طرح کی جائے کہ جس کسی نے اس کو جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے وُہ اپنے ذہن کے مطابق دی ہے اور تشبیہ ہر شخص کی اس کے ذہن کے موافق ہوتی ہے۔

حضرت جلہمہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکّہ میں آیا۔ اس وقت ساکنانِ

مکہ قحط کی سخت مُصیبت میں گرفتار تھے۔ قریش مل کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں نکلو اور خدا سے مینہ مانگو۔

فَخَرَجَ اَبُوْطَالِبٍ وَمَعَهٗ غُلَامٌ كَاَنَّهٗ شَمْسُ دَجْنٍ تَجَلَّتْ عَنْهُ سَحَابَةٌ قَتْمَاءُ وَحَوْلَهٗ اُغَيْلِمَةٌ فَاَخَذَهٗ اَبُوْطَالِبٍ فَاَلْصَقَ ظَهْرَهٗ بِالْكَعْبَةِ وَلَاذَ الْغُلَامُ بِاِصْبَعِهٖ وَمَا فِي السَّمَآءِ قَزَعَةٌ فَاَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَاَغْدَقَ وَاَغْدَوْدَقَ وَانْفَجَرَلَهُ الْوَادِيْ وَاَخْصَبَ النَّادِيْ وَالْبَادِيْ وَفِيْ هٰذَا يَقُوْلُ اَبُوْطَالِبٍ۔

(زرقانی علی المواھب صہ ۱۹۰، خصائص کبرٰی صہ ۸۶)

پس ابوطالب نِکلے اور اُن کے ساتھ ایک ایسا نورانی بچہ تھا کہ گویا وُہ ایک آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نکلا ہو اور اس کے گرد چند بچے اور بھی تھے۔ (بیت اللہ شریف پہنچ کر) ابوطالب نے اس نورانی بچہ کی پشت دیوارِ کعبہ سے لگا دی۔ اس نورانی بچہ نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا، مگر اس کے اشارہ سے چاروں طرف سے بادل آگیا اور اتنا برسا کہ جنگل بہہ نکلے اور اہلِ شہر اور دیہات خوب سیراب ہوگئے (اور قحط کی مصیبت دُور ہوگئی) ابوطالب نے اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ؎

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالَ الْيَتٰمٰى عِصْمَةً لِّلْاَرَامِلِ

وُہ گورے رنگ والے کہ ان کے چہرۂ انور کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلٍ

بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت وتباہی کے وقت ان سے التجا و فریاد کرتے ہیں اور وُہ آپ کے پاس آکر عظیم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں۔

(زرقانی علی المواہب ص۱۹۰/۱، خصائص کبریٰ ص۸۶/۱)

منبر شریف بننے سے پہلے مسجد شریف میں کھجور کا ایک ستون تھا جس سے پشتِ انور لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعظ فرمایا کرتے تھے۔ منبر بننے کے بعد جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس ستون سے بڑے دردناک لہجے میں رونے کی آواز آئی ؎

استنِ حنانہ از ہجرِ رسُول

نالہ می زد ہم چو اربابِ عقول (رومی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے نیچے تشریف لا کر اس کو اپنے سینے سے لگا لیا تو اس کو سکون حاصل ہُوا اور وُہ چپ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس کو سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا پھر آپ نے اس کو کٹوا کر منبر شریف کے نیچے دفن کرا دیا۔ (زرقانی علی المواہب ص۱۳۸/۱)

بعض نادانوں نے اس حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ وُہ کہتے ہیں کہ رونے کے لئے احساس، دل و دماغ، پھیپھڑوں، گلے اور دقیق نظامِ جسمانی کی ضرورت ہے یہ سب کچھ اس درخت میں کہاں سے آ گیا تھا اگر آپ یہ کہیں کہ یہ معجزہ تھا تو پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو معجزہ دکھانے سے کیوں انکار کر دیا تھا اور صاف صاف کہہ دیا تھا ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ میں تو ایک انسان ہوں جس کا کام اللہ کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ معجزے دکھانا، اور مسلمانوں کے سامنے معجزہ دکھانے کی کیا ضرورت تھی، وُہ تو پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔

(بلفظہٖ دو اسلام مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص۳۳۷)

اے کاش ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث کا انکار کرنے سے پہلے کسی قابل محدّث استاد سے ان کو سمجھ لیا ہوتا؟ ان لوگوں کی حالت بالکل اس شخص کی سی ہے جو خود بخود ڈاکٹری اور طب کی کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر اور حکیم بن بیٹھے اور پھر لوگوں کا علاج بھی شروع کر دے تو خدا ایسے ڈاکٹر اور حکیم سے لوگوں کو بچائے کیونکہ ایسے ڈاکٹر اور حکیم کے علاج کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو گا کہ نہ مرض رہے نہ مریض۔

یاد رکھیئے جس طرح خود بخود ڈاکٹری یا حکمت کی کتابیں پڑھ لینے والے کو حق نہیں پہنچتا کہ وُہ ڈاکٹر یا حکیم ہونے کا دعوٰی کرے اور لوگوں کا علاج کرے، جب تک کہ کسی قابل ڈاکٹر اور حکیم سے تجربہ کے ساتھ اُن کو نہ پڑھے۔ بالکل اسی طرح ان لوگوں کو بھی ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وُہ حدیث دانی کا دعوٰی کریں اور حدیث میں کلام کریں جب تک کہ کسی قابل استاد سے حدیث نہ پڑھیں۔

سخت حیرت ہے یہ لوگ بزعمِ خود قرآن پر ایمان رکھنے اور اس کو سمجھنے کے دعویدار ہو کر اس حدیث کو کیسے نہیں سمجھے اور اس کی صحت کے کیسے منکر ہو گئے؟ حالانکہ قرآنِ حکیم سے اس کے صحیح ہونے کا روشن ثبوت مِلتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت و تباہی کا حال بیان کرتے ہُوئے فرمایا

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ ۔ تو ان پر آسمان و زمین نہیں روئے۔

(الدخان - ۲۹)

اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ آسمان اور زمین روتے تو ہیں مگر فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت پر نہیں روئے، اسی طرح دیگر کفّار کی موت پر بھی نہیں روتے۔ ہاں مؤمنین و صالحین کی موت پر روتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ تو منکرینِ حدیث کو چاہیئے کہ اس آیتِ قرآنی کا بھی انکار کر دیں جس سے آسمان و زمین کا رونا ثابت ہو رہا ہے ورنہ وُہ جیسا احساس دل و دماغ، گلے و پھیپھڑوں اور دقیق نظامِ جسمانی کا ہونا رونے کے لئے ضروری مانتے ہیں وُہ آسمان زمین کے اندر ثابت کر دیں۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ (البقرۃ - ۷۴) اور ان (پتھروں) میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر - ۲۱) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تم دیکھتے کہ وُہ اللہ کے خوف سے جھکا ہُوا پاش پاش ہوتا۔

ان دونوں آیتوں سے پہاڑوں اور پتھروں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پایا جانا صراحۃً ثابت ہے اور خوف وحزن دونوں دل کی کیفیتیں ہیں، تو منکرین حدیث کو چاہیئے کہ یا تو گوشت و پوست کا دل و دماغ جیسا کہ وُہ ستون حنانہ میں چاہتے ہیں پتھروں اور پہاڑوں میں ثابت کریں یا اس صحیح حدیث کی طرح قرآن کی ان دونوں آیتوں کا بھی انکار کر دیں

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا۔

بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

(الاحزاب۔ ۷۲)

اس آیۂ کریمہ سے بھی صراحۃً ثابت ہُوا کہ آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں نے بارِ امانت کے اٹھانے سے معذرت کی اور اس سے ڈرے، تو کیا ان کا ڈرنا اور معذرت کرنا دِل و دماغ کے ذریعے سے تھا یا بغیر دل و دماغ کے ؟

اسی طرح قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے بہت سی اشیاء کا اس گوشت پوست کے دِل و دماغ، گوش و زبان، گلے و پھیپھڑے اور دقیق نظامِ جسمانی کے بغیر سُننا دیکھنا نیکی و بدی کی تمیز رکھنا، اللہ کی تسبیح پڑھنا اور ہنسنا اور رونا ثابت ہے۔

تو اس حدیث کے انکار کے ساتھ ساتھ ان تمام حقائق کا بھی انکار کرنا پڑے گا، ورنہ ان حقائق کے ساتھ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلاشبہ وُہ ستون حنانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا تھا ۔

فلسفی کہ منکرِ حنانہ است
از حواس اولیاء بیگانہ است

(رومی)

اور منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ اگر یہ معجزہ تھا تو پھر کفار کے معجزہ طلب کرنے پر آپ نے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہہ کر انکار کیوں کر دیا تھا اور معجزہ مسلمانوں

کو دکھانے کی کیا ضرورت تھی؟ وُہ تو پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔

یہ ان کی علمی استعداد اور قرآن فہمی کی وُہ دلیل ہے جس نے ان کے ڈھول کا پول کھول کر رکھ دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے جس کو منکرِ حدیث نہیں سمجھا کہ ایک مرتبہ کفارِ مکہ نے جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ مال و دولت، عزت و شہرت اور سلطنت وغیرہ کے خواہش مند ہیں تو آپ کی یہ خواہش پوری کی جا سکتی ہے اور اگر آپ کسی دماغی مرض میں مبتلا ہیں تو آپ کا علاج وغیرہ کرایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میں مال و سلطنت کا طلب گار نہیں بات صرف اتنی ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا رسُول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب اتاری اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کے ماننے پر اللہ کی رضا و نعمت اور آخرت میں مغفرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذابِ الٰہی کا خوف دلاؤں میں نے اپنے رب کا پیغام تمھیں پہنچا دیا ہے۔

انھوں نے کہا ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دو یا خاص تمھارے لیئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو جائے پھر اس میں تم بہت سی نہریں جاری کر دو یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر نہ گرا دو یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا نہ کر دو یا تمھارا گھر سونے کا نہ ہو جائے یا تم ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جاؤ۔ اور ہم تو تمھارے آسمان پر چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ تم ہم پر بھی ایک کتاب نہ اتار دو جسے ہم خود پڑھ لیں وغیرہ وغیرہ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر کوئی معجزہ بھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ایسا سمجھنا جہالت و گمراہی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر عجز و نقصان اور عیب سے پاک اور ہر چاہے پر قادر ہے ایسے نشانات دِکھلانا اسے کوئی مشکل نہیں تھا لیکن وُہ جانتا تھا کہ یہ لوگ فرمائشی نشانات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور جو فرمائشی نشانات و معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لاتے وُہ تباہ و برباد کر دیئے

جاتے ہیں جیساکہ فرمایا۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّآ اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ ۔ (الاسراء-۵۹)

اور ہم نے اسی لیئے نشانیاں بھیجنی موقوف کر دیں کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلایا۔

اور اگر یہ بھی جھٹلاتے تو ان کا حشر بھی وہی ہوتا جو پہلوں کا ہُوا تھا اور انھوں نے اس وقت یقیناً جھٹلانا تھا اور حکمتِ الٰہی یہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کو اسی طرح تباہ کیا جائے لہٰذا فرمائشی نشانات کا بھیجنا موقوف کر دیا گیا کہ اے محبوب آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرا پروردگار پاک ہے اور میں اسی کا بھیجا ہُوا ہُوں محض ذاتی طور پر معجزے دکھانے کا اختیار نہیں رکھتا، اور تمھارے جائز و ناجائز مطالبوں کا پابند بھی نہیں ہوں کہ جب بھی تم چاہو اور جو بھی تم چاہو تمھیں دکھاتا رہوں۔ میرا معجزے دکھانا میرے رب کی مشیت و مرضی کے تابع ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ‏۔ (الرعد - ۳۸)

اور کسی رسُول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی و معجزہ لے آئے مگر اللہ کے اذن سے اور ہر چیز کا ایک وقت ہے لکھا ہوا۔

چنانچہ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارادۂ الٰہی بکثرت معجزے دکھائے جن میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ستون حنانہ کا آپ کے فراق میں رونا ہے۔

اور مسلمانوں کو بھی معجزے دکھانے کی ضرورت تھی تاکہ علم الیقین کے ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو جائے اور ان کا ایمان بہت ہی زیادہ مضبوط و مستحکم ہو کر کامل سے اکمل ہو جائے اور وُہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے اور جس کے ہاتھ مبارک پر اس کی قدرتوں کا ظہور ہو رہا ہے وُہ اس کی قدرتوں کا مظہرِ کامل اور اس کے دعوے کی صداقت کی روشن دلیل ہے۔ (اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ معجزہ و کرامت دراصل فعلِ الٰہی ہے۔ جس کا ظہور اللہ کے پیاروں سے ہوتا ہے اور یوں حق و صداقت پر حجت قائم ہوتی ہے اور باطل کا بطلان ہوتا ہے)۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِىۡ كَيۡفَ تُحۡىِ

الْمَوْتٰی ؟ تو اللہ تعالٰے نے فرمایا تھا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؟ جس کے جواب میں انھوں نے عرض کیا تھا وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ! جس سے ثابت ہُوا کہ دیکھی ہوئی بات کا یقین سُنی ہُوئی بات سے اعلٰی ہوتا ہے۔

بہرصورت واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ستون حنانہ کا رونا بالکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا عدم تفقّہ کی دلیل ہے۔

معلوم ہُوا کہ اللہ کے پیارے محبوب کی گردن مبارک، کندھے اور پشتِ اقدس بھی نرالے اور بے مثل ہیں۔

(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

بغل مُبارک

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بغلیں نہایت پاکیزہ صاف اور خوشبودار تھیں۔ آپ کی بغلوں کا رنگ متغیر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ کی بغلوں میں بال تھے۔
(خصائص کبریٰ ص ۶۳ ج ۱، زرقانی علی المواہب ص ۱۸۶ ج ۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ (بخاری ص ۹۳۸ ج ۲ مسلم ص ۲۹۳ ج ۱)

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دُعاءِ استسقاء میں اس قدر بلند ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آیا کرتی۔

(طبقات ابن سعد۔ خصائص کبریٰ ص ۶۳ ج ۱)

گاہے گاہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک کپڑے سے یا چادر اوڑھ کر بغیر قمیص کے بھی نماز ادا فرماتے تھے اس لئے آپ کی مبارک بغلیں نظر آجایا کرتی تھیں۔

دارمی نے بنی حریش کے ثقہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس کے اقرار بالزّنا پر سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اس کے بدن پر پتھر برستے دیکھ کر مجھ میں کھڑا رہنے کی طاقت نہ رہی۔ قریب تھا کہ میں گر پڑتا

فَضَمَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَالَ عَلَيَّ مِنْ عَرَقِ إِبْطَيْهِ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ آپ کی بغلوں کا

مِثْلَ رِیْحِ الْمِسْكِ۔ پسینہ مجھ پر ٹپک رہا تھا جس سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ (دارمی ۔خصائص کبریٰ ص۶۷ ا زرقانی علی المواہب ص۱۸۷ ؍۴)

حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں ان سے ایک مرتبہ ایسا مکروہ ترین فعل سرزد ہو گیا جو ایک صحابی کی شانِ رفیع کے ہرگز شایاں نہ تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بظاہر یہ واقعہ نہایت قبیح ہے لیکن غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں درسِ بصیرت اور خطا کاروں کے لئے ایک بہترین اسوہ و نمونہ موجود ہے۔ اس سے بہتر اور اس سے بڑھ کر توبۃ النصوح کی مثال نہیں مل سکتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ جذباتِ نفس سے مغلوب ہو کر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے۔ اس وقت تو جذبات کے طوفان میں کچھ نہ سوجھا بعد میں جب ہوش آیا تو آنکھیں کھلیں اور شدت سے احساس ہوا کہ کیا کر بیٹھے۔ اسی بے تابی کے عالم میں دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ سمجھ گئے لیکن پردہ پوشی فرماتے ہوئے فرمایا، جاؤ خدا سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو۔ یہ جواب سن کر واپس چلے گئے۔ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا جاؤ اللہ سے توبہ و استغفار کرو، پھر چلے گئے۔ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ پھر لوٹ گئے۔ چوتھی مرتبہ پھر آ کر عرض کیا۔ مجھے پاک کیجئے؟ اب آپ نے صراحتہً پوچھا کس چیز سے پاک کروں؟ عرض کیا زنا کی گندگی سے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجرم کے ایسے صریح اعتراف سے بہت متعجب ہوئے کیونکہ اس کی سزا بھی بڑی دردناک تھی یعنی سنگساری، اس لئے آپ نے صحابہ سے فرمایا ان کو جنون تو نہیں؟ عرض کیا گیا۔ نہیں! پھر فرمایا، شراب تو نہیں پی ہے؟ ایک صاحب نے اٹھ کر منہ سونگھا تو شراب کا بھی کوئی اثر نہ تھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا تم نے واقعی زنا کیا ہے؟ حضرت ماعز نے عرض کیا ہاں! اس اقرار کے بعد آپ نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ حکم

صادر ہوتے ہی ان کو لے جا کر سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کے متعلق صحابۂ کرام کی رائیں مختلف تھیں۔ بعض کا خیال تھا کہ وُہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور بعض کہتے تھے کہ ان کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں۔ دو تین دن تک اسی قسم کی رائے زنی ہوتی رہی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا ماعز بن مالک کے لیئے سب مغفرت کی دُعا کرو۔ سب نے مل کر مغفرت کی دُعا کی۔ دُعا کے بعد

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَۃً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ اُمَّۃٍ لَوَسِعَتْھُمْ۔

(مسلم شریف ص۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام اُمت پر تقسیم کر دیا جائے تو تمام امت کے لیئے یہی ایک توبہ کافی ہے۔

اللہ اللہ کتنا عجیب و غریب، پُردرد و پُرسوز، سبق آموز اور بصیرت افروز واقعہ ہے۔ غور فرمائیے یہ گناہ انھوں نے علانیہ نہیں بلکہ چھُپ کر کیا تھا اور کسی کو اس کا علم بھی نہ تھا۔ اور اگر وُہ چاہتے تو کسی کو علم ہونے بھی نہ دیتے۔ مگر اُن کی رُوح کی پاکیزگی اور قلب کی صفائی کا عالم دیکھئے کہ وُہ اپنے کردار کی سفید چادر پر معصیت کے اِس دھبّے کو برداشت نہیں کرتے اور بار بار آ کر عرض کرتے ہیں یارسُول اللہ اس دھبّے کو دُور کر دیجئے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس خیال سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہے تو اس کو دنیا میں کیوں رُسوا کیا جائے پردہ پوشی فرماتے ہُوئے بار بار فرماتے ہیں جاؤ توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو۔ لیکن ان کے دِل کو تسکین نہیں ہوتی حالانکہ ان کو یہ اچھّی طرح معلوم تھا کہ اس گناہ کی سزا بڑی سخت ہے۔ اگر اعتراف کیا تو رُسوائی بھی ہو گی اور پتھر مار مار کر ہلاک بھی کر دیا جاؤں گا مگر وُہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اور دُنیا سے پاک وصاف اُٹھنے کا تہیّہ کرتے ہیں، تا کہ آخرت کا کوئی مؤاخذہ باقی نہ رہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہ میں کیسے کیسے جوہر پیدا کر دیئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابۂ کرام اخلاقِ حسنہ

اور کردار فاضلہ کے نمونے تھے لہٰذا مجرموں، خطا کاروں کے لیئے ایک ایسی مثال کی بھی ضرورت تھی جس میں ان کے لیئے یہ سبق ہوتا کہ دُنیا میں گناہوں کا کفّارہ اس طرح ادا کیا جاتا ہے۔

زنا اور اس کی سزا

زنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (الاسراء۔ ۳۲)

اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وُہ ایک بے حیائی اور بہت بُری راہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ (الفرقان۔ ۶۸)

اور وُہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے (خودساختہ) معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے مگر ساتھ حق کے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا وُہ بڑے سخت گناہ میں جا پڑا۔ اس کو قیامت کے دن دوگنا عذاب ہوگا اور وُہ دوزخ میں ذلیل و خوار ہو کر پڑا رہے گا۔

حضرت ہیثم بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُّطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِىْ رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهٗ۔ (ابن ابی الدنیا)

شرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ انسان اپنا نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اتَّقُوا الزِّنَا فَاِنَّ فِيْهِ سِتَّ خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِى الدُّنْيَا

اے لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ باتیں ہیں، تین دُنیا میں ہوں گی اور تین

وَثَلَاثٌ فِی الْاٰخِرَۃِ اَمَّا الَّتِیْ فِی الدُّنْیَا فَیَذْھَبُ الْبَھَآءُ وَ یُوْرِثُ الْفَقْرَ وَیَنْقُصُ الْعُمُرُ وَاَمَّا الَّتِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ فَسَخَطُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَسُوْٓءُ الْحِسَابِ وَعَذَابُ النَّارِ۔

آخرت میں ۔ جو دُنیا میں ہوں گی وہ یہ ہیں چہرے کی رونق[۱] جاتی رہے گی ۔ محتاجی[۲] لاحق ہوگی ۔ عمر[۳] میں کمی ہوگی ۔ اور جو آخرت میں ہوں گی وہ یہ ہیں ۔ اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ سخت ناراض ہوگا ۔ حساب[۲] بہت بُرا ہوگا اور آگ[۳] کا عذاب ہوگا ۔

(تفسیر کبیر ص ۳۴۵ ج ۶)

الغرض زنا نہایت قبیح اور بُرا فعل ہے جس کے نتائج دُنیا و آخرت میں سخت ہولناک ہوں گے ۔ اسلام میں زنا کی سزائیں تین ہیں ۔ پچاس[۱] دِرّے ۔ سَو دِرّے[۲] ۔ سنگساری[۳] اگر زانی وزانیہ غلام اور لونڈی ہو خواہ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ، تو ان کی سزا صرف پچاس پچاس درّے ہیں ۔ اگر زانی وزانیہ آزاد عاقل بالغ ہوں اور نکاح کئے ہُوئے نہ ہوں یا نکاح کے بعد ہم بستری نہ کر چکے ہوں تو ان کی سزا سَو سَو دِرّے ہیں اور اگر نکاح کے بعد ہم بستری بھی کر چکے ہوں تو ان کی سزا سنگساری ہے اور یہ سزائیں اس وقت دی جائیں گی جبکہ چار گواہ مرد ، عاقل ، بالغ ، مسلم ، عادل چشم دید گواہی دیں یا مجرم خود چار بار اقرار زنا کرے اور کوئی شبہ عارض نہ ہو ۔ ان سزاؤں کا اجراء سلطانِ اسلام کے حکم کے بغیر جائز نہیں ہے اور سلطانِ اسلام کو ان سزاؤں میں تبدیلی یا تخفیف یا معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے ۔ ہاں ابتدا میں پردہ پوشی اور اعراض اولیٰ ہے لیکن جرم ثابت ہو جانے پر تخفیف و ترحم اور سفارش وعفو ممنوع ہے ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ

زانیہ عورت اور زانی مرد ، سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سَو سَو درّے اور اللہ کے حکم (کے پورا کرنے) میں تمہیں ان (مجرموں) پر ترس نہیں آنا چاہیئے اگر تم اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النور - ۲)

قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر و موجود ہو۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر پورا پورا یقین و ایمان رکھتے ہو تو اس کے احکام اور حدود کے جاری کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمی نہ کرو اور ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا کو معاف یا اس میں تخفیف کرنے لگو یا سزا دینے میں ایسا ہلکا اور غیر مؤثر طریقہ اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم اور ارحم الراحمین ہے وہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا مہربان ہے۔ اس کے ہر سخت و نرم حکم میں حکمت و رحمت کے دریا موجزن ہیں۔

مذکورہ بالا آیۂ کریمہ میں ان زانیوں کی سزا کا بیان ہوا ہے جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور غیر شادی شدہ ہوں یا شادی شدہ ہوں مگر ہم بستری نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد نہ ہوں بلکہ غلام اور لونڈیاں ہوں تو اُن کی سزا ان کی سزا سے نصف یعنی پچاس دِرّے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ (النساء - ۲۵) پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آدھی سزا ہے محصنٰت کی سزا سے۔

اور وہ لوگ جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی کر چکے ہوں ان کی سزا "رجم" یعنی سنگسار کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء اربعہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل برابر اسی قانون رجم پر رہا۔ اور ان کے بعد اہلسنت و جماعت میں سے آج تک کسی ایک شخص نے بھی اس کا انکار بلکہ اس سے اختلاف تک بھی نہیں کیا۔ گویا یہ مسئلہ سنتِ متواترہ اور اجماعِ اہلِ حق سے ثابت ہے۔

گزشتہ زمانہ میں خوارج کے ایک گروہ نے اس کا انکار کیا تھا اور دورِ حاضرہ کے منکرینِ حدیث و سنت اور بعض آزاد طبع لوگ بھی اس سزائے "رجم" کے بارے میں

طرح طرح کی تاویلیں کر کے انکار کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سزائے رجم کے متعلق چند سطور ہدیۂ قارئین کی جائیں۔

خیبر کے یہودی باشندے اسلامی حکومت کے تحت زندگی بسر کرتے تھے اور معاہدہ کی رُو سے ان کو اندرونی معاملات میں آزادی حاصل تھی۔ وُہ اپنے مقدمات کے فیصلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے مقرر کردہ قاضیوں کے پاس لانے کے لئے مجبور نہ تھے بلکہ وُہ اپنے مقدمات کے فیصلے اپنے مذہبی قانون کے مطابق اپنے ججوں سے کراتے تھے لیکن ان کے بعض مذہبی قانون بڑے سخت تھے۔ تو وُہ اپنے مذہبی قانون کی سختیوں سے بچنے کے لئے بعض مقدمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف اس امید پر لے آتے تھے کہ شاید آپ کی شریعت میں ان کے لئے وُہ سختی نہ ہو بلکہ کوئی دُوسرا نرم حکم ہو چنانچہ ایک مرتبہ ان کے معزز خاندانوں میں سے ایک شادی شدہ مرد و عورت نے زنا کیا۔ توراۃ کی رُو سے ان کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) تھی لیکن ان کو یہ سزا گوارا نہ تھی اس لیئے وُہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا فرمایا:-

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○

اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور آپ کو کیسے حکم بناتے ہیں جبکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حُکم موجود ہے پھر وُہ اس سے منہ پھیر رہے ہیں حقیقت میں یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

(المائدہ ۵ - ۴۳)

یعنی تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ آپ کے پاس فیصلہ کرانے کیسے آگئے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس کو یہ خود آسمانی کتاب مانتے ہیں اور اس میں اس

جرم کے بارے میں واضح طور پر اللہ کا حکم "رجم" موجود ہے۔ جس کتاب کو یہ مانتے ہیں
جب اُس کا فیصلہ ان کو گوارا نہیں تو آپ کا فیصلہ ان کو کیسے گوارا ہو گا۔ آپ کو تو
یہ مانتے ہی نہیں۔ اور پھر جس اللہ نے توراۃ میں حکم دیا ہے اسی اللہ کے حکم سے آپ
فیصلہ کریں گے۔ تو آپ اللہ کے حکم کے مطابق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمادیں۔ چنانچہ آپ
نے اللہ کے حکم کے مطابق رجم یعنی سنگسار کرنے کا فیصلہ دیا۔ کیونکہ توراۃ میں حکم اللہ یہی
رجم تھا۔ انھوں نے اس فیصلہ و حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا تمھارے
پاس جو آسمانی کتاب توراۃ ہے جس کو تم ماننے کا دعوٰی رکھتے ہو اس میں بھی یہی حکم ہے
انھوں نے کہا اس میں یہ حکم نہیں ہے بلکہ اس میں چالیس کوڑے مارنے اور منہ کالا کرکے
گدھے پر بٹھانے کا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تمھارے علماء میں ابن صوریا نامی ایک عالم
فدک میں رہتا ہے وُہ کیسا آدمی ہے؟ انھوں نے کہا رُوئے زمین پر اس کے پایہ کا کوئی
عالم نہیں ہے وُہ توراۃ کا سب سے زیادہ ماہر ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ چنانچہ
وُہ بلایا گیا۔ جب وُہ حاضر ہُوا تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تو ابنِ صوریا ہے؟ اس نے
کہا جی ہاں! فرمایا تو یہود میں سب سے بڑا عالم ہے؟ اس نے کہا لوگ ایسا ہی کہتے
ہیں! پھر آپ نے یہودیوں سے فرمایا۔ اس کی بات مانو گے؟ انھوں نے کہا ہاں!!
آپ نے ابن صوریا سے فرمایا مَیں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سِوا کوئی معبود
نہیں جس نے موسٰی علیہ السّلام پر توراۃ نازل فرمائی۔ جس نے تمھیں مصر سے نکالا، دریا
میں تمھارے لئے راستے پیدا کئے اور تمھارے دشمن فرعون کو غرق کرکے تمھیں اس کے ظلم و
ستم سے نجات دی، ابر کو تم پر سایہ بان بنایا، اور تمھارے لئے منّ وسلوٰی اتارا۔ سچ
بتا جب چار عادل معتبر گواہوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو جائے تو تمھاری آسمانی کتاب
توراۃ میں اس کی سزا سنگسار کرنا ہے یا کوڑے مارنا؟ اس نے کہا اسی کی قسم جس کی بھاری
قسم آپ نے مجھے دی اگر عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو مَیں جھوٹ بول دیتا
لیکن مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ توراۃ میں زانی کی سزا سنگسار کرنا ہی ہے کوڑے مارنا نہیں۔
پھر آپ نے فرمایا اس حکمِ الٰہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہُوئی؟ اس نے کہا جب ہمارے

ہاں زنا کی کثرت ہُوئی تو ہمارے حکام نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب بڑے بڑے لوگ زنا کے مرتکب ہوتے تو انہیں رشوت وغیرہ لے کر چھوڑ دیا جاتا اور جب چھوٹے لوگ اسی فعل کے مرتکب ہوتے تو انہیں رجم کر دیا جاتا۔ جب عوام میں اس کے خلاف ایک ہنگامہ اور شورش برپا ہو گئی تو ہم نے جمع ہو کر توراۃ کے اس قانون کو بدل کر امیر و غریب سب کے لئے چالیس کوڑے اور مُنہ کالا کر کے گدھے پر اُلٹا بٹھا کے گشت کرانے کی سزا مقرر کر دی اس کے بعد یہود اگرچہ ابنِ صوریا پر بہت ناراض تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بولنے کی ان کو ہمت و جرأت نہ ہُوئی۔ آپ نے ان دونوں کو "رجم" یعنی سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔

آپ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَحْیَا اَمْرَکَ اِذَا مَاتُوْہُ۔ اے اللہ مَیں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وُہ لوگ اسے مٹا چکے تھے چنانچہ اس کے بعد جس قدر بھی واقعات اس قسم کے پیش آئے ان سب میں آپ نے اور آپ کے خلفاء راشدین نے زانی محصن یعنی شادی شدہ کو یہی رجم کی سزا دی اور اس کے بعد اس پر تمام اہلِ حق کا آج تک اجماع و اتفاق رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

گویا شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توراۃ کے اس حکم کو باقی رکھا۔ جیسا کہ قتلِ عمد کی سزا کو قرآن نے بحوالہ توراۃ بیان فرمایا۔ وَکَتَبْنَا عَلَیْھِمْ فِیْھَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الآیۃ۔ اور پھر اس حکم کو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی باقی رکھا گیا۔

قرآنِ کریم میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بھی کوئی نبی آتا تھا تو وُہ پہلے انبیاء کرام کی تردید کے لئے یا ان کے دین و مذہب کو مٹا کر اپنا نیا دین و مذہب رائج کرنے کے لِئے نہیں آتا تھا بلکہ ہر نبی پہلے تمام انبیاء کی تصدیق و تائید کرتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی کتاب اس کی پہلی کتابوں کی تردید کے لئے نہیں آتی تھی بلکہ اسکی ہر کتاب اس کی پہلے بھیجی ہُوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتی تھی، چنانچہ فرمایا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْھَا ھُدًی — بے شک ہم نے توراۃ نازل فرمائی جس میں ہدایت

وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا ۔

(المائدہ - ۴۴)

اور نور ہے (اس کے بعد آنے والے) انبیاء جو مسلم تھے وُہ اسی توراۃ کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کو حکم دیتے رہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

المائدہ - ۴۶

اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد بھیجا عیسٰی بن مریم کو۔ وُہ تصدیق کرنے والا تھا اس کی جو توراۃ میں سے اس کے سامنے موجود تھا اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے وُہ بھی تصدیق کرنے والی تھی اس توراۃ کی جو اس سے پہلے تھی اور ہدایت ونصیحت تھی واسطے پرہیزگاروں کے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ

(المائدہ - ۴۸

اور (اے حبیب) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) اتارا ہے ساتھ حق کے۔ یہ تصدیق کرنے والا ہے کتاب میں سے جو بھی اس سے پہلے ہے اور یہ اس پر امین و محافظ ہے۔ سو آپ اُن کے درمیان فیصلہ فرمائیں اللہ کے نازل کئے ہُوئے قانون کے مطابق اور آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اس حق کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس آیا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں چند باتیں نہایت قابلِ غور ہیں۔ پہلی یہ کہ قرآن پہلی آسمانی کتابوں کا مصدق اور ان کے مضامین واحکام کا امین ومحافظ ہے۔ دُوسری یہ کہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ فرمایا ہے، مِنَ الْكُتُبِ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہُوا کہ تمام وُہ کتابیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہُوئیں سب کی سب اصل میں اس ایک ہی کتاب (قرآن) سے ہیں ایک سرچشمۂ فیض کی نہریں اور ایک ہی نور کے انوار اور ایک ہی اللہ کا

کلام ہیں۔ تیسری یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ۔ کہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا "رجم" کا۔ تو ثابت ہوا کہ قانون رجم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین میں سے ہے۔ چوتھی یہ کہ لوگوں کی خواہشات کا خیال کرتے ہوئے حق سے روگردانی کرنا اور اللہ کے نازل کردہ قوانین کے خلاف حکم کرنا اللہ تعالےٰ کی نافرمانی میں داخل ہے جس کے تین درجے ہیں۔ کفر، ظلم، فسق۔

فرمایا :-

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (المائدہ ۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۷)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ دیں تو وہی کافر ہیں، جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ دیں وہی ظالم ہیں اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ دیں وہی فاسق ہیں۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قانون کو غلط سمجھ کر یا اس کی تحقیر کرتے ہوئے یا اس کا انکار کرتے ہوئے اس کے مطابق حکم اور فیصلہ نہیں دیتے وہ کافر ہیں اور جو اعتقاداً قانونِ الٰہی کو حق و صحیح سمجھتے ہیں مگر عملاً اس کے خلاف حکم و فیصلہ کرتے ہیں وہ ظالم اور فاسق ہیں۔ ظالم اس وجہ سے کہ انھوں نے اس قانون کے خلاف کیا جو عین عدل و انصاف تھا اور عدل و انصاف کے خلاف کرنا ظلم ہے اور فاسق اس وجہ سے کہ بندے ہونے کے باوجود وہ اپنے خالق و مالک کی اطاعت و بندگی سے نکلے۔

ان ارشاداتِ خداوندی کے بعد کیا کوئی مسلمان یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ "رجم" قانونِ الٰہیہ کے مطابق نہیں تھا؟

اب منکرینِ حدیث (جو حکم "رجم" کے بھی منکر ہیں) کے مفروضہ دلائل کو ترتیب وار نقل کر کے ان کا بالترتیب جواب ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(۱) حکمِ رجم چونکہ قرآن میں نہیں ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں۔
(۲) اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ عام ہے اور اس کے عموم میں محصن و غیر محصن سب شامل ہیں لہٰذا سب کی سزا سو کوڑے ہو گی۔ شادی شدہ کے لئے رجم کی سزا ماننا عموم آیت کے معارض ہونے کی وجہ سے باطل قرار پائے گا۔
(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شادی شدہ زنا کرنے والی باندیوں کی جو سزا بیان فرمائی ہے وُہ محصنات کی سزا کا نصف ہے اور محصنات سے مُراد شادی شدہ عورتیں ہیں۔ اب اگر محصنہ کی سزا رجم قرار دی جائے تو اس کی تنصیف ناممکن ہے اس وجہ سے یہ آیت ناقابلِ عمل ہو جائے گی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ زنا کی سزا ہر صورت میں سو کوڑے ہی ہیں جن کا نِصف پچاس ہوتے ہیں اور وہی پچاس کوڑے شادی شدہ زانیہ باندی کی سزا ہے۔
(۴) انسان کو سنگسار کرنا اس مہذب دَور میں انتہائی وحشت و بربریت اور بے رحمی کا مظاہرہ ہے جو اسلامی تعلیمات کے قطعاً منافی ہے۔

○ منکرین و مخالفین کی پہلی دلیل کا جواب گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔

جواب ۲

منکرین کی یہ دلیل کہ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ عام ہے اور ہر زانی و زانیہ کو شامل ہے۔ خود قرآن کی روشنی میں باطل اور مرُدود ہے۔ منکرین بتائیں کہ شادی شدہ زانیہ باندی "الزانیۃ والزانی کے عموم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو پھر اس کی سزا بھی سو کوڑے ہونی چاہیئے حالانکہ اس کی سزا پچاس کوڑے ہے؟ اور اگر داخل نہیں اور یقیناً داخل نہیں تو منکرین کی یہ دلیل مردُود اور باطل ہو گئی اور اگر وُہ یہ کہیں کہ آیت فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ نے آیت اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ کو خاص کر دیا تو اہلِ حق یہ کہتے ہیں جس وحی میں اللہ تعالیٰ نے حکم "رجم" دیا اس نے بھی اس آیت کے عموم کو اسی طرح خاص کر دیا ہے۔

جواب ۳

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے شادی شدہ زانیہ باندی کی سزا محصنات کی سزا کا نصف بیان فرمائی ہے مگر وہاں محصنات سے مراد شادی شدہ عورتیں نہیں بلکہ غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں اور غیر شادی شدہ آزاد عورت اگر زنا کی مرتکب ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہے۔

تعجب ہے کہ منکرین حدیث "محصنات" سے صرف شادی شدہ عورتیں مُراد لیتے ہیں حالانکہ خود قرآن کریم میں لفظ "محصنات" غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے لئے وارد ہُوا ہے۔

ملاحظہ ہو :۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اور جو شخص تم میں سے اتنی طاقت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے تو وُہ تمھاری ان لونڈیوں سے نکاح کرے جو مسلمان ہوں اور تمھارے قبضہ میں ہوں۔

(النساء - ۲۵)

دیکھئے اس آیت میں "محصنات" سے قطعاً غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مُراد ہیں۔غیر شادی شدہ اس لئے کہ ان سے نکاح کرنے کا ذکر ہے۔شادی شدہ خاوند والی سے نکاح نہیں ہو سکتا اور آزاد اس لئے کہ ان کے بالمقابل باندیوں سے نکاح کا حکم دِیا جا رہا ہے۔

جس طرح یہاں باندیوں کے بالمقابل "محصنات" سے مُراد آزاد غیر شادی شدہ ہیں اسی طرح آیت فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ میں بھی محصنات سے مُراد آزاد غیر شادی شدہ ہیں کیونکہ وہاں بھی باندیوں کے بالمقابل ان کا ذکر ہے۔

قرآن کریم کی اس روشن تصریح سے ثابت ہُوا کہ محصنات سے مُراد غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ محصنات سے مراد صرف شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں، قطعاً غلط ہے کیونکہ "احصان" تزویج میں منحصر نہیں بلکہ تزویج کے علاوہ اسلام، عفاف

حریت سے بھی احصان ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے وَاَصْلُ الْاِحْصَانِ الْمَنْعُ۔ وَالْمَرْاَۃُ تَکُوْنُ مُحْصَنَۃً بِالْاِسْلَامِ وَالْعَفَافِ وَالْحُرِّیَّۃِ وَ التَّزْوِیْجِ۔ (لسان العرب ص۱۲/۱۳) یعنی "احصان" کے اصل معنیٰ "منع" ہیں اور عورت اسلام۔ عفاف، حریت اور تزویج (سب کے ساتھ) محصنہ ہو سکتی ہے۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَ الْاِحْصَانِ جَآءَ فِی الْقُرْاٰنِ عَلٰی وُجُوْہٍ۔ اَحَدُھَا:۔ اَلْحُرِّیَّۃُ وَثَانِیْھَا:۔ اَلْعَفَافُ وَ ثَالِثُھَا:۔ اَلْاِسْلَامُ وَرَابِعُھَا:۔ کَوْنُ الْمَرْاَۃِ ذَاتَ زَوْجٍ وَاعْلَمْ اَنَّ الْوُجُوْہَ الْاَرْبَعَۃَ مُشْتَرِکَۃٌ فِی الْمَعْنَی الْاَصْلِیِّ اللُّغَوِیِّ وَھُوَ الْمَنْعُ وَذٰلِکَ لِاَنَّا ذَکَرْنَا اَنَّ الْاِحْصَانَ عِبَارَۃٌ مِّنَ الْمَنْعِ فَالْحُرِّیَّۃُ سَبَبٌ لِتَحْصِیْنِ الْاِنْسَانِ مِنْ نَّفَاذِ حُکْمِ الْغَیْرِ فِیْہِ وَالْعِفَّۃُ اَیْضًا مَانِعَۃٌ لِّلْاِنْسَانِ عَنِ الشُّرُوْعِ فِیْمَا لَا یَنْبَغِیْ وَکَذٰلِکَ الْاِسْلَامُ مَانِعٌ مِّنْ کَثِیْرٍ مِّمَّا تَدْعُوْا اِلَیْہِ النَّفْسُ وَالشَّھْوَۃُ وَالزَّوْجُ اَیْضًا مَانِعٌ لِّلزَّوْجَۃِ مِنْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ وَالزَّوْجَۃُ مَانِعَۃٌ مِّنَ الْوُقُوْعِ فِی الزِّنَا وَلِذٰلِکَ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ حَصَنَ ثُلُثَیْ دِیْنِہٖ

جان لو بیشک لفظ "احصان" قرآن میں چند وجوہ پر آیا ہے۔ پہلی حریت دُوسری عفاف تیسری اسلام چوتھی ازدواجی رشتہ، اور یہ چاروں وجوہ اصلی لغوی معنیٰ میں مشترک ہیں اور وُہ اصلی لغوی معنیٰ ہیں "منع" یعنی روکنا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ "احصان" کے اصلی معنی روکنے کے سب میں مشترک ہیں تو وُہ اس طرح کہ حریت انسان پر غیر کے حکم کے نفاذ کو روکنے کا سبب ہے۔ ایسے ہی عفت و پاکدامنی انسان کو نامناسب اور بُری راہوں سے روکتی ہے اور اسی طرح اسلام ان کثیر چیزوں سے روکتا ہے جن کی طرف نفس و شہوت دعوت دیتے ہیں اور ایسے ہی زوج زوجہ کے لئے بہت سے امور کو روکنے اور زوجہ زوج کے لیے زنا وغیرہ سے روکنے والی ہے اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس نے نکاح کیا اس نے اپنے دین کا دو تہائی حصہ محفوظ کر

فَثَبَتَ اَنَّ الْمَرْجِعَ بِكُلِّ هٰذِهِ الْوُجُوْهِ اِلٰى ذٰلِكَ الْمَعْنَى اللُّغَوِيِّ ۔	لیا - پس ثابت ہُوا کہ ان تمام وجوہ کا مرجع یہی لغوی معنیٰ ہے ۔

(تفسیر کبیر صہ ۱۹۴/۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثابت ہوگیا کہ "احصان" تزویج میں منحصر نہیں اس کو تزویج میں منحصر ماننا کس قدر ناواقفی اور نافہمی کی دلیل ہے ۔

جواب ۴

رہا یہ امر کہ انسان کو سنگسار کرنا اس مہذب دَور میں سخت بے رحمی اور بربریت کا مظاہرہ ہے تو اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ جن لوگوں کی اصطلاح میں بے حیائی و بے شرمی کا نام تہذیب ہو ان کے نزدیک فاحشہ و بدکار کی سزا بے رحمی اور بربریت ہی کہلائے گی ۔

اے کاش ! یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھتے کہ انسان کا شادی شدہ ہونا اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کی ضمانت ہے اور " احصان بالتزویج " گویا اس کی پاکدامنی کے لئے ایک حصن حصین اور مضبوط قلعہ ہے ایسا محصن جب فاحشہ کا مرتکب ہو کر کسی کی آبروریزی کرتا ہے تو صرف یہ نہیں کہ اس نے انسانی عفت کے دُرِ آبدار کو شکستہ کر ڈالا بلکہ اس سے پہلے اس نے خود اپنے حصارِ عفت کو سنگ ہائے معصیت سے ریزہ ریزہ کر دیا ایسے شخص کی سزا کا سنگساری سے کم ہونا اسلامی معاشرہ میں انسانی ناموس کے ساتھ سخت بے رحمی اور انتہائی وحشت و بربریت کا مظاہرہ ہے ۔

بلاشبہ جب انسان پر ہوا و ہوس اور جاہ طلبی کا غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کے پیشِ نظر خالق و مالک اللہ جل شانہٗ کی رضا و خوشنودی نہیں ہوتی بلکہ بندوں کی رضا ہوتی ہے پھر وُہ اُن کو خوش کرنے اور اپنا ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے قرآنِ کریم کے معانی اور اسلام کے احکام میں ہیر پھیر اور واضح تصریحات کا انکار کرنا شروع کر دیتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں حرص و ہوا کا غلبہ ہو جائے وہاں عدل و انصاف نہیں رہتا پھر قرآن کریم اس کے لئے موجبِ نصیحت و ہدایت اور رحمت و شفا نہیں

ہوتا بلکہ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا اور وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ کا موجب ہو جاتا ہے۔

فوائد

۱۔ یہ کہ آپ کی مبارک بغلوں کا رنگ دیگر آدمیوں کی طرح متغیر نہیں ہوتا تھا۔
۲۔ یہ کہ آپ کی مبارک بغلیں اور ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار تھے۔
۳۔ یہ کہ آپ کی مقدس بغلوں میں دیگر آدمیوں کی طرح بال بھی نہیں تھے۔
۴۔ یہ کہ زنا بہت بُرا فعل ہے اور اس کی سزائیں کتاب وسنت کے عین مطابق ہیں۔

دست و بازو مبارک

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستوں
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عید مشکل کشائی کے چمکے ھلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفِ دست اور بازوئے مبارک پُر گوشت تھے ریشم سے بڑھ کر نرم اور بے حد خوشبو دار تھے جس شخص سے آپ مصافحہ کرتے وُہ دن بھر اپنے ہاتھوں سے خوشبو پاتا اور جس بچے کے سر پر آپ اپنا دستِ مبارک رکھ دیتے وُہ خوشبو میں دُوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسارے پر ہاتھ مبارک پھیرنے لگے۔ میرے رخسارہ پر بھی آپ نے ہاتھ پھیرا۔

فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا وَّرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ۔

تو میں نے آپ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔

(مسلم شریف ۲۵۶/۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا مَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَّلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا وَّلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفِ دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک وعنبر وغیرہ خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔

(بخاری ۲۶۴/۱ مشکوٰۃ ۵۱۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كُنْتُ أُصَافِحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ يَمَسُّ جِلْدِيْ جِلْدَهٗ فَأَتَعَرَّفُهٗ بَعْدُ فِيْ يَدِيْ وَاِنَّهٗ لَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ۔

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرا بدن آپ کے بدن سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد ازاں بھی پاتا کہ میرا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہوتا۔

(بیہقی، ابن عساکر، زرقانی علی المواہب ص۱۸۳/۴)

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر تشریف لائے۔

النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَأْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهِمَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ۔

تو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو پکڑ پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے میں نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبو دار تھا۔ (بخاری ص۵۰۲/۱)

اور یہی وہ نورانی ہاتھ ہیں کہ کونین کی نعمتیں ان ہی مبارک ہاتھوں میں مستور ہیں اور کائنات کی ساری برکتیں ان ہی بے مثل ہاتھوں میں پوشیدہ ہیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّيْ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ۔

بے شک میں زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دیا گیا ہوں۔

(بخاری ص۵۵۸/۲ و ص۹۷۵/۲، مسلم ص۲۵۰/۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أُتِيْتُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ يَدَيَّ۔

میں زمین کے تمام خزانے دیا گیا ہوں اور وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیئے گئے۔

(بخاری ص۱۰۴۲/۲۔ مسلم ص۲۴۴/۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اُتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسٍ أَبْلَقَ جَاءَنِىْ بِهَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ مِّنْ سُنْدُسٍ ۔	میں ساری دُنیا کی کنجیاں دیا گیا ہوں۔ جبریل امین ان کو ابلق گھوڑے پر رکھ کر میرے پاس لائے اور ان کنجیوں پر ریشمی چادر پڑی ہوئی تھی۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۹۵/۲ زرقانی علی المواہب ص ۲۶/۵ سراج المنیر ص ۴۳/۱)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد ایک کہنے والا

يَقُوْلُ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰى مَفَاتِيْحِ النُّصْرَةِ وَمَفَاتِيْحِ الرِّبْحِ وَمَفَاتِيْحِ النُّبُوَّةِ ۔ بَخٍ بَخٍ قَبَضَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِلَّا دَخَلَ فِىْ قَبْضَتِهٖ ۔	کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نصرت کی کنجیوں اور نفع کی کنجیوں اور نبوت کی کنجیوں پر قبضہ فرمالیا ہے ..... واہ واہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا۔ کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو آپ کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔

(خصائص کبریٰ ص ۴۸/۱)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ (مسلم ص ۳۹۰/۲، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)	کہ مجھ کو دو خزانے سرخ اور سفید یعنی سونا اور چاندی عطا فرمائے گئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَىْءٍ ۔	مجھے ہر چیز کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔

(مسند احمد، طبرانی، خصائص کبریٰ ص ۱۹۵/۱)

حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا يَئِسُوا الْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِىْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ	قیامت کے دن جب لوگ ناامید ہوں گے عزت و کرامت اور کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں

يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ۔ گی اور حمد کا جھنڈا بھی اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا ۔

(دارمی ۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۱۴)

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا ، مالک و مختار بنایا

یہ مشہور واقعہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں تشریف لے گئے ، وہاں کافروں نے تین سو ساٹھ پتھر کے بُت اس طرح مضبوط نصب کئے ہوئے تھے کہ کلہاڑیوں اور کدالوں سے ان کا اکھڑنا مشکل تھا ۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک چھڑی تھی وہ چھڑی جس بُت سے لگا دیتے اور فرماتے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ وہ بُت اوندھے مُنہ زمین پر آجاتا تھا ، جس سے سب لوگ تعجب کرتے ۔ (سیرت ابن ہشام ص۵۹)

مقامِ غور ہے کہ صرف لکڑی کی چھڑی لگا دینے سے ان بتوں کا گر جانا جو نہایت مضبوط طریقہ سے زمین میں جمائے ہوئے تھے کس قدر حیرت انگیز ہے لیکن جب یہ دیکھا جائے کہ وہ چھڑی کس کے ہاتھ میں تھی تو کوئی حیرت نہیں رہتی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک دستِ قدرتِ الٰہی تھا ۔

دستِ احمد عینِ دستِ ذوالجلال آمدہ در بیعت و اندر قتال

(اعلیٰحضرت)

اس چھڑی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی قوت و تاثیر تھی جس کے صرف لگنے سے زمین اور دیوار میں گڑے ہوئے مستحکم بُت اوندھے مونھ گر جاتے تھے ۔

تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

دیکھنے میں تو وہ دستِ مبارک ہی تھا مگر اس دستِ مبارک کی حقیقتوں کا ادراک بغیر عرفانِ الٰہی ممکن نہیں ۔

حضرت جعیل بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا ۔ میری گھوڑی جس پر میں

سوار تھا، نہایت ضعیف اور دُبلی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ میں بہت پیچھے رہ گیا ہوں تو تشریف لائے اور فرمایا تمھارا کیا حال ہے ؟

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ عَجْفَاءُ ضَعِيْفَةٌ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِخْفَقَةً مَّعَهٗ فَضَرَبَهَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِيْهَا فَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ مَا اَمْلِكُ رَأْسَهَا اَنْ تَقَدَّمَ النَّاسَ وَلَقَدْ بِعْتُ مِنْ بَطْنِهَا بِاثْنَيْ عَشَرَ اَلْفًا۔

(بیہقی۔ خصائص کبریٰ ص ۶۳/۲)

میں نے عرض کی یا رسول اللہ میری گھوڑی دُبلی اور ضعیف ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں جو چھڑی تھی اس سے آپ نے اس کو مارا اور فرمایا اے اللہ اس (جعیل) کے لئے اس میں برکت فرما۔

حضرت جعیل فرماتے ہیں اس کے بعد وُہ ایسی تیز ہوگئی کہ مَیں اس کی لگام نہیں تھام سکتا تھا اور سب سے آگے بڑھ جاتی۔ اور اس سے اتنی اولاد ہُوئی کہ میں نے ان کو بارہ ہزار میں بیچا۔

دُبلی اور ضعیف گھوڑی کا بغیر خوراک اور مسالا وغیرہ کھلانے کے صرف چھڑی مارنے سے چُست اور چالاک ہو جانا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور چھڑی مارنے سے اس کی فطرت ہی بدل گئی اور ایک نئی رُوح اور نئی طاقت اس کے اندر پیدا ہوگئی اور آپ کی دُعائے برکت کا اثر پورے طور پر یوں ظاہر ہُوا کہ اس کی اولاد اتنی ہوگئی کہ اس کے بارہ ہزار ملے۔

اہلِ ایمان اس قسم کے واقعات سے بخوبی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیبِ مکرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آپ کی حرکت سے برکتوں کا ظہور ہو اور ثابت ہو جائے کہ آپ کا مثیل و نظیر کوئی نہیں ہے۔

اور یہی وُہ دستِ قدرت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت فرمایا ہے اور اسی دستِ اقدس پر بیعت کرنے والوں کو یوں بشارت دی ہے يَدُ اللهِ فَوْقَ

اَیۡدِیۡهِمۡ کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اور یہی وُہ دستِ شفا ہے کہ جس کے محض چھُونے سے وُہ بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں جن کے علاج سے اطباء عاجز ہیں، اور یہی وُہ دستِ قدرت ہے کہ جس کے اشارے سے چاند دو پارہ ہو گیا تھا اور ڈوبا ہُوا سُورج واپس لوٹ آیا تھا ۔

سُورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسُول اللہ کی!

(اعلیحضرت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
کہ حضر موت کے باشندے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئے جن میں اشعث بن قیس بھی تھا۔ انھوں نے کہا کہ ایک بات ہم نے اپنے دِل میں چھپائی ہے بتائیے وُہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ تو کاہن کا کام ہے اور کاہن و کہانت کا مقام دوزخ ہے۔

فَقَالُوۡا کَیۡفَ نَعۡلَمُ اَنَّکَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ فَاَخَذَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَفًّا مِنۡ حَصًی فَقَالَ ھٰذَا یَشۡھَدُ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ فَسَبَّحَ الۡحَصٰی فِیۡ یَدِہٖ قَالُوۡا نَشۡھَدُ اِنَّکَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ۔

تو انھوں نے کہا کہ پھر ہم کس طرح جانیں کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں؟ تو آپ نے ایک مٹھی کنکر زمین سے اٹھا کر فرمایا دیکھو یہ گواہی دیتے ہیں کہ مَیں اللہ کا رسُول ہوں چنانچہ حضورؐ کے دستِ مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی یہ سُنتے ہی اُنھوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسُول ہیں۔

(دلائل النبوۃ، ابو نعیم ص۱۹۱ خصائص کبرٰی ص۵ ج۲)

اسی قسم کی بہت سی روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں کنکریوں نے بلند آواز سے تسبیح اور کلمۂ طیبہ پڑھا۔
اس میں شبہ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلوب کی کیفیتوں پر مطلع تھے جس کا

ثبوت متعدد احادیث میں ملتا ہے مگر اس موقعہ پر جو فرمایا کہ یہ کاہن کا کام ہے، اس میں ایک بہت بڑی مصلحت تھی اور وہ یہ تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی سوچی ہوئی بات بتا دیتے تو لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ یہ کام تو کاہن بھی کیا کرتے ہیں، اور ممکن تھا کہ ان کو اس قسم کا کوئی واقعہ شبہے میں ڈال دیتا، چونکہ انھوں نے نبوت و رسالت کے پرکھنے کا معیار، دِل کی بات جان لینے کو قرار دیا جو اتنی بڑی بات نہ تھی۔

اس لئے فرمایا کہ یہ کام تو کاہن بھی کر لیتے ہیں، ہم تمھیں وہ معجزہ دکھاتے ہیں کہ کسی اور سے ممکن ہی نہ ہو، چنانچہ کنکریوں سے کلمہ پڑھوا دیا۔

سیرت ابنِ ہشام میں لکھا ہے کہ اُنھوں نے ریشمی لباس پہنا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَمَا بَالُ هٰذَا الْحَرِيْرِ فِيْ اَعْنَاقِكُمْ قَالَ فَشَقُّوْهُ مِنْهَا فَاَلْقَوْهُ۔ (ص ۳۴۵/۲)

کہ تھارا کیا حال ہے کہ تم نے یہ ریشم اپنی گردنوں میں پہن رکھا ہے جو ناجائز ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سُنتے ہی انھوں نے اس لباس کو پھاڑ پھاڑ کر پھینک دیا۔

سبحان اللہ یہ ہے مسلمان ہونا کہ ریشمی لباس کا ناجائز ہونا سنتے ہی اسے پھاڑ پھاڑ کر پھینک دیا، اور ہم ہیں کہ جانتے تو سب کچھ ہیں مگر عمل کچھ بھی نہیں، اے اللہ تبارک و تعالیٰ بہ طفیل اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سچا مسلمان بنا، آمین۔

حضرت عمر بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکینِ مکہ نے حضرت عمار بن یاسر کو آگ میں ڈال دینا چاہا تو تیار تھے کہ آگ میں پھینک دیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور اپنا دستِ کرم حضرت عمار کے سر پر رکھ دیا۔

فَيَقُوْلُ يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَمًا عَلٰى عَمَّارٍ كَمَا كُنْتِ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔

اور فرمایا اے آگ عمار پر ٹھنڈی ہو جا جیسے کہ تو ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی، اے عمار! تیرے مرنے کا یہ وقت نہیں بلکہ باغیوں کا ایک گروہ تجھے قتل کرے گا۔

(طبقات ابن سعد، کنز العمال، خصائص کبریٰ ص۲ زرقانی ص۱۹۳)

ف :۔ آپ کا فرمان سُن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور بعد ازاں حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں حضرت عمار شامی باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور آپ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

حضرت عباد بن عبد الصمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ انھوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ دسترخوان لاؤ ہم کھانا کھائیں گے۔ اس نے لا کر بچھا دیا، فرمایا کہ رومال بھی لا۔ وُہ ایک رومال لے آئی جو کہ میلا تھا، فرمایا اس کو تنور میں ڈال دے! اس نے تنور میں ڈال دیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اُسے

فَخُرِجَ اَبْیَضَ کَاَنَّہُ اللَّبَنُ فَقُلْنَا مَاھٰذَا فَقَالَ ھٰذَا مِنْدِیْلٌ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ بِہٖ وَجْھَہٗ فَاِذَا اَتَّسَخَ صَنَعْنَا بِہٖ ھٰکَذَا لِاَنَّ النَّارَ لَا تَاْکُلُ شَیْئًا مَرَّ عَلٰی وُجُوْہِ الْاَنْبِیَآءِ۔

نکالا گیا تو وُہ ایسا سفید تھا جیسا کہ دُودھ۔ ہم نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کیا راز ہے؟ حضرت انس نے فرمایا کہ یہ وُہ رومال ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ مبارک کو صاف کیا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو اسی طرح آگ میں ڈال کر صاف کر لیتے ہیں، کیونکہ جو چیز انبیاء کرام کے چہروں پر گزرے آگ اسے نہیں جلاتی۔

(ابو نعیم۔ خصائص کبریٰ ص۸)

عارف اکمل حضرت مولانا رُوم علیہ رحمۃ القیوم مثنوی شریف میں اس واقعہ مبارکہ کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ؎

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب ۔۔۔ باچناں دست و لبے کن اقتراب
چوں جمادے را چناں تشریف داد ۔۔۔ جان عاشق را چہا خواہد کشاد

اے وُہ دل جس کو نارِ جہنم اور عذابِ دوزخ کا ڈر ہے ان پیارے پیارے ہونٹوں اور مقدس ہاتھوں سے نزدیکی کیوں نہیں حاصل کر لیتا جب کہ بے جان چیز دسترخوان کو

ایسی فضیلت و بزرگی عطا فرمائی کہ وُہ آگ میں نہ جلے، تو جو اُن کے عاشق وصادق اور بندۂ بارگاہ بے کس پناہ ہیں ان پر جہنم کیوں نہ حرام ہو،

یہاں ایک معرکۃ الآرا فطرت کا مسئلہ پیش ہو جاتا ہے کہ ہر چیز کا اپنی فِطرت کے مطابق کام کرنا ضروری ہے۔ آگ کا کام ہے جلانا، اس کی کتنی ہی خوشامد کیجئے وُہ اپنا جلانا نہ چھوڑے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن مومن کا یہ ایمان ہے کہ آگ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس میں جلانے کی تاثیر بھی اسی نے رکھی ہے۔ جب خُدا اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو اس کی صفت احراق کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو گلزار بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ جب چاہیں، آگ کی صفت کو بیکار کر دیں، غرض کہ جب خدا تعالیٰ کی قدرت مان لی جائے تو فلسفہ اور سائنس کا جھگڑا خود بخود مٹ جاتا ہے ؎

فلسفی کو اپنی عقلِ نارسا پر ناز ہے ۔۔۔ مردِ مومن کو خدا و مصطفٰے پر ناز ہے

خدا تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی چیز اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی، اور جو لوگ خدا کی قدرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے ہی نہیں ہمیں اُن سے کوئی بحث نہیں۔

الحاصل ہر مسلمان کے لئے یہ ماننا ضروری ہے کہ آگ حکمِ الٰہی کے خلاف نہیں کرتی اسی کو جلاتی ہے جس کے جلانے کا حکم ہوتا ہے مگر عادت اللہ جب یونہی جاری ہے کہ جلانے کا کام آگ ہی سے لیا جاتا ہے تو مسلمان کو چاہیئے کہ اس سے بچے، اگر اس میں کُود جلئے یا اپنا مال اس میں ڈال دے تو گناہگار ہو گا کیونکہ حسبِ عادت خودکشی یا اتلافِ مال کا شرعاً اس پر الزام عائد ہو گا۔

ایک بات اس میں اور قابلِ غور یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رومال کی صفائی کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟ اور کیا کسی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہو؟ ہرگز نہیں! تو جب کسی روایت سے یہ ثابت نہیں اور نہ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسی بات

فرمائی جس سے معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ انہیں بتایا تھا تو ثابت ہُوا کہ رومال صاف کرنے کا یہ طریقہ انھوں نے اپنی ذات سے ایجاد کیا تھا کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک اور رُوئے انور کا مساس اس رومال کو حاصل ہے لہٰذا آگ اسے ہرگز نہیں جلائے گی ورنہ وُہ متبرک رومال جو اُن کو جان سے عزیز تھا، اگر اس کے جلنے کا خوف یا خیال بھی ہوتا، تو وُہ کبھی ایسا نہ کرتے کیونکہ صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

یہ تھے صحابۂ کرام کے مستحکم اعتقاد جنہوں نے شانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آج کل کے بعض مسلمان ایسے بھی ہیں کہ ان کی نظروں میں تبرکات تو کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں جس طرح اس زمانے کے کفّار کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ ہمارے ہی جیسے ایک بشر ہیں۔ یہ بھی وہی کہتے ہیں رہنمائے عارفاں حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ؎

کافراں دیدند احمد را بشر — ایں ندانستند کاں شق القمر

کافروں کی نظروں میں حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم صِرف ایک بشر ہیں۔ بصیرت کے اندھوں نے یہ نہ دیکھا کہ انھوں نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت و محبّت جو مسلمانوں کے دِلوں میں تھی اس نے اسلام میں بڑے بڑے کرشمے دکھائے، اور جب سے وُہ بات جاتی رہی تنزّل اور خرابی کا سامنا ہے اگرچہ ایک جماعت مسلمانوں کے اندر اب بھی ایسی ہے جس کے احوال و افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت و محبت ان کے دلوں میں اس قدر زیادہ ہے کہ مخالفین نے ان کو بدعتی وغیرہ مشہور کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی وقعت اور سچی محبّت ہمارے دلوں میں مستحکم کرے۔ آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

ذرۂ عشق نبی از حق طلب — سوزِ صدیق و علی از حق طلب
رُوح را جز عشق او آرام نیست — عشق کو روزیست او را شام نیست

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامان اوست   بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک ابورافع یہودی (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا دشمن تھا) کو قتل کر کے اُس کے اُونچے مکان سے اترنے لگے تو زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی انھوں نے اسی وقت گرم گرم پنڈلی اپنے عمامہ سے باندھ لی اور رحمۃ للعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اپنا حال عرض کر دیا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ۔

(بخاری شریف ص۵۷۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ فرماتے ہیں میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور نے اس پر اپنا دستِ شفا پھیر دیا، آپ کے دستِ کرم کے پھیرتے ہی میری پنڈلی ایسی درست ہو گئی کہ گویا کبھی وُہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔

ابن عساکر اور مدائنی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ اَبِي اَيَاسٍ مَسَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَهٗ وَاَلْقٰى يَدَهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَكَانَ اُسَيْدٌ يَدْخُلُ الْبَيْتَ الْمُظْلِمَ فَيُضِيْئُ۔

کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید بن ایاس کے چہرہ اور سینہ پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو (ان کا چہرہ اور سینہ اس قدر روشن ہو گیا کہ) وُہ اندھیری کوٹھری میں داخل ہوتے تو وُہ روشن ہو جاتی۔

(ابن عساکر، کنز العمال، خصائص کبریٰ ص۸۵)

وُہ روشنی بظاہر آپ کے دستِ مبارک میں محسوس نہ تھی جو ان کے چہرہ میں منتقل ہُوئی اور نہ اُن کے چہرہ میں پوشیدہ تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرما دیا تھا، بلکہ دستِ مبارک کے فیض و اثر سے وُہ روشنی پیدا ہو گئی تھی، یہ تھی دستِ مبارک کی تاثیر جس کی دسترس معدومات تک تھی۔

حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْہَہٗ قَتَادَۃَ ابْنِ مِلْحَانَ فَکَانَ لِوَجْہِہٖ بَرِیْقٌ حَتّٰی کَانَ یُنْظَرُ فِیْ وَجْہِہٖ کَمَا یُنْظَرُ فِی الْمِرْاٰۃِ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتادہ بن ملحان کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کے چہرہ میں اتنی چمک پیدا ہوگئی کہ ان کے چہرے میں اشیاء کا عکس اسی طرح دیکھا جاتا جس طرح کہ آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔

(شفاء شریف صفحہ ۲۲۰)

اس حدیث شریف میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُن کے چہرے پر دستِ مبارک پھیرا وُہ محض محبّت کی وجہ سے تھا یا یہ مقصود تھا کہ ان کا چہرہ روشن ہو جائے، کچھ بھی ہو دستِ مبارک کی تاثیر ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اگر محض محبّت کی وجہ سے بغیر قصدِ روشنی دستِ مبارک پھیرنے سے چہرہ روشن ہو گیا تو اور زیادہ پُرلطف بات ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست کے آپ کی حرکات پر وُہ اثرات مرتب کر دے جو دُنیا میں کسی سے نہ ہو سکیں جن سے آپ کا نام تمام دُنیا میں روشن رہے۔ اور اگر روشنی کے قصد سے دستِ مبارک کے پھیرنے سے چہرہ روشن ہُوا تو معلوم ہُوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا ارادہ فرماتے ویسا ہی ہو جاتا ہے

قدرت نے ازل میں یہ لکھا ان کی جبیں پر
جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن میں گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا حضور میں ناتجربہ کار ہوں، مقدمات کے فیصلے وغیرہ کیسے کروں گا؟

قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ

حضرت علی کہتے ہیں کہ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ کرم میرے سینے پر مارا اور دُعا کی اے اللہ اس کے دل کو ہدایت

قَلْبَهٗ وَثَبِّتْ لِسَانَهٗ قَالَ فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ فَمَا شَکَکْتُ فِیْ قَضَآءٍ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ ۔ (ابن ماجہ، حاکم، خصائص کبریٰ ص۲/۳)

پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ حضرت علی فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس وقت سے تادمِ حیات فریقین کے مقدمات کے فیصلے کرنے میں ایک ذرہ کے برابر بھی مجھے غلطی کا شبہ نہیں ہُوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک کا یہ اثر ہُوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا صحابۂ کرام میں کوئی نہ تھا، اس میں شبہ نہیں کہ ایسے مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو دُعا فرمایا کرتے تھے وُہ ضرور قبول ہوتی تھی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ان اُمور کا اظہار بھی ہو جاتا تھا مگر ایسے موقعوں پر دستِ مبارک جو رکھا جاتا تھا اس کا رکھنا بھی بے سبب نہ ہوتا تھا چونکہ شرحِ صدر بغیر حکمِ الٰہی نہیں ہو سکتا تھا اس لئے دُعا بھی فرمائی اور عالمِ اسباب میں ظاہری سبب کی بھی ضرورت ہے اس لئے اپنا دستِ مبارک بھی رکھا تاکہ اس کی بھی تاثیر ہو، اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح دوائیں وغیرہ عالمِ اسباب میں تاثیر کیا کرتی ہیں اسی طرح دستِ مبارک میں بھی تاثیر رکھی گئی تھی جس کا ظہور بے شمار مقامات پر ہُوا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ مَیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ سیّدہ حضرت فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اس وقت ان کا چہرہ زرد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چہرہ دیکھ کر پہچان گئے کہ بھوک کے سبب ایسا ہے۔

فَرَفَعَ یَدَہٗ فَوَضَعَهَا عَلٰی صَدْرِهَا فِیْ مَوْضِعِ الْقِلَادَةِ وَفَرَّجَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَةِ وَرَافِعَ الْوَضِیْعَةِ اِرْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ قَالَ

تو آپ نے اپنا دستِ مبارک ان کے گلے کے نیچے جہاں ہار ہوتا ہے رکھ کر انگلیوں کو کشادہ کیا اور فرمایا اے اللہ بھوکوں کو سیر کرنے اور پست کو بلند کرنے والے فاطمہ بنت محمّد کو بلند کر۔ عمران کہتے ہیں کہ مَیں ان

عِمْرَانُ فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا وَقَدْ ذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ مِنْ وَجْهِهَا فَلَقِيْتُهَا بَعْدُ فَسَأَلْتُهَا فَقَالَتْ مَا جُعْتُ بَعْدُ يَا عِمْرَانُ۔

کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ان کے چہرے سے بھوک کے آثار جاتے رہے اور اس کے کئی روز بعد میں سیّدہ کو ملا اور اس بارہ میں پوچھا تو فرمایا کہ اے عمران اس کے بعد مجھے بھوک سے کبھی اذیت نہیں ہُوئی۔

(بیہقی، دلائل النبوۃ ابو نعیم صفحہ ۳۹۷۔ خصائص کبریٰ صفحہ ۲)

اس حدیث شریف سے اہلِ بیت کے گزران کا حال ظاہر ہے کہ حضرت سیدہ پر کتنے وقت کا فاقہ گزرا ہوگا کہ جسم کا خون تحلیل ہوکر چہرے پر زردی نمایاں ہُوئی باوجود اس کے ایک روز بھی زبان پر نہ لائیں کہ ہم تو ایسے فقر و فاقے میں مبتلا ہیں اور آپ خزانے کے خزانے لٹا دیتے ہیں جن سے دُوسرے لوگ نفع اٹھاتے ہیں، سبحان اللہ! یہ ہیں وُہ لوگ جن کو نفوسِ قدسیہ کہتے ہیں ؎

خود اپنی سادگی دیکھو کھجوروں پر گزارا ہے
شہنشاہی جہاں کی بٹ رہی ہے خاکساروں میں

اب یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ ایک بار دست مبارک کے رکھنے سے عمر بھر کی اذیت کا بندوبست ہوگیا، ایسے کام خدائی طاقت سے متعلق ہیں، اس میں قوت بشری کو کوئی دخل نہیں۔ جب یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک سے ظاہر ہُوا تو اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مظہرِ قدرتِ الٰہی ٹھہرے۔

چاند کو دو ٹکڑے کرنا اور عالمِ علوی وسفلی میں تصرف کرنا اسی قدرت سے متعلق ہے جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں ان کو بڑی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قدرت مان لی جائے تو شرک لازم آجاتا ہے، اس لئے وُہ اکثر معجزات کا انکار ہی کر دیتے ہیں۔

زمانۂ سابقہ میں معتزلہ نے اس قسم کے اصول قائم کئے تھے مگر اہلِ سنت وجماعت برابر معجزات کے قائل رہے چنانچہ اسی جماعت کثیرہ کی وجہ سے یہ معجزے ہم تک پہنچے۔

اگر وُہ حضرات معجزوں کی ان احادیث کو موضوع خیال کر کے اپنی کتابوں میں نہ لکھتے تو ہم تک یہ معجزے ہرگز نہ پہنچ سکتے۔

جو لوگ مدعی نبوت پچھلے زمانے میں گزرے وُہ سب جانتے تھے کہ مسلمان جب تک خوارق عادات نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے، اس لئے وُہ خوارق عادات ظاہر کرنے کی تدابیر سوچتے اور لوگوں کو شعبدے وغیرہ دکھا بھی دیتے جس سے بعض لوگ ان کے معتقد بھی ہو جاتے اور بہت سے ان کی جعل سازیوں پر مطلع ہو کر ان کی تکذیب کر دیتے۔

چنانچہ قادیانی مرزا صاحب نے اس قسم کے معجزات کا قطعی طور پر انکار ہی کر دیا اور ان سے متعلق احادیث کو موضوع ٹھہرایا تاکہ معجزے دکھانے کا جھگڑا ہی جاتا رہے۔

حضرت مدلوک فرازی فرماتے ہیں کہ میرا آقا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے گیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دُعائے برکت فرمائی اور میرے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ میرے سر کا وُہ حصّہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک نے مَس کیا تھا سیاہ ہی رہا، باقی تمام سفید ہو گیا۔ (اصابہ)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہُوئے۔

فَمَسَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْھَہٗ فَمَا زَالَ وَجْھُہٗ جَدِیْدًا حَتّٰی مَاتَ۔ (خصائصِ کبریٰ صـ۸۴ ج۲)

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا اس کا اثر یہ ہُوا کہ مرتے دم تک ان کا چہرہ تر و تازہ رہا۔

یعنی بڑھاپے سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں وُہ نہ ہونے پائے۔ گویا دستِ مبارک کے فیض و اثر سے ہر وقت ان کے چہرے سے تازگی اور جوانی نمایاں تھی۔ دستِ مبارک کا یہ اثر کہ ہمیشہ جوانی باقی رہے، ایک روحانی اثر ہے ورنہ ہر سِن کے فطرتی آثار و لوازم کسی طرح بھی رُک نہیں سکتے۔

یہاں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اسلام لاتے ہی اُن کے چہرے پر خصوصیت سے دستِ مبارک کیوں پھیرا؟ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اندرونی

راز کوئی ضرور تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ان کا چہرہ ہمیشہ تر و تازہ رہے۔

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَأْسِیْ وَلِحْیَتِیْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ جَمِّلْہُ قَالَ فَبَلَغَ بِضْعًا وَّمِائَۃً سَنَۃً وَّمَا فِیْ لِحْیَتِہٖ بَیَاضٌ وَلَقَدْ کَانَ مُنْبَسِطُ الْوَجْہِ وَلَمْ یَنْقَبِضْ وَجْھُہٗ حَتّٰی مَاتَ۔ (ترمذی، بیہقی، خصائصِ کبرٰی ص۸۳/۲)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دُعا کی کہ الٰہی اسے زینت بخش! راوی کہتے ہیں کہ وُہ ایک سو اوپر کتنے سال جیئے لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہُوئے، سیاہ رہے اور چہرہ پر ایک ذرہ بھر شکن نہ تھی، صاف اور روشن جیسے جوانوں کا چہرہ ہوتا ہے۔

بڑھاپے میں بالوں کا سفید ہو جانا فطرتی امر ہے اور یہ کوئی معیوب بات نہیں بلکہ ضعیفی کی زینت اور وقار ہے۔

مگر خدا تعالیٰ کو یہ دکھانا منظور تھا کہ جن بالوں پر میرے محبوب کا دستِ مبارک پہنچا ہے ان پر طبعی امر کی دسترس نہ ہوگی۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فطرتی امور پر بھی غالب تھی۔

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد ہوازن سے جنگ کے ارادہ سے نکلے تو مَیں نے اپنے دِل میں کہا کہ انتقام کا بہترین موقعہ ہے شاید گڑبڑ میں مَیں آپ کو قتل کر کے اپنے باپ اور چچا اور بنی اعمام کے جنگِ احد میں قتل ہونے کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اس وقت میرے خیالات ایسے تھے کہ اگر تمام عرب و عجم کے لوگ آپ کے تابع ہو جائیں تو بھی مَیں ہرگز آپ کے تابع نہ ہوں گا بلکہ آپ سے میری عداوت اور بھی بڑھتی ہی جائے گی۔

چنانچہ جب میدان جنگ میں خوب زور شور سے گڑبڑ ہُوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم پیادہ ہو گئے اور میں اس وقت بالکل آپ کے قریب تھا۔ میں نے وار کرنے کے ارادہ سے تلوار اٹھائی تو یکایک مثل برق ایک شعلۂ آگ میری طرف آیا جس سے میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور مجھے کچھ نہ سُوجھا۔ میں نے بے اختیار آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا حضرت نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا شیبہ میرے قریب آؤ! میں قریب ہُوا تو آپ نے تین بار میرے سینے پر دستِ مبارک مارا، جس سے میرے دِل میں آپ کی اتنی محبّت پیدا ہو گئی کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔ حضور نے مجھے جنگ کرنے کا حکم دیا میں نے آگے بڑھ کر تلوار چلانا شروع کر دی۔ خدا تعالیٰ کی قسم اس وقت میری حالت یہ تھی کہ اگر کوئی وار حضرت پر آئے تو میں اسے اپنے اُوپر لے لوں، اگر اس وقت میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور میرے سامنے آتا تو میں اس پر بھی تلوار چلاتا۔ غرض کہ میں اختتامِ جنگ تک حضرت کے ساتھ رہ کر جہاد کرتا رہا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے میں بھی وہاں حاضر ہو گیا دیکھا کہ حضور کے چہرۂ انور پر آثارِ مسرت نمایاں تھے۔ فرمایا اے شیبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو ارادہ فرمایا وُہ بہتر ہے اس سے جو تم نے ارادہ کیا تھا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ان تمام خیالات کو بیان فرما دیا جو میں نے کسی سے نہ کہے تھے۔ میں نے توحید و رسالت کی گواہی دے کر عرض کی، حضور میرے لِئے بخشش کی دُعا فرما دیں۔ ارشاد ہُوا کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔

(سیرۃ النبویہ، مقاصد الاسلام ص۵۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شیبہ کے سینے پر تین مرتبہ جو دست مبارک سے ضرب لگائی، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلی ضرب سے ان کے دِل سے کفر نکال دیا، دوسری ضرب سے ایمان داخل کر دیا، تیسری ضرب سے محبّت بھر دی۔ اس سے معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کافر کے دِل میں کبھی جاگزین نہیں ہو سکتی اس کے لِئے ایسا برگزیدہ سینہ و دل درکار ہے جو کہ نورِ ایمان سے منوّر ہو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھے قرآن شریف یاد نہیں

رہتا۔ فرمایا اس کا سبب ایک شیطان ہے جس کو خنزب کہتے ہیں پھر فرمایا میرے قریب آؤ، میں قریب ہوا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِیْ فَوَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَيْنَ كَتِفَيَّ وَقَالَ اخْرُجْ يَا شَيْطَانُ مِنْ صَدْرِ عُثْمَانَ فَمَا سَمِعْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا اِلَّا حَفِظْتُهٗ۔

تو آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھا میں نے اس کا فیض ٹھنڈک کی صورت میں اپنے شانوں کے درمیان پایا۔ پھر آپ نے فرمایا اے شیطان! عثمان کے سینہ سے نکل جا۔ فرماتے ہیں اس کے بعد میری یہ حالت ہو گئی کہ جو کچھ بھی میں سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا۔

(بیہقی، ابونعیم، خصائص کبریٰ ص ۱۵/۲)

یہاں اطباء کو حیرانی ہو گی کیونکہ ان کے نزدیک نسیان کی وجوہات کچھ اور ہیں اور اس حدیث سے ثابت ہے کہ شیطان بھی بھلا دیا کرتا ہے اور اس کی تائید قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتی ہے (فرمایا فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ) یہ حیرانی اس وقت تک دفع نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کی قدرت پر پوری طرح ایمان نہ لایا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْٓ اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَاَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَآءَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ۔

کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ فرمایا اپنی چادر پھیلا؟ میں نے پھیلا دی تو آپ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے، اور فرمایا اسے سینے سے لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا پس اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا

(بخاری ص ۲۲/۱، مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حرکت مبارک بظاہر اس قسم کی تھی کہ دیکھنے والوں کی عقل اس کے ادراک میں متحیر ہو گئی ہو گی کہ خالی ہاتھ سے کپڑے میں کوئی چیز ڈال دینا

کیسی بات ہے۔ مگر جب حضرت ابوہریرہ کی شکایت رفع ہوگئی اور اس قدر ان کا حافظہ قوی ہوگیا کہ اس کے بعد ان کو کبھی کوئی چیز نہ بھولی تھی تو دیکھنے والوں کو یقین ہوگیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ خالی نہ تھے بلکہ ان میں قوتِ حافظہ بھری ہوئی تھی جو حضرت ابوہریرہ کی جھولی میں ڈال رہے تھے۔

اب رہی یہ بات کہ قوتِ حافظہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی کے ہاتھ میں آئے اور اس سے منتقل ہوکر دُوسرے کے دماغ میں پہنچ جائے۔ اگرچہ یہ بات عقل سے خارج ہے مگر جب اس کا مشاہدہ صحابۂ کرام کو ہوگیا کہ اِدھر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے کپڑے میں ڈالا اور اُدھر ان کی قوتِ حافظہ بڑھ گئی تو اب اس کے یقین کرنے میں ان کو ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ مشاہدہ سے بڑھ کر یقین دلانے والی کوئی چیز نہیں ہوسکتی البتہ سننے والوں کو اس میں ضرور حیرانی ہوتی ہے کیونکہ ان کو اس امر کا مشاہدہ نہیں ہُوا۔

غور کیجئے کہ مثلاً ایک شخص کی عمر سو برس کی ہے اور اس کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ جو کچھ وُہ سنتا ہے یاد رکھتا ہے اور ہر قسم کے علوم اور مضامین اس کے حافظے میں جمع ہیں وُہ اس طرح کہ جب اس نے پہلی مرتبہ کسی چیز کو سُنا یا دیکھا تو وُہ اس کے دماغ میں نقش ہوکر محفوظ ہوگئی اس کے بعد جب دُوسری بات دماغ میں پہنچی تو وُہ بھی اسی طرح پہلی بات کے ساتھ نقش ہوگئی، اسی طرح وقتاً فوقتاً جو چیزیں اس کے دماغ میں پہنچیں وہ سب کی سب نقش ہوتی گئیں اور دماغ میں معلومات کا ایک ذخیرہ جمع ہوگیا۔ اگر وُہ تمام معلومات تحریر میں لائی جائیں تو صدہا جلدوں کی ایک کتاب بن جائے کیونکہ ہر وقت کوئی نہ کوئی ادراک ہوتا ہی رہتا ہے۔

کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک چھوٹا سا دماغ اتنا بڑا کتب خانہ بن جائے اور پھر ان محفوظاتِ دماغ سے اگر کوئی کتاب لکھی جائے تو اس میں تقدیم و تاخیر مضامین کی ضرورت ہوگی۔ پہلے صفحے کا مضمون دُوسرے صفحے میں نہ ہوگا۔ اگر کوئی بات اس میں دیکھنا منظور ہو تو صدہا بلکہ ہزارہا ورق الٹنے کی ضرورت ہوگی؟ ہرگز نہیں۔

بلکہ دماغ میں جو جو چیزیں محفوظ ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جس وقت جو مضمون نکالنا

چاہیں، چاہے وُہ کتنی ہی مدت کا واقعہ کیوں نہ ہو فوراً پیشِ نظر ہو جاتا ہے حالانکہ دماغ میں جس قدر مضامین و معلومات ہیں وُہ یکے بعد دیگرے جمع ہُوئے تھے۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس طرح کتاب کی ورق گردانی کر کے مضمون نکالا جاتا ہے یہاں بھی اسی طرح تفحص کیا جاتا، مگر ایسا نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عادت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے امور کی طرف خیال نہیں کیا جاتا مگر تدبّر اور تفکّر سے کام لیا جائے تو اس میں عقل کو کوئی حیرانی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے ہُوئے کہہ دیا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے قوتِ حافظہ کی تخلیق ہی اسی طرح کی ہے اور وُہ ہر چیز پر قادر ہے جس کو جس طرح چاہے پیدا کرے اس طرح خدا کی قدرت پر ایمان کامل ہو جائے گا۔ اس حدیث کے مضمون کو بھی اگر خدا تبارک و تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے اور کہا جائے کہ جس طرح خدا تبارک و تعالیٰ نے قوتِ حافظہ کو عجیب الخلقت بنا کر دماغ میں رکھا ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مُبارک میں بھی بے شمار برکات موجود تھیں، جب چاہتے، جو چاہتے، دستِ مبارک سے اسی کا ظہور ہو جاتا۔ چنانچہ قوتِ حافظہ جو قدرت نے آپ کے دستِ قدرت میں رکھی تھی آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دماغ میں رکھ دی۔ بات یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو ہر شخص نہیں جان سکتا ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سواری کی حالت میں گھوڑے سے گر جاتا تھا۔ میں نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اپنا یہ حال بیان کیا۔

فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى صَدْرِىْ — تو آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر
حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ يَدِهٖ عَلٰى صَدْرِىْ — مارا یہاں تک کہ میں نے آپ کے دستِ
وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ — مبارک کے مارنے کا نشان اپنے سینہ پر دیکھا

هَادِيًا مَّهْدِيًّا فَمَا سَقَطْتُّ عَنْ فَرَسِيْ بَعْدُ۔

(دلائل النبوۃ ابونعیم ص۳۸۹۔ خصائص ص۲۱/۲ بخاری شریف ص۶۳۴/۲)۔

اور فرمایا اے اللہ اس کو ثابت رکھ اور اس کو ہدایت کرنے والا ہدایت کیا ہوا کر دے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

اگر سلاطین کے رُوبرو کوئی سپاہی اپنی اس قسم کی کوئی کمزوری ظاہر کرے تو موردِ عتاب ہو جائے مگر سبحان اللہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی۔

دراصل بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام جان گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ جو چاہیں سو کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وُہ آپ کے حضور ایسے ایسے امراض وحوائج پیش کرتے تھے کہ سوائے آپ کے کوئی دُوسرا ان کا علاج اور حاجت روائی نہ کر سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے خیال کے مطابق ان کی حاجت روائیاں فرماتے تاکہ ان کا اعتقاد راسخ اور ایمان مستحکم ہو جائے اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے کہ گھوڑے پر سے گِر جانا تمہارا طبعی امر ہے مجھے اس سے کیا تعلق ہے۔ بخلاف اس کے حضور نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینے پر مار کر ثابت فرما دیا کہ ہمارے دستِ قدرت میں حق تعالیٰ نے یہ بات رکھی ہے کہ ہمیشہ کے لئے تمہاری یہ شکایت دفع کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وُہ ہمیشہ معرکوں میں گھوڑوں پر سوار ہوتے اور شہسواری کی داد دیتے۔

جنگِ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وُہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو ایک سوکھی لکڑی عطا فرما کر کہا کہ جاؤ لڑو۔

فَعَادَ فِیْ یَدِهٖ سَیْفًا صَارِمًا طَوِیْلَ الْقَامَةِ اَبْیَضَ شَدِیْدَ الْمَتْنِ فَقَاتَلَ بِهٖ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ عِنْدَهٗ

جب وُہ لکڑی ان کے ہاتھ میں گئی تو وُہ ایک نہایت شاندار، لمبی، چمکدار مضبوط تلوار بن گئی تو انھوں نے اسی کے ساتھ جہاد کیا پھر

يَشْهَدُ بِهِ الْمَوَاقِفَ اِلَى اَنِ اسْتُشْهِدَ فِي قِتَالِ اَهْلِ الرِّدَّةِ وَكَانَ هٰذَا السَّيْفُ يُسَمَّى الْعَوْنُ

وُہ ان کے پاس رہی اور وُہ ہمیشہ اسی کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قتالِ اہلِ الردہ میں شہید ہو گئے اور وُہ تلوار عون (یعنی مددگار) کے نام سے موسوم ہُوئی۔

(بیہقی، ابن عساکر، طبقات، شفا شریف، خصائص کبریٰ ص۲۰۵ ج۱)

جنگِ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔

فَاَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَسِيْبًا مِّنْ نَّخْلٍ فَرَجَعَ فِيْ يَدِهٖ سَيْفًا۔

(شفا شریف، استیعاب، اصابہ، خصائص کبریٰ ص۲۱۷ ج۱)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی جب وُہ ان کے ہاتھ میں گئی تو ایک نہایت عمدہ تلوار تھی (جس کو عرجون کہتے تھے اور وُہ عمر بھر اسی سے جہاد کرتے رہے۔)

ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے جو مختلف آثار ظاہر ہوتے تھے وُہ بحسب استعدادِ مقامات ہوں جیسے آگ تر چیز کو نہیں جلاتی اور خشک کو جلا دیتی ہے، اور بعض چیزوں کو پگھلا دیتی ہے اور کبھی پتلی چیز کو گاڑھا کر دیتی ہے جیسے انڈے کی زردی و سفیدی وغیرہ کو اور کسی میں اس کا اثر کچھ نہیں ہوتا جیسے ابرک کو بالکل نہیں جلاتی اور کسی کو جلا کر سیاہ کر دیتی ہے جیسے گھاس لکڑی وغیرہ کو۔ یہ سب آثار ہر چند آگ کے ہیں مگر قابلیتِ مادہ کے لحاظ سے مختلف طور پر ان کا ظہور ہوتا ہے لیکن ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہاں استعداد کو بھی کوئی دخل نہیں کیونکہ دستِ مبارک کی تاثیر سے چھڑی تلوار ہو گئی اور اس قسم کے مختلف آثار ظاہر ہوئے حالانکہ چھڑی میں نہ لوہا بننے کی صلاحیت ہے نہ استعداد، بلکہ اس صورت میں یہی کہنا پڑے گا کہ دستِ مبارک کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کے تابع تھا۔ اس میں مادہ کی ذاتی صلاحیت اور عدمِ صلاحیت کو کوئی دخل نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش ہو رہی تھی، دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔

وَقَالَ انْطَلِقْ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيُضِیْءُ لَكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ عَشْرًا وَّمِنْ خَلْفِكَ عَشْرًا فَاِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَتَرٰی سَوَادًا فَاضْرِبْهُ حَتّٰی يَخْرُجَ فَاِنَّهُ الشَّيْطَانُ فَانْطَلَقَ فَاَضَآءَ لَهُ الْعُرْجُوْنُ حَتّٰی دَخَلَ بَيْتَهٗ وَوَجَدَ السَّوَادَ فَضَرَبَهٗ حَتّٰی خَرَجَ۔

(شفا شریف ص ۲۱۹/۱، زرقانی علی المواہب ص ۱۹۵/۵)

اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لئے دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہوگے تو تم ایک سیاہی کو دیکھو گے تو اس کو اتنا مارنا کہ وُہ نکل جائے کیونکہ وُہ شیطان ہے پھر حضرت قتادہ وہاں سے چلے تو وُہ شاخ ان کے لئے روشن ہو گئی یہاں تک کہ وُہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور اندر جاتے ہی انھوں نے اس سیاہی کو پالیا اور اتنا مارا کہ وُہ نکل گئی۔

دستِ مبارک کی برکت سے شاخ کا روشن ہو جانا اور اس کے مارنے سے شیطان کا گھر سے نکل جانا بظاہر تعجب خیز ہے مگر جب ایمانی نگاہ سے دستِ مبارک کی برکتوں اور تاثیروں کو دیکھا جائے تو کوئی تعجب نہیں ہوتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک دستِ قدرت ہے اور اس دستِ مبارک میں ہر قسم کی قدرت عطا کی گئی، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس ارادہ سے دستِ مبارک کو عمل میں لاتے دستِ مبارک سے فوراً اس کا ظہور ہو جاتا۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے کس قدر خیر خواہ ہیں کیونکہ حضرت قتادہ نے کوئی شکایت نہیں کی کہ میرے گھر میں شیطان یا آسیب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرما کر اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی بتلا دی، بلکہ ایسی چیز ان کو عطا فرمائی جس کے استعمال سے شیطان خود ہی بھاگ جائے۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت قتادہ کا مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ سے فاصلے پر تھا اور جس وقت آپ نے ان کو شیطان کی خبر دی سخت اندھیری رات تھی، خصوصاً ان کے گھر کے اندر تو روشنی کا گزر ہی نہ تھا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تمہیں سیاہ رنگ کی چیز نظر آئے گی اور وُہ شیطان ہے۔ گویا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا مضمون صادق آتا ہے مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاریکیوں میں اتنی دیواروں کی آڑ میں شیطان کو دیکھ لیا جو بصیرت ایسی ہو جو چند دیواروں اور تاریکیوں کے حائل ہونے پر بھی دیکھ سکے تو اس کے لئے ہزاروں دیواریں اور ہزاروں تاریکیاں بھی حائل نہیں ہو سکتیں کیونکہ دیکھنے کے لئے جو شرطیں تھیں کہ خارجی روشنی ہو، کوئی کثیف چیز حائل نہ ہو وغیرہ وُہ یہاں نہیں پائی گئیں۔ باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شیطان کو دیکھ لیا تو معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا دُوسرے لوگوں کے دیکھنے جیسا نہ تھا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرب و بعد، روشنی اور اندھیرا یکساں تھا، زیادہ تفصیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک مشکیزہ بھرا اور اس کا منہ باندھ کر دُعا فرمائی اور صحابہ کرام کو عطا فرما دیا۔

فَلَمَّا حَضَرَتْهُمُ الصَّلٰوةُ نَزَلُوْا فَحَلُّوْهُ فَاِذَا بِهٖ لَبَنٌ طَيِّبٌ وَّ زُبْدَةٌ فِيْ فِيْهِ۔	جب ان کی نماز کا وقت آیا تو انھوں نے اس کو کھولا تو وُہ نہایت عمدہ تازہ دُودھ تھا اور اس کے مُنہ پر مکھن تھا۔

(شفا شریف صفحہ طبقات ابن سعد)

حضرت بشیر بن عقربہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ جنگِ اُحد میں میرے والد شہید ہو گئے تو میں روتا ہُوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، فرمایا کیوں روتے ہو؟

اَمَا تَرْضٰى اَنْ اَكُوْنَ اَنَا اَبَاكَ وَ عَائِشَةُ اُمَّكَ فَمَسَحَ عَلٰى رَاْسِيْ	کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ اور عائشہ تمہاری ماں ہو جائیں، پھر

فَكَانَ اَثَرُ يَدِهٖ مِنْ رَأْسِيْ اَسْوَدُ وَسَائِرُهٗ اَبْيَضُ وَكَانَتْ فِيْ لِسَانِيْ عُقْدَةٌ فَتَفَلَ فِيْهَا فَانْحَلَّتْ وَقَالَ لِيْ مَا اسْمُكَ قُلْتُ بُجَيْرٌ، قَالَ بَلْ اَنْتَ بُشَيْرٌ۔

(ابن عساکر)

(خصائصِ کبریٰ ص ۸۳/۲)

آپ نے میرے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا جس کا اثر یہ ہُوا کہ میرے سر کا وُہ حصّہ جہاں دستِ مبارک پھیرا سیاہ ہی رہا باقی سارا بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہوگیا اور میری زبان میں گرہ تھی (جس کی وجہ سے مَیں برابر بات نہیں کرسکتا تھا) آپ نے اس پر تھوکا تو وُہ گرہ اسی وقت کُھل گئی اور اس کے بعد فرمایا تمھارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا، بُجیر۔ فرمایا، نہیں بلکہ تم بشیر ہو۔

آپ کے لعاب مبارک سے حضرت بشیر کی جو گرہ کُھل گئی یہ کوئی نئی بات نہ تھی اس قسم کی عقدہ کشائیاں ہمیشہ ہُوا ہی کرتی تھیں، آپ نے ان کا نام اس لئے بدل دیا کہ بجیر کے معنی بدی اور عیب کے ہیں اور آپ کو ایسا نام پسند نہ تھا جس کے معنی بُرے ہوں۔

حضرت ہلب بن یزید بن عدی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور وُہ گنجے تھے۔

فَمَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهٗ فَنَبَتَتْ شَعْرُهٗ فَسُمِّيَ الْهُلْبُ۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا پس ان کے سر پر بکثرت بال اگ آئے اسی وجہ سے ان کا نام ہلب ہوگیا۔

(طبقات ابن سعد، شفاء شریف، خصائص کبریٰ ص ۸۴/۲)

امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِ صَبِيٍّ بِهٖ عَاهَةٌ فَبَرَأَ وَاسْتَوٰى شَعْرُهٗ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گنجے بچے کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا تو اس کا گنجاپن جاتا رہا اور سارے بال برابر ہوگئے۔

(شفاء شریف ص ۲۲/۱)

حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ کے سر پر

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَاْسَہٗ بِیَدِہٖ وَقَالَ بُوْرِكَ فِیْكَ قَالَ الذَّیَّالُ فَرَاَیْتُ حَنْظَلَۃَ یُؤْتٰی بِالشَّاۃِ الْوَارِمِ ضَرْعُھَا وَالْبَعِیْرِ وَالْاِنْسَانِ بِہِ الْوَارَمُ فَیَتْفَلُ فِیْ یَدِہٖ وَیَمْسَحُ بِصَلْعَتِہٖ وَیَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَثَرِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَمْسَحُہٗ ثُمَّ یَمْسَحُ مَوْضِعَ الْوَرَمِ فَیَذْھَبُ الْوَرَمُ۔ (بخاری فی التاریخ، احمد، ابن سعد ابو یعلیٰ، بغوی، شفا شریف، خصائص ص ۱۳/۲، زرقانی علی المواھب ص ۱۸۶/۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی حضرت ذیال فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کسی بکری کے تھنوں یا اونٹ یا انسان کے کسی مقام پر ورم ہوجاتا تو اس کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے اور وُہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعابِ دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَثَرِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور پھر وُہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اُتر جاتا۔

یہاں یہ بات بہت ہی قابلِ غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کے بچپن میں ان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا اور اس کا اثر ان میں عمر بھر رہا اور وُہ بھی کیسا کہ فقط وہی اس سے مستفید نہ تھے بلکہ دُوسرے انسان وحیوان بھی اس سے فائدہ اور شفا حاصل کرتے۔

غور فرمائیے کہ دستِ مبارک کی برکت ان کے سر کے پوست پر قائم ہوئی اور جب وُہ اپنا ہاتھ اس پر لگاتے تو ان کے ہاتھ میں آجاتی اور پھر وُہ برکت بیمار تک پہنچتی اور وہاں جاکر یہ اثر کرتی کہ اس کو صحت ہوجاتی۔

خیال کیجئے کہ کیسی دیرپا وُہ برکت تھی کہ اس کا سمجھنا عقول متوسطہ کے احاطۂ ادراک سے خارج ہے کیوں نہ ہو عقول متوسطہ کا تعلق جسمانیات سے ہے روحانیات سے ان کو کیا تعلق؟ ؎

آزمودم عقل دُور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ پانی کے کنارے تشریف فرما تھے کہ عکرمہ بن ابوجہل وہاں آنکلا۔

فَقَالَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَادْعُ ذٰلِكَ الْحَجَرَ الَّذِىْ فِى الْجَانِبِ الْاٰخِرِ فَلْيَسْبَحْ وَلَا يَغْرَقْ فَاَشَارَ اِلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَانْقَلَعَ الْحَجَرُ مِنْ مَكَانِهٖ وَسَبَحَ حَتّٰى صَارَ بَيْنَ يَدَىِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدَ لَهٗ بِالرِّسَالَةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْفِيْكَ هٰذَا فَقَالَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَكَانِهٖ۔

اور کہنے لگا کہ اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلائیے جو پانی کے دُوسرے کنارے پر پڑا ہُوا ہے کہ وُہ پانی پر تیرتا ہُوا آجائے اور ڈوبے نہیں پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کو اشارہ فرمایا تو وُہ اپنے مقام سے اکھڑا اور پانی کے اوپر تیرتا ہُوا آپ کے آگے آگیا اور بزبانِ فصیح اللہ کے ایک ہونے اور آپ کے رسُولِ برحق ہونے کی شہادت دی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے عکرمہ سے فرمایا کیا یہ تیرے لئے کافی ہے؟ بولا ہاں بشرطیکہ یہ اسی طرح وہیں چلا جائے جہاں سے آیا ہے تو وُہ پتھر پھر وہیں چلا گیا۔

نوٹ:۔ عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے تھے۔

(تفسیر کبیر وانوار المحمدیہ زرقانی علی المواہب ص۱۹۱/۵)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ مَیں نے آپ کی ایک بات دیکھی تھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور میرے مسلمان ہونے میں اس کو بڑا دخل حاصل ہے اور وُہ یہ ہے۔

رَاَيْتُكَ فِى الْمَهْدِ تُنَاغِى الْقَمَرَ وَتُشِيْرُ اِلَيْهِ بِاِصْبَعِكَ فَحَيْثُ اَشَرْتَ اِلَيْهِ مَالَ قَالَ اِنِّىْ كُنْتُ اُحَدِّثُهٗ وَيُحَدِّثُنِىْ وَيُلْهِيْنِىْ عَنِ

کہ مَیں نے آپ کو دیکھا کہ آپ گہوارے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور جس طرف آپ انگلی سے اشارہ کرتے تھے، چاند اسی طرف ہو جاتا تھا۔ فرمایا مَیں اس سے

اَلْبُكَآءِ وَاَسْمَعُ وَجْبَتَهٗ حِيْنَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ۔	باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا جبکہ وُہ عرشِ الٰہی کے نیچے سجدے میں گرتا تھا۔
(بیہقی ، ابن عساکر، خصائصِ کبرٰی ص۵۳)	

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اسلئے ۔۔۔ یہ سراپا نور تھے وُہ تھا کھلونا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں ۔۔۔ کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

(اعلیحضرت)

کفارِ مکہ کو جب یہ معلوم ہُوا کہ جادو کا اثر اجرامِ فلکی پر نہیں ہوتا تو چونکہ وُہ اپنے زعمِ باطل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ جادوگر سمجھتے تھے اس لئے ایک روز جمع ہوکر آپ کی خدمت میں آئے اور نشانِ نبوّت طلب کیا۔ فرمایا کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے اگر آپ سچّے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کرکے دکھائیے۔ آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو اور اپنی مبارک انگلی سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو وُہ دو ٹکڑے ہوگیا۔ فرمایا گواہ رہو! انھوں نے کہا محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری نظر بندی کر دی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیۂ کریمہ نازل فرمائی۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔	قریب آگئی قیامت اور شق ہوگیا چاند اور اگر یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

(القمر - ۱، ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسے "شق القمر" کہتے ہیں، صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے صحیح احادیث مبارکہ میں اس معجزہ عظیمہ کا بیان [۱] ہے۔ بعض محدثین ومفسرین نے اس کے تواتر کا دعوٰی کیا ہے اور ساری امت

---

[۱] (دیکھو بخاری ومسلم باب علاماتِ نبوت)

میں سلف سے خلف تک یہ اس قدر مشہور ہے کہ اس کا انکار کرنا بے دینی ہے اور عقل اور انصاف سے دشمنی ہے۔ آج کل کے بعض فتنہ پرور لوگ جہاں اور بہت سی چیزوں کے منکر ہیں وہاں اس عظیم الشان معجزے کے بھی منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ساری دُنیا کو اس کا علم ہونا چاہیئے تھا اور تواریخ کی کتابوں میں اس کا بیان ہونا ضروری تھا۔ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ کسی واقعے کا تاریخ میں نہ ہونا اس کی تکذیب کا باعث نہیں ہو سکتا۔ بہت سے ایسے واقعات ظہور میں آئے جن کا تاریخ میں نام و نشان تک نہیں ملتا اور پھر اس واقعہ سے تو کتبِ احادیث و تفاسیر بھری پڑی ہیں مگر اُن کو اِن سے کیا تعلق؟

یاد رکھیئے جس وقت یہ واقعہ ظہور میں آیا تھا وُہ وقت رات کا تھا، تو اس وقت بعض مقامات پر دن اور بعض مقامات پر آدھی رات ہوگی اور پھر جہاں لوگ بیدار ہوں گے وہاں بھی ضروری نہیں کہ سب کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہُوئی ہوں کیونکہ اس کا کوئی اعلان وغیرہ تو ہُوا ہی نہیں تھا کہ لوگ خصوصاً اس وقت خیال رکھتے۔ اس ترقی یافتہ دَور میں جب کہ رسد وغیرہ کے بڑے بڑے وسیع اور بے شمار انتظامات اور ذرائع ہیں جب کبھی چاند گہن ہوتا ہے تو لاکھوں انسانوں کو خبر نہیں ہوتی تو اس وقت تو رسد وغیرہ کے اتنے ذرائع بھی نہ تھے اور پھر یہ تھوڑی دیر کا معاملہ تھا مگر باوجود اس کے اہلِ مکّہ نے سفر سے آنے والے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی مگر وُہ جاہلانہ طور پر جادو ہی کہتے رہے اور کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے مہاراجہ "مالیبار" کے مسلمان ہونے کا سبب یہی عظیم الشان واقعہ ہے۔

اہلِ ایمان کا اس پر ایمان ہے اور جس کے قلب میں ایمان راسخ ہوگا وُہ کبھی بھی اس کے ماننے میں تامل نہیں کرے گا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

پنجۂ او پنجۂ حق می شود　　　ماہ از انگشت او شق می شود

معلوم ہُوا کہ آپ کا تصرّف عالَمِ علوی میں بھی جاری تھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا　کہ میں نے (بحالتِ نماز) جنّت کو دیکھا اور

عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا۔

اس کا ایک خوشہ پکڑا، اگر میں وہ خوشہ توڑ لیتا تو تم اس میں سے رہتی دُنیا تک کھاتے رہتے۔

(بخاری شریف صـ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن پانی کا لایا گیا۔

فَوَضَعَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاۤءِ فَجَعَلَ الْمَاۤءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ ثَلٰثُمِائَةٍ۔

(بخاری شریف صـ۵۰۴، ومسلم شریف)

تو آپ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے جس سے تمام لوگوں نے وضو کیا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں میں نے انس سے پوچھا گیا کہ تم کتنے آدمی تھے؟ فرمایا تین سو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو باعث برکت سمجھتے تھے یہ کہہ کر فرمایا کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے پانی ختم ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی فرمایا بچا ہُوا تلاش کرو خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔

فَجَاۤءُوْا بِاِنَاۤءٍ فِيْهِ مَاۤءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاۤءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاۤءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔

(بخاری شریف ص ۵۰۵)

چنانچہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی حاضر کیا گیا آپ نے اس میں اپنا دستِ مبارک رکھ دیا اور فرمایا آؤ، وضو کرو، پیو، یہ برکت والا طیب و طاہر پانی اللہ کی طرف سے ہے پس بلاشبہ مَیں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک انگلیوں میں سے پانی کے چشمے چل رہے تھے اور جب ہم آپ کے روبرو کھانا کھاتے تو کھانے سے تسبیح کی آواز سُنا کرتے تھے۔

حضرت ابو عمر انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک غزوے میں ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ایک روز بہت پیاسے ہوئے آپ نے ایک ڈولچی منگوا کر اس کو اپنے رُوبرو رکھا اور تھوڑا سا پانی اس میں ڈال کر اس میں کُلی کی اور جو کچھ اللہ نے چاہا کلام پڑھا۔

ثُمَّ اَدْخَلَ خِنْصَرَهٗ فِيْهَا فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ اَصَابِعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَتَفَجَّرُ يَنَابِيْعَ الْمَاءِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَمَلَئُوْا قِرَبَهُمْ وَاَدَاوِيْهِمْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا اَحَدٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

پھر آپ نے اپنی چھوٹی انگلی اس میں رکھ دی، خدا کی قسم مَیں نے دیکھا کہ آپ کی تمام انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا تو حسبِ ارشاد لوگوں نے خود پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور مشکیں، ڈولچیاں بھر لیں یہ دیکھ کر آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آ گئے پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسُول ہیں۔ جو شخص ان دونوں باتوں کے ساتھ قیامت کے دن اللہ کو ملے گا وُہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ (ابو نعیم خصائص کبریٰ ص ۴۲/۲)

عرب کے جنگل میں جہاں پانی منزلوں تک نہیں ملتا، جب تمام لشکرِ اسلام پیاسا ہوگا تو کس قدر پریشانی کا وقت ہوگا۔ ایسی حالت میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے خوشگوار پانی کے چشموں کا جاری ہو جانا کس قدر مسرّت و شادمانی کا باعث ہُوا ہوگا اور صحابۂ کرام کے نزدیک اس دستِ مبارک کی کس قدر وقعت ہو گی اور وُہ کس عقیدت و محبت سے دستِ اقدس کو دیکھتے ہوں گے اس وقت کا تبسّم فرمانا کچھ اسی طرح تھا جس کی ترجمانی اس شعر میں ہے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہُوئے ہنس پڑیں
اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بعد جو خدا کے معبود ہونے اور اپنے رسُول ہونے کی گواہی دی۔ گویا اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جس کے ہاتھ پر اس کی قدرتوں کا ظہور ہوا وُہ اس کی قدرتوں کا مظہر اور اس کے دعوے کی صداقت کی دلیل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدت سے بہت پریشان تھے۔ دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس کو پئیں اور وضو کریں، سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے۔

فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَفُوْرُ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيْلَ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً۔

(بخاری شریف ص ۵۹۸/۲)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ قدرت اسی برتن میں رکھ دیا (جو آپ کے پاس تھا) تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ تمام صحابۂ کرام نے پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کتنے لوگوں نے پیا اور وضو کیا؟ فرمایا اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وُہ پانی ہمیں کافی ہوتا مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے جنھوں نے پیا اور وضو کیا۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

یہ بخاری و مسلم کی وُہ احادیث ہیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھیے ان احادیث میں یہ ہرگز مذکور نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی ہو کہ الٰہی! تو میری انگلیوں سے پانی پیدا کر کے سب کو سیراب فرما، بلکہ برتن میں ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ آؤ، وضو کرو، پیو، یہ برکت والا طیّب و طاہر پانی ہے۔ کون سا پانی جو اَب تک معدوم تھا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک سے وجود میں آیا۔ حالانکہ آپ

کے جسم مبارک میں کوئی پانی کا چشمہ تو تھا ہی نہیں جس کو جاری کر دیا گیا ہو اور وہ بھی کس قدر کہ سینکڑوں آدمی اس سے سیراب ہوئے۔

کیا اس مقام پر کہا جا سکتا ہے کہ ایسی احادیث بیان کرنے والے اور ایسی احادیث پر ایمان رکھنے والے مشرک ہیں کیونکہ اس سے شرک فی التخلیق لازم آتا ہے۔ ایسا کہنا سخت بے ادبی و گستاخی ہو گی کیونکہ اگر ایسے خیالات مشرکانہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا کہ آپ پانی کی زیادتی کے لئے دُعا فرما کر اس سے لوگوں کو شرک کے وہم سے بچاتے، اس قسم کے شرک و بدعت کے حملے اور فتوے علماء کرام پر نہیں بلکہ درباطن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔ (معاذ اللہ)

بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرّف سے جو پانی پیدا ہو گیا تھا وہ مستقلاً آپ کا تصرّف نہیں تھا بلکہ ہر مسلمان کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ وہ تصرف و اقتدار منجانب اللہ آپ کو عطا ہوا تھا۔ شرک تو اس وقت لازم آئے کہ آپ کو یا دوسرے انبیاءؑ و اولیاء کو مستقل بالذّات با اقتدار مانیں۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ اگر خدا بھی ان کے تصرّف کو روکنا چاہیے تو نہ روک سکے۔ چونکہ آپ نے خدا کی قدرت کو ذاتی اور دوسروں کی قدرت کو عطائی ہونا بارہا بیان فرما دیا تھا تو اب اس کی ضرورت نہ رہی کہ ہر وقت دُعا کر کے مسلمانوں کو معلوم کرائیں کہ ہماری قدرت مستقل نہیں ہے۔

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں طلوعِ فجر سے پہلے رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کیا تمھارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا بہت تھوڑا ہے جو آپ کو کافی نہ ہو گا۔ فرمایا اس کو ایک برتن میں ڈال کرلے آؤ! فرماتے ہیں میں لے آیا۔

فَوَضَعَ كَفَّهٗ فِي الْمَآءِ فَرَاَيْتُ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِهٖ عَيْنًا تَفُوْرُ فَقَالَ نَادِ فِيْٓ اَصْحَابِيْ

تو آپ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا میں نے دیکھا کہ آپ کی دو انگلیوں کے بیچ میں سے چشمہ جوش مارنے لگا تو آپ نے

مَنْ كَانَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الْمَآءِ فَنَادَیْتُ فِیْهِمْ فَاَخَذَ مَنْ اَرَادَ مِنْهُمْ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّ لَنَا بِیْرًا اِذَا كَانَ الشِّتَآءُ وَسِعَنَا مَآءُهَا وَاجْتَمَعْنَا عَلَیْهَا وَاِذَا كَانَ الصَّیْفُ قَلَّ مَآءُهَا فَتَفَرَّقْنَا عَلٰی مِیَاهٍ حَوْلَنَا وَقَدْ اَسْلَمْنَا وَكُلُّ مَنْ حَوْلَنَا لَنَا عَدُوٌّ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فِیْ بِیْرِنَا اَنْ یَّسَعَنَا مَآءُهَا فَنَجْتَمِعُ عَلَیْهَا وَلَا نَتَفَرَّقُ فَدَعَا بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ فَعَرَكَهُنَّ فِیْ یَدِهٖ دَعَا فِیْهِنَّ ثُمَّ قَالَ اذْهَبُوْا بِهٰذِهِ الْحَصَیَاتِ فَاِذَا اَتَیْتُمُ الْبِیْرَ فَالْقُوْا وَاحِدَةً وَاحِدَةً وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ قَالَ الصَّدَائِیُّ فَفَعَلْنَا مَا قَالَ لَنَا فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَّنْظُرَ اِلٰی قَعْرِهَا یَعْنِی الْبِیْرَ۔

(بیہقی، ابونعیم، خصائص کبرٰی ص ۱۲۱ ج ۲)

فرمایا لوگوں میں پکار دو جس کو پانی کی حاجت ہو آجائے میں نے پکارا، چنانچہ بہت سے لوگوں نے اس پانی میں سے لیا یہ دیکھ کر ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہمارے قبیلہ میں ایک کنواں ہے موسم سرما میں تو اس کا پانی ہم سب کو کافی ہوتا ہے اور جب موسم گرما آتا ہے تو اس کا پانی بہت کم ہو جاتا ہے تو ہم لوگ متفرق ہو کر جہاں پانی پاتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں اب چونکہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اس وجہ سے اطراف کے قبیلے ہمارے دشمن ہو گئے ہیں آپ دُعا فرمائیں کہ ہمارے کنوئیں کا پانی ہمیں کافی ہو جائے اور ہم ایک ہی جگہ جمع رہیں متفرق ہونے کی ضرورت نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ میں لے کر دُعا فرمائی پھر فرمایا کہ یہ کنکریاں لے جاؤ اور جب اس کنوئیں پر پہنچو تو اللہ کا نام لے کر ایک ایک اس میں ڈال دو! فرماتے ہیں، جب وُہ کنکریاں اس میں ڈال دی گئیں تو اس کنوئیں میں اتنا پانی آیا کہ ہم اس کی تہہ تک دیکھ نہیں سکتے تھے۔

اس حدیث شریف میں جو مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کو ہاتھ میں مل کر کنوئیں میں ڈالنے کا حکم فرمایا اور اس سے بے حد پانی بڑھ گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دستِ مبارک کا اثر کنوئیں تک پہنچانا منظور تھا جس کی تدبیر یہ کی گئی کہ کنکریوں کو

دستِ مبارک سے متاثر فرمایا اور وہ اثر کنوئیں میں پہنچا اور پانی فوراً بڑھ گیا۔ظاہراً دستِ مبارک کا اثر کنکریوں میں نہ تھا مگر معنوی طور پر اس قدر تھا کہ اس کنوئیں کے پانی کو حد سے بڑھا دیا۔

غرض کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرّف واقتدار ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کا ارادہ فرمایا اس کا وجود ہو گیا۔ان لوگوں نے جب دستِ مبارک کا اثر دیکھا کہ اس سے پانی جاری ہوتا ہے تو اپنے کنوئیں کا پانی زیادہ کرنے کی درخواست کی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنفسِ نفیس خود تشریف لے جانا متعذر تھا اور ان کی درخواست کو رد کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اس لئے کنکریوں کے ذریعے سے دستِ مبارک کی برکت کو وہاں پہنچا دیا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں ایک رات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ کے رب کی قسم! ہم تو اپنے توشہ دان خالی کئے بیٹھے ہیں۔حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اچھی طرح دیکھو اور اپنے توشہ دان جھاڑو شاید کچھ نکل آئے۔سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں برآمد ہوئیں آپ نے ان کو ایک صحفہ (بڑے پیالہ) پر رکھا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلَى التَّمَرَاتِ وَقَالَ كُلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فَأَكَلْنَا ثَلَاثَةَ اَنْفُسٍ فَاَحْصَيْتُ اَرْبَعًا وَّخَمْسِيْنَ تَمْرَةً اَعُدُّهَا عَدًّا وَنَوَاهَا فِيْ يَدِيَ الْاُخْرٰى وَصَاحِبَايَ يَصْنَعَانِ كَذٰلِكَ فَشَبِعْنَا وَرَفَعْنَا اَيْدِيَنَا فَاِذَا التَّمَرَاتُ السَّبْعُ كَمَا هِيَ فَقَالَ يَا بِلَالُ ارْفَعْهَا فَاِنَّهٗ

پھر ان پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! ہم تینوں نے (حضور کے دستِ مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر) کھائیں حضرت بلال کہتے ہیں کہ میں گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا۔جب میں نے سیر ہو کر ان کو شمار کیا تو وہ چوّن تھیں۔اسی طرح ان دو شخصوں نے بھی سیری سے کھائیں۔جب ہم نے سیر ہو کر ہاتھ اٹھا لیا تو حضور نے بھی اپنا دستِ مبارک

لَا يَأْكُلُ مِنْهَا اَحَدٌ اِلَّا نَهَلَ مِنْهَا شَبْعٌ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ دَعَى بِلَالًا بِالتَّمَرَاتِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ كُلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فَاَكَلْنَا حَتّٰى شَبِعْنَا وَاَنَا الْعَشَرَةُ رَفَعْنَا اَيْدِيَنَا وَاِذَا التَّمَرَاتُ كَمَا هِيَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا اَنِّيْ اَسْتَحْيِيْ مِنْ رَبِّيْ لَاَكَلْنَا مِنْ هٰذِهِ التَّمَرَاتِ حَتّٰى نَرِدَ الْمَدِيْنَةَ عَنْ اٰخِرِنَا وَاَعْطَاهُنَّ غُلَامًا فَوَلّٰى وَهُوَ يَلُوْكُهُنَّ۔

(ابو نعیم، ابن عساکر، خصائص کبریٰ ص۲۷۴ ج۱)

اٹھا لیا۔ وُہ ساتوں کھجوریں اسی طرح موجود تھیں حضور نے فرمایا اے بلال ان کو سنبھال کر رکھو! اور ان میں سے کوئی نہ کھائے پھر کام آئیں گی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں ہم نے ان کو نہ کھایا۔ جب دُوسرا دن ہُوا اور کھانے کا وقت ہُوا تو آپ نے وہی سات کھجوریں لانے کا حکم دیا۔ آپ نے پھر اسی طرح ان پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! اب ہم دس آدمی تھے سب سیر ہوگئے۔ حضور نے اپنا دستِ مبارک اٹھایا تو کھجوریں بدستور سات موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا اے بلال اگر مجھے حق تعالیٰ سے شرم وحیا نہ ہوتی تو واپس مدینہ پہنچنے تک ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے پھر وُہ آپ نے ایک لڑکے کو عطا فرما دیں۔ وُہ انھیں کھا کر جاتا رہا۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا کیونکہ آپ کو یہ اقتدار حاصل تھا کہ ان سات کھجوروں میں جتنی چاہتے برکت فرماتے مگر خدا تبارک وتعالیٰ سے شرم کر کے ان کھجوروں کو خرچ فرما دیا۔ اور اسی فقر اور بے سروسامانی کو ترجیح دی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان سات کھجوروں کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ جن کھجوروں پر بھی آپ اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیتے ان میں برکت ہو جاتی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیارات عطا فرمائے تھے اور جب چاہتے ان کو کام میں لاتے۔

درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راز و نیاز اور خصوصیات ہیں ان میں ممکن نہیں کہ عقل راہ پا سکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک غزوہ میں لشکرِ اسلام کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ توشہ دان میں چند کھجوریں ہیں، فرمایا لے آؤ! میں نے حاضر کر دیں جو کل اکیس[۲۱] تھیں۔ آپ نے ان پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔

ثُمَّ قَالَ ادْعُ عَشَرَةً فَدَعَوْتُ عَشَرَةً فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ كَذٰلِكَ حَتّٰى اَكَلَ الْجَيْشُ كُلُّهٗ وَبَقِيَ مِنْ تَمْرِ الْمِزْوَدِ قَالَ يَآ اَبَا هُرَيْرَةَ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْهِ وَلَا تَكْفِهٗ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ انْتُهِبَ مَا فِيْ بَيْتِيْ فَانْتُهِبَ الْمِزْوَدُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ كَمْ اَكَلْتُ مِنْهُ اَكْثَرَ مِنْ مِّائَتَيْ وَسْقٍ وَّاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِيْنَ وَسْقًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

(بیہقی، ابو نعیم، خصائص کبرٰی ص[۱۵۔۲])

پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا۔ وہ آئے اور سیری سے کھا کر چلے گئے۔ پھر دس شخصوں کے بلانے کا حکم دیا۔ وہ بھی کھا کر چلے گئے۔ اسی طرح دس آدمی آتے اور سیری سے کھا کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھائیں اور جو باقی رہ گئیں فرمایا اے ابوہریرہ ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو۔ لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا! حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمانِ غنی کے عہدِ خلافت تک ان ہی کھجوروں سے کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا تخمیناً پچاس[۵۰] وسق تو فی سبیل اللہ دیں اور دو سو وسق سے زیادہ میں نے کھائیں۔ جب عثمان غنی شہید ہو گئے تو وہ توشہ دان میرے گھر سے چوری ہو گیا۔

نوٹ:۔ وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار سیر سات چھٹانک (بہارِ شریعت)

اکیس[۲۱] کھجوروں سے لشکرِ اسلام کا سیر ہونا اور تخمیناً پندرہ ہزار من کھجوریں خرچ ہونا صرف خدا تعالیٰ کی قدرت سے متعلق ہے، جس چیز کو وُہ چاہتا ہے برکت دے کر زیادہ کر دیتا ہے اور جس کو نہ چاہے اس میں برکت نہیں دیتا بلکہ زیادہ کو کم کر دیتا ہے۔

برگد کے درخت کو ہی دیکھ لیجئے کہ کتنا بڑا ہوتا ہے اور جس تخم سے اس کی نشوونما ہوتی ہے وُہ کس قدر چھوٹا ہوتا ہے وُہ تخم جو خشخاش کے دانے سے کسی قدر بڑا ہوتا ہے۔ اس سے اتنا بڑا درخت پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا وزن کیا جائے تو ہزاروں من ہو جائے اور جسامت دیکھی جائے تو ہزاروں آدمی اس کے سائے میں آ سکتے ہیں۔ یہ نشوونما کیسی قدرت نمائی ہے دراصل یہاں بھی وہی برکت ہے۔

اگر یہ کہا جائے درخت کی مدد مٹی سے ہوتی ہے جس سے وُہ بڑھتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ جب خدا تعالیٰ برکت دیتا ہے تو اندرونی مدد ضرور ہوتی ہے لیکن درخت کے بارے میں یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ مٹی اس کی جسامت میں شریک ہو کر اسے بڑھاتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی جڑیں زمین میں گڑی رہتی ہیں اور زمین اپنی حالت پر رہتی ہے اگر زمین کے اجزاء درخت کی جسامت میں صرف ہوتے تو جتنا درخت بڑا ہوتا اتنا ہی غار اس کی جڑوں کے قریب ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ ہرگز ثابت نہ ہو سکے گا کہ درخت کے جتنے اجزاء ہیں وُہ صرف مٹی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سلالۂ زمین اس میں داخل ہوتا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وُہ کل سلالہ ہی ہے اور اس میں برکتِ الٰہی کو دخل نہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

صَنَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقُمْتُ حِيَالَهٗ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَىَّ اَوْمَاْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ	مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا اور بلانے کے لئے حاضر ہوا تو آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکا اور خاموش کھڑا رہا آپ نے میری طرف دیکھا

وَهٰؤُلَاءِ قُلْتُ لَا فَسَكَتَ وَقُمْتُ مَكَانِيْ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيَّ اَوْمَاتُ اِلَيْهِ فَقَالَ وَهٰؤُلَاءِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَقُلْتُ نَعَمْ وَاِنَّمَا كَانَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ صَنَعْتُهُ لَكَ فَاَكَلُوْا وَفَضَلَ مِنْهُمْ۔

(ابو نعیم، خصائصِ کبریٰ صہ ۴۹/۲)

مَیں نے اشارہ سے کھانے کے لئے چلنے کو کہا فرمایا اور یہ لوگ ؟ میں نے کہا نہیں ! حضور خاموش ہو گئے اور مَیں اسی مقام پر کھڑا رہا۔ حضور نے پھر میری طرف نظر کی۔ مَیں نے اسی طرح پھر اشارہ سے عرض کیا۔ فرمایا یہ لوگ ؟ مَیں نے کہا نہیں ! دوسری یا تیسری مرتبہ کے جواب میں مَیں نے کہا۔ بہت اچھا یعنی ان کو بھی لے چلئے اور ساتھ یہ بھی عرض کر دیا کہ کھانا صرف آپ ہی کے لئے تھوڑا سا پکایا ہے آپ ان تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لائے سب نے اچھی طرح کھایا اور کھانا پھر بھی بچ رہا

حضرت صہیب کا بار بار اصرار کہ تنہا تشریف لے چلیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بار انکار کہ جب تک سب صحابہ نہ چلیں تنہا نہ جائیں گے ایک عجیب لطف خیز واقعہ ہے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا اصرار بھی درست تھا کیونکہ وُہ جانتے تھے کہ کھانا تو ایک آدمی کا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے خلاف اصرار اس لئے تھا کہ تم ان کو اپنے گھر سے کہاں کھلاؤ گے بلکہ وُہ تو ہمارے طفیلی ہیں ہم ان کو کھلائیں گے جس میں تمہارا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو بسیرئ تمام کھلا دیا۔ یہاں تک کہ کھانا بچ رہا اور صاحبِ دعوت بھی نیک نام ہو گئے۔ اگرچہ کسی کا طفیلی بن کر کسی کے گھر کھانے کے لیے جانا غیور طبع کو پسند نہیں مگر ایسی طفیلیت اگر حاصل ہو تو غیور طبائع کو بھی ناگوار نہیں ہو سکتا۔

جب ایک غریب صحابی کی دعوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر طفیلیوں کے تشریف لے جانا گوارا نہیں کیا تو خدا تعالیٰ جو غنیٔ مطلق ہے اس کے خوانِ نعمت پر تنہا جانے کو کس طرح گوارا فرمائیں گے۔ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم سے قوی امید ہے کہ ہم طفیلیوں کو بھی بارگاہ الٰہی میں ضرور ہم راہ رکاب رکھیں گے۔

مگر یاد رہے کہ طفیلی ہونا بھی آسان نہیں۔ صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہو سکتا جب تک دلی عقیدت و محبت اور نسبت نہ ہو۔

یہاں سے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل سنت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھے۔ آج کل کے بعض مشائخ جب کسی کے ہاں دعوت میں تشریف لے جاتے ہیں تو اکثر طفیلیوں کو ساتھ لے جاتے ہیں جس سے صاحبِ دعوت پر ایک مصیبت ہو جاتی ہے لہٰذا مشائخ اور طفیلیوں کو اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک روز حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی اُمِ سُلیم کے پاس آئے اور کہا کہ آج میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُنی ہے اس میں بھوک کی وجہ سے ضعف پایا جاتا ہے کیا تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اُنھوں نے کہا ہاں! اور چند جو کی روٹیاں نکالیں اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بُلانے کو بھیجا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ثُمَّ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرْسَلَكَ أَبُوْطَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ مَعَهُ قُوْمُوْا فَجِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَبُوْطَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ قَالَتْ اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیا تمھیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے تمام صحابہ سے فرمایا کہ اٹھو! میں نے آگے آگے آکر ابوطلحہ کو اطلاع دی کہ حضور تو مع صحابہ کے آرہے ہیں یہ سُن کر حضرت ابو طلحہ نے اپنی بیوی اُمِ سلیم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے لوگ بھی ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو ان سب کو کھلا سکیں۔ ان کی بیوی نے کہا

هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ عُكَّةً لَهَا فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ حَتّٰى اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُوْنَ ثُمَّ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ وَاَفْضَلُوْا مَا بَلَغَ جِيْرَانَهُمْ۔ (بخاری ۵۰۵/۱ ومسلم وخصائص کبریٰ ص ۴۶/۲)

اللہ اور اس کا رسول ہماری حالت کو خوب جانتے ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا۔ اُمّ سلیم! جو کچھ تمھارے پاس ہے لے آؤ! وہ اپنی چند روٹیوں کو لے کر حاضر ہوگئیں حضور نے ٹکڑے کرنے اور ان پر کچھ گھی نچوڑنے کا حکم دیا۔ پھر حضور نے ان ٹکڑوں پر جو اللہ نے چاہا پڑھا۔ پھر دس آدمیوں کے بلانے کا حکم دیا وہ آئے اور خوب سیر ہو کر گئے۔ پھر دس آدمیوں کے بلانے کا حکم دیا وہ بھی آئے اور خوب پیٹ بھر کے نکلے۔ پھر دس آدمیوں کو بلانے کا حکم دیا وہ بھی آئے اور خوب سیر ہو کر نکلے یہاں تک کہ وہ تمام صحابہ جو "ستّر" یا "اسّی" تھے سب شکم سیر ہوگئے اس کے بعد آپ نے اور سبھی گھر والوں نے کھایا اور اس کے بعد بھی کھانا بچ گیا جو پڑوسیوں میں تقسیم کیا گیا۔

دیکھئے! ان چند روٹیوں کے ٹکڑوں سے اتنے لوگوں کا پیٹ بھر جانا کیسی عجیب بات ہے۔ سبحان اللہ! یہ تھے حضور کے تصرّفات اور برکات ؎

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم   رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں (اعلیٰ حضرت)

ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ جب صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرّفات کا ہر وقت مشاہدہ کرتے تھے تو پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پریشان کیوں ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ پریشان ہونا بتقاضائے بشریت تھا۔ یا اس وقت توجہ نہیں رہی تھی اس سے یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرّف معنوی میں کوئی شک آگیا تھا۔

دیکھئے غزوہ بدر میں کفار کی کثرت و شوکت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا حالت طاری تھی جب کہ حضرت صدیق اکبر نے آپ کو تسکین دی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے ایفائے وعدہ میں کوئی شک ہو گیا تھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے قائل تھے اور بجائے اللّٰہُ اَعْلَم کے اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم کہنے میں ان کو کچھ تامل نہ تھا چنانچہ اکثر صحابہ کا یہی دستور تھا کہ وہ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم کہتے تھے۔ (کما ورد فی الاحادیث) اور اس زمانہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ورسولہٗ اعلم کہنے سے شرک آجاتا ہے (معاذ اللہ) چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی جانے رسول کو کیا خبر (تقویۃ الایمان ص ۸۲)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے تو آپ کا چہرہ متغیر پایا، یہ دیکھ کر اسی وقت وہ اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ اور میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا واللہ اس بکری اور کچھ بچے ہوئے آٹے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اسی وقت بکری کو ذبح کر دیا اور فرمایا کہ جلدی جلدی گوشت اور روٹیاں تیار کر دو! جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے اور وہ کھانا حاضر کر دیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ اجْمَعْ لِيْ قَوْمَكَ! فَاَتَيْتُهٗ بِهِمْ فَقَالَ اَدْخِلْهُمْ عَلَيَّ اَرْسَالًا فَكَانُوْا يَاْكُلُوْنَ فَاِذَا شَبِعَ قَوْمٌ خَرَجُوْا وَدَخَلَ اٰخَرُوْنَ حَتّٰى اَكَلُوْا جَمِيْعًا وَفَضَلَ فِي

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کر لے۔ پس میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا، آپ نے فرمایا ان کو جدا جدا ٹولیاں بنا کر میرے پاس بھیجتے رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک ٹولی سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آجاتی یہانتک کہ

الجَفْنَةِ شَبِہٖ مَا کَانَ فِیْهَا وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَهُمْ کُلُوْا وَلَا تَکْسِرُوْا عَظْمًا ثُمَّ اِنَّہٗ جَمَعَ الْعِظَامَ فِیْ وَسْطِ الْجَفْنَةِ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْهَا ثُمَّ تَکَلَّمَ بِکَلَامٍ فَاِذَا لَمْ اَسْمَعْہُ فَاِنَّ الشَّاةَ قَدْ قَامَتْ تَنْفَضُ اُذُنَیْهَا فَقَالَ لِیْ خُذْ شَاتَکَ فَاَتَیْتُ امْرَاَتِیْ فَقَالَتْ مَا هٰذِہٖ ؟ قُلْتُ هٰذِہٖ وَاللہِ شَاتُنَا الَّتِیْ ذَبَحْنَاهَا دَعَی اللہَ فَاَحْیَاهَا لَنَا قَالَتْ اَشْهَدُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللہِ ۔

(بیہقی - دلائلِ نبوت ص۵۴۳)

سب کھا چکے اور برتن میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی سب کے کھانے کے بعد تھا۔ حضور فرماتے تھے کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے برتن کے بیچ میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ کلام پڑھا، جسے میں نے نہیں سُنا، ناگاہ وُہ بکری کان جھاڑتے ہُوئے اُٹھ کھڑی ہُوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، اپنی بکری لے جا! مَیں بکری اپنی بیوی کے پاس لے آیا وُہ بولی یہ کیا؟ مَیں نے کہا۔ واللہ! یہ ہماری وہی بکری ہے جس کو ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسُول اللہ کی دُعا سے اللہ نے اسے زندہ کر دیا ہے۔ یہ سُن کر ان کی بیوی نے کہا مَیں گواہی دیتی ہوں کہ وُہ اللہ کے رسول ہیں۔

(ابو نعیم - خصائص کبریٰ ص۶۷/۱ زرقانی علی المواہب ص۱۸۴/۵)

عارفِ ربانی عاشقِ محبوبِ سبحانی حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے جب بکری کو ذبح کیا تو اس وقت آپ کے دو چھوٹے چھوٹے فرزند بھی وہیں موجود تھے جنہوں نے بکری کو ذبح ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جب حضرت جابر تشریف لے گئے تو وُہ دونوں چھُری لے کر چھت پر چلے گئے۔

پسر بزرگ مر خورد را گفت بیا تا تو نمایم کہ پدر ما ایں برہ را چگونہ بسمل کرد بچۂ خورد را بہ بست وکارد بر حلقِ اُو براند و بنا دانی ورا بسمل کرد۔ و سر برادر را برادر برداشت عیاں

بڑے لڑکے نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ آؤ میں بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی کروں جیسا کہ ہمارے والد نے اس بکری کے ساتھ کیا ہے۔ بڑے نے چھوٹے کو باندھا اور حلق پر چھُری چلا

چوں آنرا بدید از پس بدوید پسر بتر سید و بربام گریخت مادر براثر وے می آمد از بیم مادر آں پسر دیگر نیز از بام بیفتاد و ہلاک شد آں زن فزع نکرد و گفت اگر بنالم و فریاد کنم خاطر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ملول شد صبر کرد و جزع نہ کرد و ہر دو فرزند آنرا بخانہ بُرد و گلیم بر ہر دو پوشید و کسے را از انحال خبر نکرد و روئے خود تازہ داشت ولیکن بدل خونیں مینالید تا برّہ را بریاں کرد و جابر را از حال فرزنداں خبرے نہ داد چوں برّہ را بیاورد و در پیش رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہاد جبریلِ امین بیامد و گفت یا محمّد خدائے تعالیٰ می فرماید کہ جابر را بگوئی تا فرزندان خود را بیارد تا با تو طعام خورند، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جابر را گفت فرزنداں را بیار جابر بروں آمد و عیال را پرسید کہ فرزنداں کجا اند ؟ عیال اُو گفت مہتر را صلی اللہ علیہ وسلم بگوئی کہ غائب اند۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم گفت فرمانِ خدائے تعالیٰ است تا ایشاں را حاضر کنی ! جابر بروں آمد و عیال خود را گفت کہ از خدائے تعالیٰ فرمان آمد کہ زود ایشاں را بخواں !۔ آں ضعیفہ

دی اور نادانی سے اس کو ذبح کر دیا اور اس کا سر جدا کر کے اس کو اٹھایا۔ جونہی حضرت جابر کی بیوی نے اس کو دیکھا تو وُہ اس کے پیچھے دوڑی وُہ اس کے خوف سے چھت سے گرا اور مر گیا۔ حضرت جابر کی بیوی نے اس وجہ سے چیخ و پکار اور واویلا نہ کیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان اور ملول نہ ہوں (اور دعوت بے لطف نہ ہو جائے)۔ نہایت صبر و استقلال سے دونوں فرزندوں کو اندر لا کر ان پر کپڑا ڈال دیا اور کسی کو ان کے حال کی خبر نہ کی یہانتک کہ حضرت جابر کو بھی نہ بتایا۔ اگرچہ دِل صدمہ سے خون کے آنسو رو رہا تھا مگر باوجود اس کے چہرے کو تازہ و شگفتہ رکھا اور کھانا وغیرہ پکایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھانا آپ کے آگے رکھا گیا۔ اسی وقت جبریل امین آگئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جابر سے کہو کہ اپنے فرزندوں کو لائے تاکہ وُہ آپ کے ساتھ کھانا کھانے کا شرف حاصل کریں۔ آپ نے حضرت جابر سے فرمایا کہ اپنے فرزندوں کو لاؤ! وُہ فوراً باہر آئے اور بیوی سے پوچھا کہ فرزند کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو کہ وُہ موجود نہیں ہیں۔ حضور صلی

گریاں شد وگفت اے جابر نمی آرم! جابر گفت چہ افتادہ است ترا ہر دو پسر را بجابر نمود و گلیم از ایشاں برداشت۔ جابر ہر دو پسر را دید مُردہ گریاں شد کہ از حال ایشاں بے خبر بود۔ پس ہر دو بیامد و در پائے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتادند و خروش از خانہ برآمد خدائے تعالیٰ جبریل علیہ السّلام را فرستاد کہ خدائے رب العزت می فرماید کہ اے محمّد بر سر ایشاں رو واز تو دُعا کردن واز ما زندہ گردانیدن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برخاست و بر سر ایشاں آمد و دعا کرد وہر دو فرزندانِ جابر رضی اللہ عنہ فی الحال زندہ شدند بفرمان خدائے تعالیٰ۔

(مدارج النبوت و شواہد النبوت للجامی صہ۸۴)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا ہے کہ ان کو جلدی بلاؤ! غم کی ماری بیوی رو پڑی اور کہا اے جابر اب میں ان کو نہیں لاسکتی حضرت جابر نے فرمایا بات کیا ہے؟ روتی کیوں ہو۔ بیوی نے اندر لے جاکر سارا ماجرا سُنایا اور کپڑا اٹھا کر بچّوں کو دکھایا تو وُہ بھی رونے لگے کیونکہ وُہ ان کے حال سے بے خبر تھے۔ پس حضرت جابر نے دونوں فرزندوں کو لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا اس وقت گھر سے چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السّلام کو بھیجا اور فرمایا اے جبریل میرے محبوب علیہ السلام سے کہو کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے اے پیارے حبیب آپ دُعا فرمائیں ہم ان کو زندہ کر دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی وُہ اللہ کے حکم سے اسی وقت زندہ ہو گئے۔

اِس قسم کی باتوں کو وُہ لوگ نہیں مانتے جو اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں۔ درحقیقت ان کا خدا کی قدرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ اگر وُہ مان لیں کہ خدا تبارک وتعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو کبھی نہ کہیں کہ مُردوں کا زندہ ہونا خلافِ عقل اور خلافِ عادت ہے برخلاف ان کے وُہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی ذات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اُنھوں نے مان لیا کہ خدا تعالیٰ مُردے زندہ کرنے پر قادر ہے اور قیامت کے ہونے میں ان کو کوئی شبہ نہ رہا۔ جو لوگ خدا کی قدرت اور قیامت کو نہیں مانتے، ہمیں اُن سے کوئی بحث نہیں۔ جو لوگ خدا کی قدرت پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ مانتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد سب کو زندہ کرے گا ان کا یہ بھی ایمان ہے کہ یہ قدرت اس کو ہر وقت اور ہر آن حاصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مُردوں کو زندہ کرنا یہ بھی قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے کیونکہ آپ اللہ کے حبیب ہیں اور اس کی قدرتوں کے مظہرِ اَتم ہیں۔ آپ تو آپ ہیں، آپ کے غلاموں نے مُردوں کو زندہ کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم صفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ ایک عورت ہجرت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کا جوان سال بیٹا تھا۔ چند دنوں کے بعد وُہ ایک وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھیں بند کیں اور تجہیز و تکفین کے لئے فرمایا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر کے غسل دینا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی ماں کو بھی خبر کر دو۔ ہم نے خبر کر دی وُہ آ کر لڑکے کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی اور کہا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ لَكَ طَوْعًا وَّ خَلَعْتُ الْاَوْثَانَ زُهْدًا وَّهَاجَرْتُ اِلَيْكَ رَغْبَةً اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ وَلَا تُحَمِّلْنِیْ مِنْ هٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ مَا لَا طَاقَةَ لِیْ بِحَمْلِهَا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا انْقَضٰی كَلَامُهَا حَتّٰی حَرَّكَ قَدَمَيْهِ وَ اَلْقَی الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَعَاشَ حَتّٰی قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ وَحَتّٰی هَلَكَتْ اُمُّهٗ۔ (خصائص کبریٰ ص۲/۶۔ بیہقی دلائل النبوۃ ابو نعیم ص۵۳۲)

اے اللہ میں خاص تیرے لئے خوشی سے اسلام لائی اور بت پرستی کو چھوڑا اور برضا و رغبت تیری طرف ہجرت کی اے اللہ بت پرستوں کو خوش ہو کر میری ہنسی اڑانے کا موقع نہ دے اور مجھ پر ایسی مصیبت نہ ڈال جس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے۔ حضرت انس فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کا کلام ختم نہیں ہُوا تھا کہ لڑکے نے اپنے پاؤں ہلائے اور منہ سے کپڑا اٹھا دیا اور وُہ زندہ رہا، یہاں تک کہ حضور کی وفات ہو گئی اور اس کی ماں کی بھی وفات ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا کیا تیرے پاس دُودھ ہے ؟ میں نے عرض کی ہے تو ضرور لیکن امانت ہے میں اس میں خیانت نہیں کر سکتا۔
فرمایا ایسی بکری لا جسے نر نہ ملا ہو۔ حضرت ابنِ مسعود کہتے ہیں کہ میں ایک بٹھوری لے آیا۔

فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرْعَھَا وَدَعَی اللّٰہَ وَاَتَاہُ اَبُوْبَکْرٍ بِصَحْفَۃٍ فَحَلَبَ فِیْھَا وَقَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ اِشْرَبْ ثُمَّ قَالَ لِلضَّرْعِ اَقْلِصْ فَعَادَ کَمَا کَانَ وَکَانَ ھٰذَا ھُوَ سَبَبُ اِسْلَامِ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا دستِ کرم پھیرا اور اللہ سے دُعا کی اور حضرت ابوبکر نے ایک بڑا چوڑا پیالہ لا کر حاضر کیا آپ نے اس میں دُودھ دوہا۔ وُہ بھر گیا اور ابوبکر سے فرمایا لو پیو اور پھر تھنوں کو حکم دیا کہ تم جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ۔ وُہ جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسلمان ہونے کا یہی سبب ہُوا۔

(بیہقی، شفاء شریف، اسد الغابہ جلد دوم)

اگرچہ یہ دُودھ عقبہ کی بکری کا تھا۔ مگر اس کی ملکیت نہ تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی اس میں تصرف نہ فرماتے کیونکہ اس کی تخلیق بطور عادت نہیں ہُوئی تھی بلکہ اس کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک تھا۔ چونکہ تخلیق خاص قسم کی ہُوئی اس لئے احکامِ مِلک بدل گئے اور وُہ دُودھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلک ہو گیا کیونکہ اس کا واسطہ دستِ مبارک ہُوا۔

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
کہ ابتدائے اسلام میں بحالتِ یتیمی میں اپنی والدہ اور خالہ کے زیرِ پرورش تھا، اور اپنی چند بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ مجھے اکثر کہتی کہ اے بیٹے اس شخص یعنی نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی نہ جانا ورنہ وہ تمھیں گمراہ کر دیں گے لیکن میں نے چراگاہ میں جا کر بکریوں کو چھوڑ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ارشاداتِ مبارک سنتا رہا۔ پھر بکریوں کے پاس گیا تو ان کو دُبلی اور تھنوں کو سوکھے پایا میری خالہ نے مجھ سے کہا کہ آج تیری بکریوں کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں دوسرے روز بھی ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور اپنی بکریوں اور خالہ کا حال بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بکریاں لے آؤ! میں بکریوں کو لے کر حاضر ہوا۔

وَدَعَا فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَامْتَلَأْنَ شَحْمًا وَّلَبَنًا فَلَمَّا دَخَلْتُ عَلٰى خَالَتِي بِهِنَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ هٰكَذَا فَارْعَ فَاَخْبَرْتُهَا الْخَبَرَ فَاَسْلَمَتْ هِيَ وَاُمِّيْ۔

(دلائل النبوت ص۳۸۸، ابو نعیم، خصائص کبریٰ جلد ۲ ص۲۹)

آپ نے تھنوں اور پشتوں پر ہاتھ پھیر کر دُعاءِ برکت فرمائی اسی وقت وہ دودھ اور چربی سے بھر گئیں۔ پھر جب میں ان بکریوں کو لے کر خالہ کے پاس گیا تو وہ دیکھ کر بولی اے بیٹے ایسے ہی چرایا کرو۔ جب میں نے ان کو سارا واقعہ سنایا تو وہ دونوں بھی یعنی والدہ اور خالہ مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔

مقامِ غور ہے کہ ابو قرصافہ کو اپنی بکریاں چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا شوق پیدا ہونا حالانکہ ان ہی بکریوں پر ان کی روزی کا دارومدار تھا اور پھر زمانہ نوعمری اور یتیمی کا۔ اس زمانے کے حالات اور تقاضے اہلِ نظر سے مخفی نہیں ہیں۔ چونکہ توفیقِ ازلی مددگار تھی لہٰذا ایسے آثار ظاہر ہوئے ع

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"

حضرت حزام بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو راستے میں دوپہر کے وقت اُمِّ معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر ہوا۔ اُمِّ معبد کی قوم قحط زدہ تھی وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد فرمایا مگر اس کے پاس ان دونوں میں سے کوئی چیز نہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمہ کی جانب ایک بکری دیکھی، فرمایا یہ بکری کیسی ہے۔ امّ معبد نے عرض کیا کہ لاغری و کمزوری کے سبب سے بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ پھر فرمایا کیا دُودھ دیتی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اسے دوھ لوں؟

قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اِنْ رَاَیْتَ بِهَا حَلَبًا فَاحْلُبْهَا فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِیَدِهٖ ضَرْعَهَا وَ سَمَّی اللّٰهَ تَعَالٰی وَدَعَا لَهَا فِیْ شَاتِهَا فَتَفَاجَتْ عَلَیْهِ وَ دَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِاِنَاءٍ یُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِیْهِ ثَجًّا حَتّٰی عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰی رَوِیَتْ وَسَقٰی اَصْحَابَهٗ حَتّٰی رَوَوْا ثُمَّ شَرِبَ اٰخِرَهُمْ ثُمَّ حَلَبَ فِیْهِ ثَانِیًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتّٰی مَلَأَ الْاِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهٗ عِنْدَهَا وَبَایَعَهَا وَارْتَحَلُوْا عَنْهَا۔

اس نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر آپ اس کے نیچے دُودھ دیکھتے ہیں تو دوھ لیں۔ آپ نے اس کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اللہ کا نام لیا اور دُعا کی تو بکری نے آپ کے لئے دونوں ٹانگیں چوڑی کرلیں اور دُودھ اتار لیا اور جگالی کی آپ نے برتن طلب فرمایا جو جماعت کو سیراب کردے اور اس میں دُودھ دوھ کر بھر دیا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی۔ پھر امّ معبد کو پلایا وُہ سیر ہوگئی۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا یہانتک کہ سب سیر ہوگئے۔ سب کے بعد آپ نے پیا پھر دُوسری بار دُودھ دوہنا شروع کردیا یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اس کو بطور نشان امّ معبد کے پاس چھوڑا اور اس کو اسلام میں بیعت کیا پھر سب وہاں سے چل دیے

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳)

تھوڑی دیر بعد امّ معبد کا خاوند آیا اس نے دُودھ جو دیکھا تو حیران ہو کر کہنے

لگا کہ یہ دُودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں ہے جو دُودھ کا قطرہ بھی دے۔ اُمِّ معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا جس کی باتیں میٹھی، صورت پیاری، زبان فصیح اور جس کا حلیہ شریف ایسا پیارا تھا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ وُہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ مَیں نے بھی قصد کر لیا ہے کہ اُن کی صحبت میں رہوں چنانچہ وُہ دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

(کنز العمال وکذا فی حواشی المشکوٰۃ وسیرۃ النبویۃ وشمس التواریخ)

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَمَسَسْتَ شَاۃً لِاُمِّ مَعْبَدٍ بَعْدَمَا ۔۔۔ لَشَفَتْ فَدَرَّتْ مِنْ شُقَارِ قُیَاکَ

اور اُمِّ معبد کی بکری جب کہ اس کا دُودھ خشک ہو گیا تھا تو آپ کے دستِ مبارک کے چھُونے اور آپ کی دُعا سے وُہ پھر دُودھ والی ہو گئی۔ (قصیدۃ النعمان)

اُمِّ معبد فرماتی ہیں کہ وُہ بکری بہت دیر تک ہمارے پاس رہی یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا۔ پھر زمانۂ خلافت حضرت صدیق اکبر بھی گزر گیا۔ پھر حضرت فاروق اعظم کے زمانے میں جب کہ قحط پڑ گیا اور خشک سالی کی کوئی حد نہ رہی (جسے عام الرمادہ کہتے ہیں) اور چارہ کا ایک تنکا بھی زمین پر نظر نہیں آتا تھا تو وُہ بھُوکی پیاسی ہونے کے باوجود بھی صبح و شام برابر دُودھ دیتی رہی۔

(طبقات ابنِ سعد، ابونعیم، حجۃ اللہ علی العالمین)

حضرت قیس بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستہ میں ایک چرواہا ملا جو بکریاں چرا رہا تھا آپ نے اس سے دُودھ طلب فرمایا۔ اس نے کہا میرے پاس دُودھ دینے والی کوئی بکری نہیں۔ فرمایا ان ہی میں سے کوئی لے آ۔ وُہ ایک پٹھوری (چھوٹی بکری) لے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دُعا کی تو تھنوں میں دُودھ آ گیا۔ آپ نے دوہا۔ حضرت ابوبکر کو پلایا۔ پھر چرواہے کو پلایا اور پھر خود پیا۔ چرواہا حیران رہ گیا۔

فَقَالَ الرَّاعِیُ مَنْ اَنْتَ ؟ فَوَاللّٰهِ مَا رَاَیْتُ مِثْلَكَ قَطُّ ! قَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ! قَالَ اَنْتَ الَّذِیْ تَزْعُمُ قُرَیْشٌ اَنَّهٗ اَصَابَ قَالَ اِنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ فَاَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَاَنَّ مَا جِئْتَ بِهٖ حَقٌّ وَّاَنَّهٗ لَا یَفْعَلُ مَا فَعَلْتَ اِلَّا نَبِیٌّ۔

اور کہنے لگا۔ آپ کون ہیں خدا کی قسم میں نے آپ کی مثل ہرگز کوئی نہیں دیکھا۔ فرمایا میں محمد ہوں اللہ کا رسول۔ وہ سن کر بولا آپ ہی ہیں جن کے بارے میں قریش کا یہ گمان ہے کہ آپ نیا دین لے کر آئے ہیں۔ فرمایا ہاں! وہ تو ایسا ہی کہتے ہیں وہ بولا (وہ کچھ کہیں) مگر میں سچے دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور جو آپ نے کیا ہے وہ سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

(بیہقی، حاکم، طبرانی، ابونعیم، ابویعلیٰ، خصائص کبریٰ ص ۱۸۹ ج ۱)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ کا ڈھیلا رخسارے پر بہہ آیا۔

فَاَتٰی بِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ لَكَ وَلَكَ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتَ رَدَدْتُهَا وَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَكَ فَلَمْ تَفْقِدْ مِنْهَا شَیْئًا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْجَنَّةَ لَجَزَآءٌ جَمِیْلٌ وَّعَطَآءٌ جَلِیْلٌ وَّلٰكِنَّ اِنَّ لِیْ اِمْرَاَةً اُحِبُّهَا وَاَخْشٰی اِنْ رَاَتْنِیْ تَقْذِرُنِیْ اَیْ تَكْرَهُنِیْ وَلٰكِنْ تَرُدُّهَا وَتَسْاَلُ اللّٰهَ لِیَ الْجَنَّةَ

تو وہ اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر صبر کرو تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر چاہو تو اس کو لوٹا کر تمہارے لئے دعا کروں پھر تم اس میں کوئی کمی نہ پاؤ گے۔ حضرت قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بلاشبہ جنت ایک جزائے جمیل اور عطائے جلیل ہے لیکن میری ایک عورت ہے جس کو میں محبوب رکھتا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو اس حال میں پسند نہیں کرے گی لہٰذا آپ اس کو لوٹا بھی دیجئے

قَالَ اَفْعَلُ یَا قَتَادَۃُ فَاَخَذَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ وَرَدَّھَا اِلٰی مَوْضِعِھَا وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اکْسُہٗ جَمَالًا فَکَانَتْ اَحْسَنَ عَیْنَیْہِ اَجْمَلُھُمَا وَاَقْوٰھُمَا حَسَنًا اَیْ اَحْسَنُ عَیْنَیْہِ۔

اور میرے لیئے اللہ سے جنت بھی مانگیئے۔ فرمایا بہت اچھا۔ پس آپ نے اپنے دستِ کرم سے اس کو پکڑ کر اس کی جگہ چشم خانہ میں رکھ دیا اور فرمایا اے اللہ اس کو بہت اچھا بنا دے، تو ان کی وُہ آنکھ حسن و جمال اور قوت کے لحاظ سے دُوسری آنکھ سے بہت اچھی تھی۔

(زرقانی علی المواہب ص۱۸۶ ج۵)

اس کی وجہ ظاہراً یہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبی عالم میں ممتاز اور نمایاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ہاتھ کی بنائی ہُوئی آنکھ کا حُسن بڑھا دیا۔

حضرت نعمان بن قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا مَنْ اَنْتَ یَا فَتٰی؟ اے نوجوان تو کون ہے؟

حضرت نعمان بن قتادہ فرماتے ہیں۔

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُہٗ
فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَحْسَنَ الرَّدِّ
فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ لِاَحْسَنِ حَالِھَا
فَیَا حُسْنَھَا عَیْنًا وَیَا حُسْنَھَا اَیْدٍ

مَیں اس کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ کا ڈھیلا (جنگِ احد کے دِن) رخسار پر بہہ آیا تھا تو پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ کرم سے اس کو پھر اس کی جگہ رکھ دیا تھا تو وُہ آنکھ ویسی ہی ہو گئی جیسی کہ پہلے تھی بلکہ اس سے بھی بہت اچھی حالت میں ہو گئی۔ (اے سُننے والے) کیا اچھی تھی وُہ آنکھ اور کیا اچھا تھا وُہ ہاتھ۔

(شرح شفا ملا علی قاری۔ زرقانی علی المواہب ص۱۸۶ ج۵)

یہ سُن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت عزّت کی اور مہربانی فرمائی۔

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَرَدَدْتَ عَيْنَ قَتَادَةَ بَعْدَ الْعَمٰی

وَابْنُ الْحُصَيْنِ شَفَيْتَهٗ بِشِفَاكَ

اور آپ نے (یا رسول اللہ!) حضرت قتادہ کی نکلی ہُوئی آنکھ کو لوٹا دیا تھا اور ابن الحصین کو آپ سے تندرستی حاصل ہُوئی (قصیدۃ النعمان)

حضرت ابیض بن جمال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر داد (دھدّر) تھا جو ان کی ناک کو چیر گیا تھا اور اس کی وجہ سے ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ فَلَمْ يُمْسِ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَمِنْهَا اَثَرٌ۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کے چہرے پر دست مبارک پھیر دیا۔ شام نہ ہونے پائی کہ داد کا کوئی نشان نہ رہا۔

(خصائص کبریٰ ص۲/۵)

کتنا ہی بڑا ڈاکٹر اور طبیب حاذق کیوں نہ ہو اگر وُہ ایسے داد کا علاج کرے تو اس کو کتنا زمانہ درکار ہے۔ پھر داد اگر زائل بھی ہو جائے تو ناک جس کو داد نے چیر دیا تھا اس کا اصلی ہیئت پر آجانا دشوار ہے۔ ایسی سخت بیماری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دستِ مبارک پھیر کر دُور فرما دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اِنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ بِابْنٍ لَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ بِهٖ جُنُوْنٌ وَاِنَّهٗ لَيَاْخُذُهٗ عِنْدَ غَدَائِنَا وَعَشَائِنَا فَمَسَحَ رَسُوْلُ

کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے اس بیٹے کو جن چمٹا ہُوا ہے اور اسے صبح و شام پریشان کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهٗ فَثَعَّ ثَعَّةً وَّخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجِرْوِ الْاَسْوَدِ يَسْعٰى -

سینے پر ہاتھ پھیرا اسے فی الفور قے شروع ہو گئی اور اس کے پیٹ سے کالے پلّے جیسی ایک چیز نکلی جو اِدھر اُدھر دوڑتی پھرتی تھی۔

(دارمی، مشکوٰۃ، شفا شریف صـ۲۱۴، زرقانی علی المواہب صـ۱۸۵/۵)

یہ روحانی تاثیرات ہیں، طبِ جسمانی میں طبیب کو اسباب و علامات دریافت کر کے دوا تجویز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں اس کی ضرورت نہیں۔ برائے نام ہاتھ پھیر دیا اور صحتِ کلی ہو گئی خواہ وُہ بیماری کسی قسم کی ہو یا جن و اَرواحِ خبیثہ وغیرہ کا اثر ہو۔

حضرت فضالہ بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ فتحِ مکّہ کے سال ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے میرے دِل میں خیال آیا کہ یہ موقعہ حضور کے قتل کا اچھا ہے آپ طواف کرتے ہُوئے جب میرے نزدیک پہنچے تو فرمایا کیا فضالہ ہو؟ میں نے کہا ہاں یارسُول اللہ مَیں فضالہ ہوں۔ فرمایا تم دل میں کیا خیال کر رہے تھے؟ میں نے کہا کچھ نہیں اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ یہ سُن کر آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا فضالہ خدا سے مغفرت مانگو۔ پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا۔ جس سے میرے تمام خیالاتِ فاسدہ دُور دُور ہو گئے۔

وَاللهِ مَا رَفَعَ يَدَهٗ عَنْ صَدْرِيْ حَتّٰى مَا مِنْ خَلْقِ اللهِ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْهُ -

اور خدا کی قسم ابھی حضور نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے سے نہیں اُٹھایا تھا کہ میرے دِل کی یہ کیفیت ہو گئی کہ مخلوقِ خدا میں کوئی آپ سے زیادہ میرا محبوب نہ تھا۔

(سیرت ابن ہشام صـ۵۹/۴)

حضرت فضالہ نے کس قدر چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا کہ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوں مگر بارگاہِ نبوّت میں ایسی چالاکیاں کب چل سکتی تھیں جہاں کائنات کا ذرہ ذرہ مثل کفِ دست پیشِ نظر تھا۔ وہاں دلوں کی کیفیتیں بھلا پوشیدہ تھیں سہ

سرِ عرش پر ہے تیری گزر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وُہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اس موقعہ پر ہنس کر استغفار کرنے کے لئے فرمانے کا جو اثر فضالہ کے دِل پر ہُوا ہوگا اس کو اُنہیں کا دِل جانتا ہوگا اور دست مبارک کے رکھنے کی تاثیر یہ ہُوئی کہ شقاوت دُور ہو گئی اور محبّت پیدا ہو گئی اور وُہ بھی اتنی کہ آپ سے زیادہ وُہ کسی کو اپنا محبوب نہیں سمجھتے تھے۔

ان لوگوں کے ساتھ جو قتل کی تاک میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا یہ حال ہے تو خیال کیا جائے کہ محبانِ صادق پر کیسی عنایتیں ہوں گی ؎

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

حضرت عائذ بن سعید جسری حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہُوئے اور عرض کیا یا رسُول اللہ آپ میرے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیجئے اور دعائے برکت فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کر دیا۔ اس دن سے حضرت عائذ کا چہرہ ہر وقت تر و تازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔ (اصابہ)

یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ جس مقام پر دستِ مبارک پہنچا وُہ روشن ہو گیا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ روشنی کا کوئی مادہ دست مبارک میں نہ تھا جو منتقل ہُوا، اور نہ کوئی دوا لگائی گئی، پھر ہمیشہ کی روشنی کہاں سے آگئی، یہ معما اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک یہ یقین نہ کر لیا جائے کہ خالق و مالک کو منظور یہ ہے کہ اس کا حبیب دنیا میں نیک نام رہے اور اس کا نظیر قائم نہ ہو سکے۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كُنْتُ طِفْلًا فَانْصَبَّتِ الْقِدْرُ	کہ مَیں بچّہ تھا اور جلتی ہنڈیا مجھ پر گر پڑی
عَلَيَّ وَاحْتَرَقَ جِلْدِيْ	جس سے میرا بدن جل گیا تو میرے والد مجھے
كُلُّهٗ فَحَمَلَنِيْ اَبِيْ اِلٰى رَسُوْلِ	اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اقدس میں لے گئے آپ نے میرے بدن

فَتَفَلَ عَلَیَّ وَمَسَحَ یَدَاہُ عَلَی الْمُحْتَرِقِ وَقَالَ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ فَصِرْتُ صَحِیْحًا لَا بَاْسَ بِیْ ۔

پر اپنا مبارک لعاب دہن لگا دیا اور اوپر دستِ مبارک پھیر دیا اور کہا اے رب اس کی تکلیف دُور کر دے۔ پس میں بالکل تندرست ہوگیا اور مجھے کوئی تکلیف اس سے نہ ہُوئی۔

(زرقانی علی المواہب صہ ۲۹۲/۵ ، نسائی شریف صہ ۲۱۴/۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَظْفَارَہٗ وَقَسَمَ بَیْنَ النَّاسِ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناخن مبارک کٹوائے اور صحابہ میں تقسیم کر دیئے۔

(مسند امام احمد)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس ارادہ سے بھی اپنے دستِ مبارک کو کام میں لاتے اللہ تعالیٰ فوراً وُہ کام کر دیتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں، جیسا کہ کانوں کے بیان میں گزرا، غور کیجئے کہ جب عام طور پر یہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے جس میں صحابۂ کرام اور اولیاء عظام بھی شریک ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس درجہ کی خصوصیت ہونی چاہیئے جو اللہ کے محبوبوں میں یکتا ہیں۔ معلوم ہُوا کہ ظاہر میں وُہ ہاتھ مصطفٰے کا ہاتھ ہے مگر حقیقت میں وُہ یدِ قدرت ہے ؎

دستِ احمد عین دستِ ذوالجلال
آمدہ در بیعت و اندر قتال

صحابۂ کرام وقتاً فوقتاً جب دستِ مبارک کی برکات کا مشاہدہ کرتے تھے تو ان کا ایمان اور توکل کس قدر مستحکم ہوتا ہو گا۔ ان مشاہدات کی وجہ سے جو عظمت و محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے دِلوں میں تھی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت جان و مال قربان کرنے کے لیئے تیار رہتے تھے

اور حقیقتہً یہ حصّہ انھیں کے لئے خاص تھا جو کسی ولی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کے لئے ایسے ہی حضرات کا انتخاب فرمایا تھا جو تمام امت سے افضل تھے، چنانچہ حدیثِ پاک میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے، فرمایا میرے صحابہ کو نشانہ نہ بناؤ اور نہ ان کو گالیاں دو۔ خدا کی قسم ان کا ایک وقت میرے ہمراہ ٹھہرنا تمھارے عمر بھر کے اعمال سے افضل ہے اور تمھارا احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، ان کے ایک مد جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے ساتھ جو محبّت رکھیں گے وُہ میری محبت کی وجہ سے ہو گی اور ان کے ساتھ جو عداوت رکھیں گے وُہ میری عداوت کی وجہ سے ہو گی، یعنی جن کو مجھ سے محبّت ہو گی وُہ ان سے بھی محبت رکھیں گے اور جن کو مجھ سے عداوت ہو گی وُہ ان سے بھی عداوت رکھیں گے اور یہ بھی فرمایا جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی دنیا و آخرت میں اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو کہ میرے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں تو کہہ دو۔

لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ — اللہ کی لعنت ہو تمھارے شر پر

بہر حال صحابہ کی نسبت بدگوئی کرنا اور ان کو نشانۂ ملامت بنانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے۔

یہاں یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ صحابۂ کرام میں جو اختلافات ہونے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک ہونے والے تمام امور کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرما دیا تھا اور حضور نے صحابہ کو تمام خبریں دے دی تھیں، (جیسا کہ سینۂ اقدس کے بیان میں آئے گا، انشاء اللہ!)

چنانچہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ بعض امہات المومنین خلیفۂ وقت سے لڑنے نکلیں گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا یہ سُن کر مسکرائیں کہ عورت خلیفۂ وقت کے مقابلے میں نِکلے گی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا تَکُوْنِیْ اَنْتِ ؟ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَ اِنْ وُلِّیْتَ مِنْ اَمْرِھَا شَیْئًا فَارْفَقْ بِھَا۔

کہیں تم ہی نہ ہو؟ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی طرف مونھ کر کے فرمایا اگر اس (یعنی عائشہ) کا کوئی معاملہ تم سے ہو تو اس کے ساتھ نرمی کرنا

(حاکم، بیہقی، خصائص کبرٰی ص۱۳۶/۲)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا جب مقابلہ ہُوا تو لڑائی بند ہونے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے محمد بن ابی بکر جو حضرت عائشہ کے بھائی تھے کے ہمراہ حضرت عائشہ کو مدینۂ منورہ روانہ فرما دیا اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم اس کو شہید کر دے گی اور حضرت عثمان سے فرمایا کہ اس وقت صبر کرنا، اللہ تمھیں صبر عطا فرمائے اور تمھیں روزے کی حالت میں شہید کر دیا جائے گا، اور تو میرے پاس آکر روزہ افطار کرے گا۔

(ابو یعلی، ابن عدی، ابن عساکر، خصائص کبرٰی ص۱۲۲/۲)

اسی قسم کی بے شمار روایتیں معتبر کتابوں میں مروی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے صحابۂ کرام کے درمیان تمام ہونے والے واقعات کی پہلے ہی خبر دے دی تھی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب حالات جانتے تھے اور تمام واقعات آپ کے پیشِ نظر تھے باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی پر لعن طعن کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ تاکید فرمائی کہ ان کے متعلق بدگوئی نہ کرو اور ان کو نشانہ نہ بناؤ! تو اب مسلمانوں کو کیا حق ہے کہ گزشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر اُن کو بُرا کہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کام کے مرتکب ہوں۔ ذاتی اختلافات کی وجہ سے نہ کوئی اسلام سے خارج ہو سکتا ہے نہ صحابیت سے، اگر بہ تقاضائے بشریت اُن کے آپس میں اختلافات تھے تو کیا وُہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے؟ اور وُہ مخالفت بھی چند روز کے لئے تھی جو یہیں رہ گئی، اس عالم میں اس کا کوئی اثر نہیں رہ سکتا چنانچہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ○	اور نکال دیئے ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے وغیرہ دنیا میں تھے. آپس میں بھائی بھائی ہوگئے جنت میں تختوں پر ایک دُوسرے کے رُوبرو بیٹھے ہیں۔

(الحجر - ۴۸)

اور جب وُہ حضرات اس عالم میں آپس میں دوست اور بھائی ہوگئے تو ہمارا ان کو نشانۂ ملامت بنانا کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہوسکتا اور یہ تو وُہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت سے کمالات کے مجسمے اور نور کے پیکر ہوگئے تھے۔ ایک عام مسلمان سے کینہ اور بغض و حسد رکھنے والے کی مغفرت نہیں ہوتی۔

(کما ورد فی الحدیث)

بہر حال تمام صحابۂ کرام کی نسبت نیک گمان رکھنا نہایت ضروری ہے اور اُن کو بُرا کہنا یا تبرّا کرنا انتہائی بدبختی کی دلیل ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے دِلوں کو اپنی اور اپنے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور ان کے اہلِ بیت کرام اور صحابہ عظام کی سچی محبّت اور الفت سے منور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فوائد

۱۔ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔
۲۔ یہ کہ صحابۂ کرام ان مقدس ہاتھوں کو اپنے چہروں پر مُلا کرتے تھے۔
۳۔ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ فرما رہے ہیں۔
۴۔ یہ کہ تمام خزانوں کی کنجیاں، کونین کی تمام نعمتیں اور برکتیں ان مقدس ہاتھوں میں ہیں۔
۵۔ یہ کہ وُہ مقدس اور بے مثل ہاتھ دافع البلاء والامراض ہیں اور ہر قسم کے تصرفات پر قادر ہیں۔
۶۔ یہ کہ عالم کا ہر ذرہ ان ہاتھوں کی انگلیوں کے اشارے پر چلتا ہے۔ غرض ایک ایک حدیث کو غور سے دیکھا جائے تو بے شمار فوائد ثابت ہوں گے۔
۷۔ یہ کہ صحابہ کرام کو نشانۂ ملامت بنانا انتہائی بدبختی کی دلیل ہے۔

سینۂ اقدس و قلبِ مُبارک

رفعِ ذکرِ جلالت پہ اَرفع درُود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام
دل سمجھ سے وَرائے ہے مگر یُوں کہوں
غنچۂ رازِ وَحدت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سواء البطن والصدر تھے یعنی آپ کا شکمِ اقدس اور سینۂ اطہر ہموار و برابر تھا۔ سینۂ اقدس کسی قدر اُبھرا ہوُا اور چوڑا تھا۔ سینہ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف تک تھا اور سینۂ اقدس کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے۔ اس سینۂ اقدس کی شرح اور قلب شریف کی وسعت کا بیان طاقتِ انسانی سے خارج ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۔ (الانشراح ۱) اے حبیب کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا

شرح صدر، اس کے لفظی معنی ہیں کھول دینا، یہ ہدایت کا آخری مرتبہ ہے، اس مرتبے میں تمام حقائق ملک و ملکوت، لاہوت و جبروت منکشف ہو جاتے ہیں، زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہو جاتا ہے۔ پھر وُہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کر کے فرماتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اسی مرتبے کے عطا ہونے کی التجا کی تھی۔

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ۔ (طٰہٰ ۲۵) اے رب میرا سینہ کھول دے۔

کلیم مانگتے ہیں اور حبیب کو بن مانگے عطا ہوتا ہے۔

اور یہ اسی شرح صدر کی تاثیر تھی کہ دنیا و مافیہا آپ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے تھے اور ہمت عالی کے نزدیک تمام جہان کی اصلاح کے لئے کھڑا ہونا، اور دنیا کو ناپاک کرنے والی قوی سلطنتوں کا اکھیڑ کر پھینک دینا کہ جن کی نسبت یہ خیال کرنا بھی جنون شمار ہوتا تھا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ہر حال میں انبساط قلبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرتے رہے۔

در جہاں آئینِ نو آغاز کرد — مسندِ اقوامِ پیشین در نورد
وقتِ ہیجا تیغِ او آہن گداز — دیدۂ او اشک بار اندر نماز
ماند شب ہا چشمِ او محرومِ نوم — تا بتختِ خسروی خوابید قوم
بوریا ممنونِ خوابِ راحتش — تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمّتش
در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است — آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است (اقبال)

اور لَكَ کی قید بتلا رہی ہے کہ یہ وُہ شرحِ صدر ہے جو خاص آپ ہی کے واسطے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اسرار آپ کے قلبِ اقدس کو عطا ہوئے وُہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہُوئے اور نہ ہی کسی اور کا قلب اس کا متحمل ہو سکتا تھا اور اسی قلبِ مبارک کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ میرا قلب سوتا نہیں ہے ؎

سوگند ہے چہرے کی شمس و ضحیٰ — وَاللَّیل ہے تیری زلفِ دوتا
سینے کی صفت ہے الم نشرح — ترے دِل کی فضا کا کیا کہنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۙ

(النور۔ ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے، وُہ چراغ ایک فانوس میں ہے وُہ فانوس گویا ایک چمکتا ہُوا ستارہ ہے۔ روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے۔ نور پر نور ہے، اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وُہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ کا نور کیا ہے، اور اس مثال کا مطلب کیا ہے؟

نور کے متعلق حضرت کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ الثَّانِیْ ھُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی مَثَلُ نُوْرِہٖ اَیْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَثَلُ نُوْرِہٖ میں نورِ ثانی سے مراد حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(شفاء شریف ص۱)

اور مثال کے متعلق محی السنۃ علّامہ علاؤ الدین علی بن محمّد المعروف بالخازن فرماتے ہیں۔

وَقِیْلَ وَقَعَ ھٰذَا التَّمْثِیْلُ لِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِکَعْبِ الْاَحْبَارِ اَخْبِرْنِیْ عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ قَالَ کَعْبٌ ھٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَہُ اللّٰہُ لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَالْمِشْکٰوۃُ صَدْرُہٗ وَالزُّجَاجَۃُ قَلْبُہٗ وَالْمِصْبَاحُ فِیْہِ النُّبُوَّۃُ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ ھِیَ شَجَرَۃُ النُّبُوَّۃِ یَکَادُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمْرُہٗ یَتَبَیَّنُ لِلنَّاسِ وَلَوْ لَمْ یَتَکَلَّمْ بِہٖ اَنَّہٗ نَبِیٌّ کَمَا یَکَادُ ذٰلِکَ الزَّیْتُ یُضِیْٓئُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ النَّارُ۔

اور کہا گیا ہے یہ تمثیلِ نورِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ (چنانچہ) حضرت ابنِ عباس نے حضرت کعب احبار سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مثل نورہ کمشکوٰۃ کا معنی مجھے بتاؤ؟ انھوں نے فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے تو مشکوٰۃ (طاق) سے مُراد آپ کا سینہ اور زجاجہ (فانوس) سے مراد آپ کا قلب اور مصباح (چراغ) سے مُراد نبوّت ہے جو نبوّت کے مبارک شجرے روشن ہے اور اس نورِ محمّدی کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان نہ بھی فرمائیں تب بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ قریب ہے کہ وہ تیل روشن ہو جائے اگرچہ اُسے آگ نہ چھوئے۔ (تفسیر خازن ص۳۳۲/۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَلْمِشْکٰوۃُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالزُّجَاجَۃُ قَلْبُہٗ وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِیْ جَعَلَہُ اللّٰہُ فِیْہِ لَاشَرْقِیَّۃٌ وَّلَا غَرْبِیَّۃٌ لَا یَہُوْدِیٌّ وَّلَا نَصْرَانِیٌّ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ اِبْرَاھِیْمَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ نُوْرُ قَلْبِ اِبْرَاھِیْمَ وَنُوْرُ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

کہ طاق تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور فانوس قلب مبارک ہے اور چراغ وُہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا ہے، وُہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی، روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے نور پر نور ہے یعنی نور قلب ابراہیم پر نور قلب محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(تفسیر خازن ص۲۳۲)

شمع دِل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سُورہ نور کا (اعلیٰ حضرت)

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک وُہ مبارک سینہ ہے جس میں اسرارِ الٰہیہ اور معارفِ ربّانیہ اور علم وحکمت کے ہزار در ہزار بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کو وُہ جانیں یا ان کا خالق و مالک مولیٰ تعالیٰ جانے۔

چونکہ آج کل بہت سے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ بھی باعثِ نزاع بنا ہُوا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت دیانت داری کے ساتھ اس مسئلہ کو مختصر طور پر بیان کر دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کو مسئلہ کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے اور سینۂ اقدس کے علوم کا بھی اندازہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ (البقرہ - ۲۵۵)

اور وُہ نہیں احاطہ کر سکتے کسی چیز کا اس کے علم میں سے مگر جتنا وُہ چاہے۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

یَعْنِیْ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ

یعنی وُہ اس کے علمِ غیب میں سے کسی چیز کا

الْغَيْبِ اِلَّا بِمَا شَآءَ مِمَّآ اَخْبَرَبِهٖ الرُّسُلُ ۔	احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر کہ وُہ چاہے جس کی خبر رسُولوں نے دی ۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے ۔

يَعْنِىْ اَنْ يُّطْلِعَهُمْ عَلَيْهِ وَهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالرُّسُلُ وَلِيَكُوْنَ مَا يُطْلِعُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ عِلْمِ غَيْبِهٖ دَلِيْلاً عَلٰى نُبُوَّتِهِمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔	یعنی جن کو اللہ تعالیٰ اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے وُہ انبیاء و رسل ہیں تاکہ ان کا علمِ غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوّت کی دلیل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس نہیں مسلّط فرماتا ہے اپنے غیب خاص پر کسی ایک کو بھی سوائے اپنے پسندیدہ رسُول کے ۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر کبیر میں ہے ۔

لَا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ اِلَّا عِنْدَ اِطِّلَاعِ اللّٰهِ بَعْضَ اَنْبِيَآئِهٖ عَلٰى بَعْضِ الْغَيْبِ كَمَا قَالَ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔	اللہ کے اطلاع دینے کے بغیر کوئی غیب نہیں جانتا اللہ نے اپنے بعض انبیاء کو بعض علمِ غیب عطا فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا جاننے والا غیب کا پس اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے پسندیدہ رسُولوں کے ۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص علم میں سے کوئی خود بخود نہیں جان سکتا مگر جس کے لئے جتنا وُہ چاہے ۔

(۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔	اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمھیں غیب پر مطلع کر دے ۔ ہاں اللہ (اس کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسُولوں میں سے جس کو چاہے

(آل عمران - ۱۷۹)

اس آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے ۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُؤْتِىَ اَحَدَكُمْ عِلْمَ	اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو ! تم

الْغَیْبِ فَیُطْلِعَ عَلٰی مَا فِی الْقُلُوْبِ مِنْ کُفْرٍ وَّ اِیْمَانٍ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ لِرِسَالَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ فَیُوْحِی اللّٰهُ وَ یُخْبِرُهٗ بِبَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ۔	میں سے کسی کو علم غیب دیدے اور دلوں کے ۔کفروایمان پر مطلع کردے۔ہاں اس منصب جلیل اور اپنی پیغامبری کے لئے اللہ جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی فرماتا ہے۔ اور بعض غیبوں کی اس کو خبر دے دیتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

لٰکِنَّ اللّٰهَ یَصْطَفِیْ وَیَخْتَارُ مِنْ رُّسُلِهٖ فَیُطْلِعُهٗ عَلٰی مَا یَشَآءُ مِنْ غَیْبِهٖ۔	لیکن اللہ مصطفےٰ و مختار بنالیتا ہے رسُولوں میں سے جس کو چاہے تو پھر اس کو اپنے غیب میں سے جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر کبیر میں ہے۔

فَاَمَّا مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِعْلَامِ مِنَ الْغَیْبِ فَهُوَ مِنْ خَوَاصِّ الْاَنْبِیَاءِ۔	پس غیب کی باتوں کا جان لینا بطریق اعلام یہ انبیاء کرام کی خصوصیتوں میں سے ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر جمل میں ہے۔

اَلْمَعْنٰی لٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ اَنْ یَّصْطَفِیَ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ فَیُطْلِعُهٗ عَلَی الْغَیْبِ۔	معنے یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو مجتبےٰ و مصطفےٰ بنالیتا ہے تو اس کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ وَیَخْتَارُ مَنْ یَّشَآءُ فَیُطْلِعُ عَلٰی غَیْبِهٖ کَمَا اَطْلَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَالِ الْمُنٰفِقِیْنَ۔	ہاں اللہ جس کو مجتبےٰ و مختار بنالیتا ہے تو اس کو اپنے غیب کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال سے مطلع فرمایا۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر صادی علی الجلالین میں ہے۔

اِلَّا الرُّسُلُ الَّذِیْ یُطْلِعُهُمْ عَلَی الْغَیْبِ	بلاشبہ وہ رسُولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار جناب شبّیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔
"خلاصہ یہ ہُوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔" (ص ۹۵)
اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے صراحۃً ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسُولوں کو اپنا بعض علمِ غیب عطا فرماتا ہے۔

(۳) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝
اور (اللہ) نے سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔

(النساء ۱۱۳)

اس آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

يَعْنِيْ مِنْ اَحْكَامِ الشَّرْعِ وَاُمُوْرِ الدِّيْنِ وَقِيْلَ عَلَّمَكَ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ وَعَلَّمَكَ مِنْ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ وَاَطْلَعَكَ عَلٰى ضَمَائِرِ الْقُلُوْبِ وَعَلَّمَكَ مِنْ اَحْوَالِ الْمُنٰفِقِيْنَ وَكَيْدِهِمْ۔
یعنی احکام اور امورِ دین اور کہا گیا ہے کہ آپ کو سکھا دیا اس علمِ غیب میں سے جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو امورِ مخفیہ، دلوں کے راز، منافقین کے احوال اور ان کی مکاریوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔

اَیْ مِنَ الْاَحْكَامِ وَالْغَيْبِ۔
یعنی احکام اور علمِ غیب سکھا دیا۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اَیْ عِلْمَ الْغَيْبِ۔
اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے یعنی علمِ غیب۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب عطا فرمایا۔

(۴) اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝
رحمٰن نے (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ٥ (الرحمٰن ۳،۴) پیدا کیا انسان کو اور سکھایا اس کو بیان ۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے ۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ اَیْ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِيْ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ۔	اللہ نے انسان یعنی محمد علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو گا سب سکھا دیا ۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے ۔

قِيْلَ الْمُرَادُ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِيْ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ لِاَنَّهٗ يُنَبَّاُ عَنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَنْ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔	کہا گیا ہے کہ انسان سے مُراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مُراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو گا ۔ سب اللہ نے ان کو سکھا دیا ۔ کیونکہ آپ کو اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی ۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر حسینی میں ہے ۔

آں علم ما کان وما یکون ہست کہ حق سبحانہ در شب اسریٰ بہ انحضرت عطا فرمود ۔	کہ وُہ علم ما کان وما یکون ہے یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو گا اللہ سبحانہٗ نے معراج کی رات آپ کو عطا فرما دیا ہے ۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے ۔

وَقِيْلَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ وَالْمُرَادُ بِالْبَيَانِ عِلْمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ ۔	اور کہا گیا ہے کہ وُہ انسانِ کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مُراد وُہ علم ہے جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہو گا وُہ ان کو سکھا دیا گیا ہے ۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہو گا اللہ تعالیٰ نے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا ۔

(۵) عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى	جاننے والا ہے غیب کا، تو وُہ اپنے غیب پر

غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (الجن ۲۷)

کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسُولوں کے۔

اس آئہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن اور تفسیر بغوی میں ہے۔

يَعْنِيْ اِلَّا مَنْ يَّصْطَفِيْهِ لِرِسَالَتِهٖ وَنُبُوَّتِهٖ فَيُظْهِرُهٗ عَلٰى مَا يَشَآءُ مِنَ الْغَيْبِ حَتّٰى يُسْتَدَلَّ عَلٰى نُبُوَّتِهٖ مِمَّا يُخْبِرُ بِهٖ مِنَ الْمُغَيَّبَاتِ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ مُعْجِزَةً لَّهٗ۔

یعنی جس کو اپنی نبوّت و رسالت کے لئے چن لیتا ہے تو اس پر جتنا چاہتا ہے غیب ظاہر فرماتا ہے تاکہ اس کا غیبی خبریں دینا اس کی نبوّت کی دلیل ہو جائے پس یہ (علمِ غیب) نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

اسی آئہ کریمہ کے تحت تفسیر رُوح البیان میں ہے۔

اَنَّهٗ تَعَالٰى لَا يُطْلِعُ عَلَى الْغَيْبِ الَّذِيْ يَخْتَصُّ بِهٖ تَعَالٰى عِلْمُهٗ اِلَّا لِمُرْتَضَى الَّذِيْ يَكُوْنُ رَسُوْلًا وَمَا لَا يَخْتَصُّ بِهٖ يُطْلِعُ عَلَيْهِ غَيْرَ الرَّسُوْلِ۔

کہ اللہ تعالٰی اس علم غیب پر جو اس کے ساتھ مختص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے برگزیدہ رسُول کے اور جو غیب اس کے ساتھ خاص نہیں ہے اس پر غیر رسُول (اولیاء) کو بھی مطلع فردیتا ہے۔

اسی آئہ کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے۔

اَیْ اِلَّا رَسُوْلًا ارْتَضَاهُ لِاِظْهَارِهٖ عَلٰى بَعْضِ غُيُوْبِهٖ فَاِنَّهٗ يُظْهِرُهٗ عَلٰى مَا يَشَآءُ مِنْ غَيْبِهٖ۔

یعنی جس رسُول کو برگزیدہ کرلیتا ہے تو اس پر اپنے غیبوں سے جس قدر چاہتا ہے اظہار فرماتا ہے۔

اسی آئہ کریمہ کے تحت تفسیر عزیزی میں ہے۔

انچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقتِ آمدنِ قیامت و احکام تکوینیہ و شرعیہ باری تعالٰی در ہر روز و

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور باری تعالٰی کے تکوینی و تشریعی احکام جو ہر

هر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل ایں قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامند فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچ کس را مگر کسے را کہ پسند می کند و آں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماید۔

روز و ہر شریعت میں جاری ہیں اور جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے تفصیلی حقائق اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس وُہ اپنے اس خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے جس کو پسند کرلے، اور وُہ رسُول ہوتا ہے خواہ جنسِ ملائکہ سے ہو اور خواہ جنسِ بشر سے جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر اس پر اپنے خاص غیبوں سے بعضے غیوب اظہار فرماتا ہے۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسُولوں کو اپنا خاص علمِ غیب عطا فرماتا ہے۔

(۶) وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ۔ (التکویر - ۲۴)

اور یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

یَقُوۡلُ اِنَّهٗ یَاۡتِیۡهِ عِلۡمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یَبۡخَلُ بِهٖ عَلَیۡکُمۡ بَلۡ یُعَلِّمُکُمۡ وَ یُخۡبِرُکُمۡ وَلَا یَکۡتُمُهٗ۔

اللہ فرماتا ہے کہ میرے نبی کے پاس علمِ غیب آتا ہے تو وُہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمھیں سکھاتے اور خبریں دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے نہیں۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

یَقُوۡلُ اِنَّهٗ یَاۡتِیۡهِ عِلۡمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یَبۡخَلُ بِهٖ عَلَیۡکُمۡ بَلۡ یُعَلِّمُکُمۡ وَ یُخۡبِرُکُمۡ بِهٖ۔

اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وُہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے اور تمھیں اس کی خبر دیتے ہیں۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر بغوی میں ہے۔

يَقُوْلُ اِنَّهٗ يَاْتِيْهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَبْخَلُ بِهٖ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمْ وَيُخْبِرُكُمْ بِهٖ۔

اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علمِ غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتلانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمھیں سکھاتے اور خبر دیتے ہیں۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار جناب شبّیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

"یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنّت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے تبلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اُجرت مانگتا ہے پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔"

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علمِ غیب جانتے ہیں اور اس کے بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ اپنے غلاموں کو بھی سکھاتے اور بتاتے ہیں۔

(۷) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (النحل۔ ۸۹)

اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(۸) مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (انعام ۳۸)

ہم نے اس کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی۔

(۹) مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ (یوسف ۱۱۱)

یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے

ان تین آیتوں سے ثابت ہُوا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور وُہ بھی تفصیلی اسی لئے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ اِلَّا هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ۔

کہ تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔

(الاتقان ۱۲۶/۲)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن اور تفصیلی بیان ہے تو مذہب اہل سنت وجماعت میں شئے ہر موجود کو کہتے ہیں اور موجودات میں مکتوبات قلم و مکنونات لوحِ

محفوظ بھی داخل ہیں تو قرآنِ عظیم کا تبیان علوم لوح وقلم کو بھی شامل ہُوا، اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھیے کہ لوحِ محفوظ میں کیا ہے قرآن فرماتا ہے۔

(۱۰) كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (القمر ۵۳) ہر چھوٹی اور بڑی چیز لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے

(۱۱) لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (الانعام ۵۹)
کوئی دانہ ایسا نہیں جو زمین کی اندھیریوں میں ہو اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وُہ لوحِ محفوظ میں ہے۔

(۱۲) وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (یونس ۶۱)
اور ذرہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوحِ محفوظ میں نہ ہو۔

(۱۳) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○ (یٰس ۱۲)
اور ہم نے ہر شے کو لوحِ محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

ان چار آیتوں سے ثابت ہُوا کہ روزِ اوّل سے روزِ آخر تک جو کچھ ہُوا اور جو کچھ ہو گا، تمام لوحِ محفوظ میں لکھا ہے اس کا روشن اور تفصیلی بیان قرآنِ پاک میں ہے اور جو کچھ قرآنِ پاک میں ہے اس کا کامل علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تو بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان ومایکون کے عالم ہُوئے۔

بعض کم فہم لوگ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ میں کلام کرتے ہُوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں، کہ کل شیٔ سے مراد بعض چیزیں ہیں اور دلیل میں ہُدہُد کا قول وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ بلقیس کو ہر چیز کہاں دی گئی تھی۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا اس وقت وجود بھی نہیں تھا بعد میں ایجاد ہُوئیں لہٰذا ثابت ہُوا کہ کُل شیٔ سے بھی بعض مُراد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی بعض مُراد ہے۔

ایسے لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تدبر سے کام نہیں لیتے اور آیاتِ الٰہی کا مفہوم غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ان کو اس میں غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہُدہُد کا یہ قول نقل فرمایا ہے؟ خود اس نے یہ خبر نہیں دی ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہُدہُد نے آکر حضرت سلیمان

علیہ السلام کو خبر دی۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ۝ (النمل ۲۳)

میں نے ایک عورت کو پایا جو لوگوں پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا عرش (تخت) عظیم ہے۔

کسی ایک پرندہ کا اپنی سمجھ و استعداد کے مطابق کل شیٔ کہنا اور کجا اللہ تعالےٰ کا کل شیٔ فرمانا کیا ایک برابر ہے ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ؟

ملکۂ بلقیس کا مال و متاع ملک و سلطنت کی تمام چیزیں ہُدہُد کا کُل شیٔ ہے، اللہ تعالیٰ کا کُل شیٔ نہیں، اس میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ہُدہُد کے عرشِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم میں ہے۔ ملکۂ بلقیس کا اسّی گز یا ستّر گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تخت ہُدہُد کے نزدیک عرشِ عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرشِ عظیم وُہ ہے جس کی عظمت و وسعت کا اندازہ اس عبارت سے کیجئے۔

عرش کا عظیم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو حصّہ سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذراسی جگہ میں موجود ہے۔ پس آسمان کتنا بڑا ہُوا پھر دُوسرا اس سے بڑا اور تیسرا اس سے وعلیٰ ہٰذا القیاس ساتواں کسقدر بڑا ہوگا۔ اور سب آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے۔ اس سے عرش کا اندازہ کرلیا جائے اہلِ رصد جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں، مرکزِ عالم سے اس کے مقعر تک حسبِ نقل رُوح المعانی تین کروڑ پینتیس لاکھ چوبیس ہزار چھ سو نو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور فرسنگ تین کوس کا ہوتا ہے، تو فاصلہ مذکور دس کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو ستائیس کوس کا ہُوا۔ یہ اس دائرہ سطح مقعر کا نصف قطر ہُوا۔ اس سے سطح مقعر کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیئے اور محدب تک کا فاصلہ اہلِ رصد کو معلوم نہیں ہُوا حالانکہ اہلِ ہیئت یہ ثابت

نہیں کر سکے کہ فلک الافلاک سے اُوپر کچھ نہیں اور روایات سے یہ ثابت ہے کہ عرش سے اوپر کوئی جسم نہیں پس اگر فلک الافلاک عرش کے علاوہ کوئی چیز ہے تو عرش اس سے بھی اوپر ہو گا۔ تو اس کی عظمت کا کیا حساب ہو سکتا ہے۔ (بیان القرآن۔ زیر آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم)

ثابت ہُوا کہ جس طرح ہُدہُد کے عرشِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرشِ عظیم میں بے انتہا فرق ہے اسی طرح ہُدہُد کے کل شئ اور اللہ تعالیٰ کے کل شئ میں فرق ہے۔ حسبِ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ کے کل شئ کا جلوہ دیکھئے۔ فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝	البقرہ ۲۰	۱۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝	فصلت ۵۴	۲۔ خبردار بلاشبہ وُہ ہر شے کو محیط ہے۔
وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝	الحدید ۳	۳۔ اور وُہ ہر شے کو جانتا ہے۔
وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ	الانعام ۱۶۴	۴۔ وُہ ہر شے کا رب ہے۔
اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ	الزمر ۶۲	۵۔ اللہ ہر شے کا خالق ہے۔
وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا	الطلاق ۱۲	۶۔ اور بے شک اللہ کا علم ہر شے کو محیط ہے۔
فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ	یس۔ ۸۳	۷۔ پاک ہے وُہ ذات جس کے دستِ قدرت میں ہر شے کا قبضہ ہے۔ تِلْكَ سَبْعَةٌ كَامِلَةٌ

اب اللہ تعالیٰ کے "کل شئ" میں غور فرمائیے اور بعض کا مفہوم لیتے ہُوئے بتائیے کہ وُہ کون سی شے ہے جس کا وُہ خالق، جس کو وُہ محیط، جس کا اس کو علم، جس پر اس کو قدرت، اور جس کا وُہ رب نہیں ہے؟[1]

جب ان آیات میں کُل شئ سے مُراد کل شئ ہی ہے، بعض نہیں۔ تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ سے مُراد بھی کل شئ ہی ہے بعض نہیں۔ جب قرآن میں کل شئ کا روشن بیان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے اکمل عالم تو بلاشبہ کل شئ کے عالم ہوئے۔

---

[1] اباجان قبلہ علیہ الرحمۃ نے سات آیات کے حوالے پیش کیے یہ فقیر تین آیات مزید پیش کر رہا ہے تاکہ قرآنی الفاظ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ کا ظہور ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (الحج ۱۷) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ (ہود ۱۲) وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ (سبا ۲۱) اور وہ کون سی شے ہے جس کا وہ گواہ، وکیل اور حفیظ نہیں ہے؟ (کوکب غفرلہ)

رہا بعض مفسّرین کا بعض علمِ غیب فرمانا تو وُہ اللہ تعالیٰ کے علمِ غیب کا بعض ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا بعض علمِ غیب عطا فرمایا۔ منکرین و مخالفین والا بعض نہیں، ان کا تو بعض نہیں بلکہ بعض ہے جس کا بیان ابھی چند سطور کے بعد آئے گا۔ اللہ تعالےٰ کا بعض کل شیٔ اور تمام مخلوقات کے علم سے بھی بہت بڑا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کے سامنے ایک چڑیا نے دریا میں سے اپنی چونچ بھری تو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السّلام سے کہا کہ میرا، تمہارا اور تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اتنا ہی ہے جتنا کہ دریا کے پانی کے سامنے اس چڑیا کی چونچ میں پانی ہے۔

اسی لئے علمائے عظام نے کل شیٔ کو بھی لا متناہی قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم تو غیر متناہی بے حد وحساب ہے۔

اب ذرا لگے ہاتھ مخالفین و منکرین کا بھی بعض علمِ غیب ملاحظہ فرما لیجئے۔ چنانچہ ایک شخص جناب اشرف علی تھانوی سے پوچھتا ہے کہ "زید کہتا ہے کہ علمِ غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات اس معنی کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا اور بواسطہ اس معنی کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے، زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟" بلفظہ۔

اس کے جواب میں تھانوی صاحب اپنے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔ بلفظہ۔

اگرچہ اس ناپاک عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے لیکن پھر بھی مختصر سی تشریح کر دی جاتی ہے تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ خط کشیدہ الفاظ تھانوی صاحب کے ہیں۔

فرماتے ہیں۔

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟

اس میں تھانوی صاحب نے علمِ غیب کی دو قسمیں کی ہیں کل علم غیب اور بعض علمِ غیب پہلی قسم کل علم غیب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہونا عقلاً و نقلاً باطل ٹھہرایا، چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں اگر تمام علوم غیب مُراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے، اب رہ گئی دُوسری قسم یعنی بعض علمِ غیب تو اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ اس کو اُنھوں نے تسلیم تو کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ایسا علمِ غیب جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو زید وعمرو یعنی عام آدمیوں کو بلکہ ہر صبی و مجنون یعنی تمام نابالغ بچوں اور تمام پاگلوں کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم یعنی تمام حیوانوں اور تمام چارپاؤں کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ یعنی چونکہ ہر شخص کو کسی پوشیدہ چیز کا علم ہوتا ہے لہٰذا اس کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو گیا، تو جس طرح زید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ سب کے متعلق یہی عقیدہ رکھے اور سب کو عالم الغیب کہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسی عبارت پر اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر کا فتویٰ دیا اور عرب و عجم کے علمائے اہلسنّت نے اس فتوے کی تصدیق کی [1] اسی وجہ سے یہ لوگ ان کو اور ان کے معتقدین کو ہر ممکن نقصان پہنچانے

---

[1] دیکھئے کتاب حسام الحرمین الشریفین والصوارم الهندیہ

اور بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے کاش یہ لوگ حضور سیّد الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حبیب کبریا باعث ارض و سماء ، عالم ما کان و ما یکون حضرت احمد مجتبیٰ ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کو سامنے رکھ کر تھانوی صاحب کے ان الفاظ میں غور کرتے "اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

بلاشبہ اس ناپاک عبارت میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے اور آپ کی توہین صریح کفر ہے۔

جناب تھانوی صاحب کے معتقدین کہتے ہیں کہ "یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں ہے، تم سمجھے نہیں ہو، وُہ تو حکیم الامت تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات ہے وغیرہ وغیرہ" یعنی یہ جواب ہو گیا۔

ان لوگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ اگر واقعی تمہارے نزدیک یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں ہے تو از راہِ کرم عبارات ذیل پر نہایت ٹھنڈے دِل سے غور کریں۔

> پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے یا کُل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے۔
>
> پھر یہ کہ کسی بہت بڑے دیوبندی عالم کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مُراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علوم مُراد ہیں تو اس میں اس دیوبندی عالم کی ہی کیا

تخصیص ہے۔ ایسا علم تو ہر گدھے ہر کتّے ہر سؤر اور ہر اُلّو کو بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ کسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ذات پر حکومت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حکومت سے مُراد بعض حصص زمین پر حکومت ہے یا کل زمین پر۔ اگر بعض پر حکومت مُراد ہے تو اس میں مجسٹریٹ صاحب ہی کی کیا تخصیص ہے ایسی حکومت تو ہر چوہے کو اپنے سوراخ پر، ہر لومڑی کو اپنے بھٹ پر بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔

تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ ان عبارات میں اس بہت بڑے عالم اور مجسٹریٹ صاحب کی توہین ہے یا نہیں، اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی صاحب کی اسی قسم کی عبارات میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے یا نہیں، اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو ازراہِ کرم ان عبارات پر پانچ مستند غیر جانبدار منصف مزاج علماء کرام اور پانچ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحبان کے دستخط کروا دیں اور وُہ لکھ دیں کہ اِن عبارات میں بہت بڑے عالم صاحب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی کوئی توہین نہیں ہے، حقیقت واضح ہو جائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

قارئین حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے اِلتماس ہے کہ ہمیں جناب تھانوی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت و عناد نہیں ہے چونکہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کا مسئلہ تھا لہٰذا یہ چند سطور لکھ دیں، آپؐ کی توقیر ہم پر واجب ہے اور ہمارے نام اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وُہ ایمان پر کفر کو

، تھانوی صاحب کی اس عبارت پر مزید تحقیق کے لئے میری کتاب "حقائق" ملاحظہ ہو۔ کوکب غفرلہ)

عَلَى الْإِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (التوبہ ۲۳)

پسند کریں اور تم میں سے جو ان سے دوستی کریں گے وُہ ظالم ہوں گے۔

(دوسرے مقام پر فرمایا)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(المجادلہ ۲۲)

تُو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ ان کے دل میں اللہ و رسُول کی محبت آنے پائے جنھوں نے اللہ و رسُول کی مخالفت کی چاہے وُہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وُہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی رُوح سے ان کی مدد فرمائی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے وُہ ان میں اللہ ان سے راضی اور وُہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں سُن لو بلاشبہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے صراحۃً ثابت ہُوا کہ مومن ان لوگوں سے کبھی دوستی نہ کرے گا جو ایمان پر کفر پسند کریں اور اللہ و رسُول کی جناب میں گستاخیاں کریں یا ان کی مخالفت کریں، خواہ وُہ کتنے ہی قریبی یا عزیز یا محبوب کیوں نہ ہوں اور پھر اگر ان کی گستاخی، ان کے کفر پر مطلع ہو کر بھی ان سے محبت یا دل میں ان کی عظمت رکھے تو وُہ مسلمان نہیں بلکہ ظالم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۔

اور ہم نے اس (خضر) کو اپنا علم لدنی عطا کیا۔

(الکہف ۶۵)

اس آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر ابنِ جریر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا۔

كَانَ رَجُلًا يَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ کہ وُہ مرد (خضر علیہ السلام) غیب جانتے تھے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے۔

وَهُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ۔ (وُہ علم لدنی جو اللہ نے ان کو سکھایا) وُہ علم غیب ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر رُوح البیان میں ہے۔

هُوَ عِلْمُ الْغُيُوْبِ۔ وُہ علمِ لدنی غیبوں کا علم ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

اَیْ عِلْمُ الْبَاطِنِ اِلْهَامًا۔ یعنی وُہ علمِ باطن ہے جو الہام کیا گیا۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر مدارک علی الخازن میں ہے۔

يَعْنِي الْاَخْبَارَ بِالْغُيُوْبِ۔ یعنی ان کو غیب کی خبریں عطا فرمائی گئی ہیں۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علمِ غیب عطا فرمایا تھا۔ ان آیات اور تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار علومِ غیبیہ عطا فرمائے، آپ کا سینۂ اقدس علومِ غیبیہ کا خزینہ تھا۔

رہیں وُہ آیاتِ مبارکہ جن سے علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے مثلاً

لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔

کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(النمل ۶۵ - انعام - ۵۹)

ان سے بالذات علمِ غیب یعنی ذاتی طور پر بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے جاننا مُراد ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی غیب نہیں جان سکتا۔

جو شخص کسی غیر خدا کے لئے بالذات علمِ غیب مانے وہ کافر ہے۔

اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو چند خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً بعض آیات سے علمِ غیب کا اثبات اور بعض سے نفی ثابت ہوتی ہے اگر آیاتِ نفی پر ایمان لاکر آیات اثبات کا انکار کیا جائے تو یہ کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ۔

تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض حصے پر ایمان لاتے اور بعض سے کفر کرتے ہو تو جو تم میں سے ایسا کرے اس کی کیا سزا ہے سوا اس کے کہ دُنیا میں رُسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(البقرہ ۸۵)

اور اگر آیاتِ نفی و اثبات پر ایمان لاکر ذاتی علم اور عطائی علم کی تفریق نہ کی جائے بلکہ ایک ہی قسم کا علمِ غیب مانا جائے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے اور قرآن میں تناقض محال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ (النساء ۸۲)

اگر یہ کتاب غیر خدا کی ہوتی تو اس میں ضرور اختلاف پاتے۔

حق یہی ہے کہ آیاتِ نفی و اثبات دونوں پر ایمان لایا جائے اور تطبیق یوں دی جائے کہ نفی بھی حق اور اثبات بھی حق۔ نفی ہے علمِ غیب ذاتی کی یعنی بغیر عطائے الٰہی کوئی نہیں جانتا اور اثبات ہے علمِ غیب عطائی کا کہ اللہ کی عطا سے اس کے حبیبِ لبیب حضرت احمدِ مجتبٰے، محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم علمِ غیب جانتے تھے۔ لہٰذا جو علمِ غیب عطائی کا منکر ہو وہ بوجہ انکارِ آیات قطعاً کافر ہے کیونکہ مومن کسی آیۂ کریمہ کا انکار نہیں کرتا بلکہ سارے قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔

احادیثِ مُبارکہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی؟ قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَتَلَا وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔

(مشکوٰۃ ص۶۹)

میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا۔ رب نے فرمایا (اے محمد) ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا! تو ہی خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا، پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کے وصُولِ فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہوگیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور حضور نے اس کے حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وُہ ہو جائے یقین کرنے والوں میں سے۔

حضرت ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَھَا کَمَا یُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّۃِ الْمِعْرَاجِ وَالْاَرْضِ ھِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السمٰوٰت سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مُراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وُہ تمام چیزیں جو ساتوں

اَیْ وَجَمِیْعُ مَا فِی الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا كَمَا اَفَادَهٗ اِخْبَارُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الثَّوْرِ وَالْحُوْتِ الَّذِيْنِ عَلَيْهِمَا الْاَرَضُوْنَ كُلُّهَا يَعْنِىْ اِنَّ اللّٰهَ اَرٰى اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكُشِفَتْ لَهٗ ذَالِكَ وَ فُتِحَ عَلَىَّ اَبْوَابُ الْغُيُوْبِ۔

زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں وُہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوگئیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ثور وحوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور ان کو ان کے لئے کشف فرما دیا اور فرمایا حضور علیہ السّلام نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

۱۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
پس دانستم ہرچہ در آسمانہا وہرچہ در زمین بود عبارت است از حصول علوم جزوی وکلی واحاطہ آں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۳)

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ اَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر سب مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بُھلا دیا جس نے بُھلا دیا۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۶)

۳۔ حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ (مسلم شریف صفحہ ۳۹۰/۲)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دے دی جو ہو چکی اور جو (قیامت تک) ہونے والی تھی ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔ (مسلم شریف صفحہ ۳۹۰/۲)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب بیان کر دیا۔ جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

۵۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ اِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرند ایسا نہیں جو اپنے بازو کو ہلائے مگر آپ نے ہم سے اس کا بھی ذکر فرما دیا۔

(مسند احمد، طبرانی)

۶۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهُ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ

کہ نہیں چھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فتنہ چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک کہ جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہمیں اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام بھی بتا دیا۔ (مشکوۃ ص ۴۶۳)

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں میں سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے اسے تلاش کیا یہاں تک کہ اس سے وُہ بکری چھین لی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وُہ بھیڑیا اپنے مخصوص انداز میں ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا اور اس نے اپنی دُم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لی اور کہنے لگا کہ (اے چرواہے) تو نے مجھ سے ایسے رزق کے چھین لینے کا قصد کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَااللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ كَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَّتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ یَهُوْدِیًّا فَجَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(مشکوٰۃ ص۵۴۱)

چرواہا بولا خدا کی قسم آج کی طرح عجیب حال میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ عجیب حال اس مقدس انسان کا ہے جو کھجوروں کے علاقے میں دو پہاڑوں کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں تمھیں ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہونے والی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وُہ آدمی یہودی تھا وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا اور آپ کی خدمت میں اس نے یہ واقعہ پیش کیا اور مسلمان ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

سبحان اللہ! یہودی لوگ تو بھیڑیوں کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب ماکان ومایکون کا بیان سُن کر ایمان لے آئیں اور اس زمانہ کے مسلمان کہلانے والے قرآن و حدیث کے دلائل سُن کر بھی علمِ غیب کو نہ مانیں تو کس قدر افسوس ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

یُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ سَبَقَ مِنْ خَبَرٍ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں اگلوں کی گزری

الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ اَیْ مِنْ نَبَاِ الْاٰخِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِیْنَ فِی الْعُقْبٰی۔

ہوئی خبریں اور تمہارے بعد دُنیا و آخرت میں ہونے والی سب کی سب خبریں دیتے ہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

۸۔ علامہ خازنؒ تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ اُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَ مَنْ یَّكْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِیْنَ قَالُوْا اسْتِهْزَآءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ یَّكْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ یُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا یَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّاْتُكُمْ بِهٖ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری تمام امّت اپنی اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کُفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو اُنھوں نے استہزاء کیا اور کہنے لگے محمّد کا یہ گمان ہے کہ وُہ ان لوگوں کے کفر و ایمان کی بھی خبر رکھتا ہے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہُوئے اور ہم تو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور وُہ ہمیں پہچانتا بھی نہیں ہے یہ بات حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضور منبرِ اطہر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنہ کرتی ہیں، اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق جو بھی تم مجھ سے پوچھو گے میں تمھیں اس کی خبر دوں گا۔ (تفسیر خازن صفحہ ۳۰۵)

۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ

خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں

اِلَا اَخْبَرْتُکُمْ بِہٖ مَا دُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا ۔ پوچھوگے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی خبر دیں گے ۔ (بخاری ص۱ ، مسلم ص۲۶۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا پوچھو ، پوچھو ! بعضوں نے چند سوالات کیئے ۔ حضور نے جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت جوش میں تھے ۔ چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے ۔ حضرت عمر فاروق گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا ۔ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) نبیا و رَسُوْلًا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے ۔

ان احادیث کے الفاظ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ سے ثابت ہُوا کہ کوئی شے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے خارج نہیں کیونکہ شے نکرہ ہے اور نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ کتبِ اصُول میں مبرہن ہے ۔

ان صحیح احادیث سے صراحۃً ثابت ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ابتداء سے لے کر دخولِ جنّت و نار تک کا سارا تفصیلی علم حاصل تھا ۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس کا پورا علم نہیں بلکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ایک تھوڑا سا حصّہ ہے ۔ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدۂ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسُول اللہ بے شک دُنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں اور لوحِ محفوظ اور قلم کا علم آپ کے علوم میں سے ایک علم ہے ۔ (قصیدہ بردہ شریف)

اسی شعر کے تحت امام ملّا علی قاری شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں ۔

وَعِلْمُھَا یَکُوْنُ نَھْرًا مِّنْ بُحُوْرِ عِلْمِہٖ وَحَرْفًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِہٖ ۔ اور لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دریاؤں میں سے ایک نہر اور آپ کے علم کی سطروں میں سے ایک حرف ہے ۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ فتوحاتِ احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

وَسِعَ عِلْمُهٗ عُلُوْمَ الْعٰلَمِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلٰٓئِكَةِ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَطْلَعَهٗ عَلَى الْعَالَمِ كُلِّهٖ فَعَلِمَ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ۔	اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام جہانوں جن وانس اور ملائکہ کے علوم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر مطلع فرمایا اور اگلوں پچھلوں کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب سکھا دیا۔

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَآءِ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ طَلَبُوْا وَاَخَذُوا الْعِلْمَ مِنْ عِلْمِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الَّذِىْ كَالْبَحْرِ فِى السَّعَةِ وَالْكَرَمِ الَّذِىْ هُوَ كَالدِّيْمِ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُفِيْضٌ وَّهُمْ مُّسْتَفَاضُوْنَ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى خَلَقَ ابْتِدَاءً رُوْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَوَضَعَ عُلُوْمَ الْاَنْبِيَآءِ وَعِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ثُمَّ خَلَقَهُمْ فَاَخَذُوْا عُلُوْمَهُمْ مِّنْهُ ۔	بلاشبہ تمام انبیائے کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کرم میں سے جو تیز بارش کی طرح ہے مانگا اور لیا کیونکہ آپ فیض دینے والے اور تمام انبیائے کرام فیض لینے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی رُوح کو پیدا فرمایا اور اس میں تمام انبیاء اور ماکان و مایکون کے علوم رکھے پھر ان رسُولوں کو پیدا فرمایا تو انھوں نے اپنے علوم آپ سے لئے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَدِ اشْتَهَرَ وَانْتَشَرَ اَمْرُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ بِالْاِطِّلَاعِ عَلَى الْغُيُوْبِ ۔	بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں یہ مشہور و معروف تھا کہ آپ کو غیبوں پر اطلاع ہے۔

(زرقانی علی المواہب ص۲۵۵)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ وَاتَّفَقَتْ مَعَانِيْهَا عَلَى اطِّلَاعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اور بلاشبہ متواتر احادیث اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب

وَسَلَّمَ عَلَى الْغَيْبِ۔ پر اطلاع ہے۔

(زرقانی علی المواہب ص۱۹۸)

علامہ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اَعْلَمَہُ اللّٰہُ بِجَمِیْعِ الْمُغَیَّبَاتِ الَّتِیْ تَحْصُلُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَھُوَ یَعْلَمُھَا کَمَا ھِیَ عَیْنُ یَقِیْنٍ۔ (ص۱۰۴)

جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جمیع غیوب جو دُنیا و آخرت میں ثابت ہونے والے تھے سکھا دیئے آپ ان کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ وہ ہیں بہ عین یقین۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر علم غیب کہ مخصوص باوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع می بخشد۔

جو علمِ غیب اللہ سبحانہ کے ساتھ خاص ہے اس پر اللہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرما دیتا ہے

(مکتوبات شریف ص۳۱)

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و وے صلی اللہ علیہ وسلم داناست بہ ہمہ چیز از شیونات و احکامِ الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اوّل و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اتمہا و اکملہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں آپ نے اللہ کی شانوں اور اس کے احکام اور اس کی صفات اور اس کے اسماء و افعال و آثار اور جمیع علوم اوّل و آخر ظاہر و باطن کا احاطہ فرما لیا ہے اور "وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ" کے مصداق ہوئے۔ آپ پر افضل صلوٰت اور اکمل و اتم تحیات ہوں۔

(مدارج النبوۃ ص۳)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَطْلَعَہٗ عَلَی الْعَالَمِ فَعَلِمَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَمَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ۔

اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام عالم پر مطلع فرمایا تو آپ نے اولین و آخرین کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا سب جان لیا۔

(شرح ام القراء خالص الاعتقاد صـ۳)

علامہ شنوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَدْ وَرَدَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یُخْرِجِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَطْلَعَہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ۔

بلاشبہ وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرما دیا۔

(جمع النہایہ خالص الاعتقاد صـ۵)

علومِ خمسہ قیامت کب آئے گی۔ مینہ کب، کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ کل کیا ہوگا اور فلاں کہاں مرے گا۔ ان پانچوں علوم کے متعلق علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْحَقُّ اَنَّہٗ لَمْ یَخْرُجْ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اَطْلَعَہٗ عَلٰی تِلْکَ الْخَمْسِ وَلٰکِنَّہٗ اُمِرَ بِکَتْمِہَا۔

حق یہ ہے کہ بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ ان پانچوں علوم پر بھی آپ کو مطلع کیا گیا لیکن ان کے چھپانے کا حکم ہوا۔

(تفسیر صاوی صـ۲۴۴/۳)

علامہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ ہٰذِہِ الْخَمْسَۃِ وَاِنْ کَانَ لَا یَمْلِکُہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَلٰکِنْ یَجُوْزُ اَنْ یُّعَلِّمَہَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ مُّحِبِّیْہِ وَاَوْلِیَائِہٖ بِقَرِیْنَۃِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ عَلٰی

اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پانچوں علوم کا اگرچہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ اپنے محبوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے سکھا دے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا اور خبر دینے والا ہے

اَنْ یَکُوْنَ الْخَبِیْرُ بِمَعْنَی الْمُخْبِرِ۔ اور خبیر بمعنی مخبر ہے۔

(تفسیراتِ احمدیہ ص۳۹۷)

سیّدی امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَاُوْتِیَ عِلْمَ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی الرُّوْحِ وَ الْخَمْسِ الَّتِیْ فِیْ اٰیَۃِ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل شئ کا علم دیا گیا ہے حتّٰی کہ رُوح اور ان پانچ غیبوں کا بھی جن کا بیان آیۃ "انّ اللہ عندہٗ علم الساعۃ" میں ہے۔

(کشف الغمہ ص۲/۵۷)

حافظ الحدیث سیّدی احمد مالکی غوث الزمان سیّد شریف عبدالعزیز حسنی رحمۃ اللہ علیہما سے راوی ہیں۔

ھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ مِّنَ الْخَمْسِ الْمَذْکُوْرَۃِ فِی الْاٰیَۃِ الشَّرِیْفَۃِ وَکَیْفَ یَخْفٰی عَلَیْہِ ذٰلِکَ وَالْاَقْطَابُ السَّبْعَۃُ الشَّرِیْفَۃُ یَعْلَمُوْنَھَا وَھُمْ دُوْنَ الْغَوْثِ فَکَیْفَ بِالْغَوْثِ فَکَیْفَ بِسَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ الَّذِیْ ھُوَ سَبَبُ کُلِّ شَیْءٍ وَّمِنْہُ کُلُّ شَیْءٍ۔

یہ پانچوں غیب جو آیۂ شریفہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور یہ کیونکر مخفی رہیں جبکہ آپ کی امت کے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں حالانکہ اُن کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جو اوّلین و آخرین کے سردار اور ہر چیز کے سبب اور ہر شے انھیں سے ہے۔

علامہ ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بُردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لَمْ یَخْرُجْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بَعْدَ اَنْ اَعْلَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھٰذِہِ الْاُمُوْرِ اَیِ الْخَمْسَۃِ (ص۹۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچوں غیبوں کا علم بھی دے دیا

حافظ الحدیث علامہ احمد سلجماسی فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے شیخ غوثِ زماں حضرت سیّدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

اَنَّ عُلَمَآءَ الظَّاهِرِيْنَ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَغَيْرِهِمْ اِخْتَلَفُوْا فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ھَلْ کَانَ یَعْلَمُ الْخَمْسَ فَقَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَیْفَ یَخْفٰی اَمْرُ الْخَمْسِ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَھْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّتِہِ الشَّرِیْفَۃِ لَایُمْکِنُہُ التَّصَرُّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَۃِ ھٰذَا الْخَمْسِ۔

کہ علماء ظاہر محدثین وغیرہ مسئلہ علوم خمسہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا دُوسرا انکار کرتا ہے اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا رضی اللہ عنہ نے حضور سے یہ غیب کیونکر مخفی رہ سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امتِ شریفہ میں جو اولیائے کرام اہلِ تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف کرتے ہیں) وُہ تصرف نہیں کرسکتے جبتک ان پانچوں غیوب کو نہ جان لیں۔

(الابریز شریف صـ۲۸۳)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ العزیز دفتر ثالث مثنوی شریف میں موزہ وعقاب کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود　　دل دراں لحظہ بحق مشغول بود

اگرچہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا مگر اس وقت میرا قلب مبارک مشاہدۂ جمال حق میں مستغرق و مشغول تھا۔

امام ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوعبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

نَعْتَقِدُ اَنَّ الْعَبْدَ یَنْتَقِلُ فِی الْاَحْوَالِ حَتّٰی یُصِیْرَ اِلٰی نَعْتِ الرُّوْحَانِیَّۃِ فَیَعْلَمُ الْغَیْبَ۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پاکر جب صفت روحانی تک پہنچتا ہے تو اسے علم غیب حاصل ہوجاتا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَاضَ عَلَیَّ مِنْ جَنَابِہِ الْمُقَدَّسِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفِیَّۃَ تَرَقِّی

یعنی مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے فائض ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ سے

اَلْعَبْدُ مِنْ حَيِّزِهٖ اِلٰى حَيِّزِ الْقُدُسِ فَتَجَلّٰى لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ كَمَا اَخْبَرَ عَنْ هٰذَا الْمَشْهَدِ فِيْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ الْمَنَامِيِّ۔

مقام قدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے اس پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ واقعۂ معراج میں آپ نے اس مقام سے خبر دی۔

(فیوض الحرمین ص۵۹)

یہی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

اَلْعَارِفُ يَنْجَذِبُ اِلٰى حَيِّزِ الْحَقِّ فَيَصِيْرُ عِنْدَ اللّٰهِ فَيَتَجَلّٰى لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ

عارف مقام حق تک کھنچ کر بارگاہ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے

(فیوض الحرمین ص۶۱)

انہی شاہ صاحب نے ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وُہ تمام نشأۂ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے پھر لکھا کہ یہ استیلاء انبیاء علیہم السلام میں تو ظاہر ہے۔

وَاَمَّا فِيْ غَيْرِهِمْ فَمَنَاصِبُ وِرَاثَةِ الْاَنْبِيَاءِ كَالْمُجَدِّدِيَّةِ وَالْقُطْبِيَّةِ وَظُهُوْرِ اٰثَارِهَا وَاَحْكَامِهَا وَالْبُلُوْغِ اِلٰى حَقِيْقَةِ كُلِّ عِلْمٍ وَّحَالٍ۔

رہے غیر انبیاء ان میں وراثتِ انبیاء کے منصب ہیں جیسے مجدد ہونا، قطب ہونا اور ہر علم و حال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

(فیوض الحرمین ص۹۳)

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت آنکھوں کے بیان اور ایک اسی سینۂ اقدس کے بیان میں گزر چکی ہے جس میں انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق لکھا اور اعتراف کیا ہے۔ یہ تیسری عبارت اولیاء کرام کی شان میں ہے فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ بمطالعہ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است۔

یعنی لوحِ محفوظ پر مطلع ہونا اسے دیکھنا اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

(تفسیر عزیزی سورہ جن)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علمِ حق ہے

(شمائم امدادیہ ص۱۱۵، امداد المشتاق ص۶۷)

جناب محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں۔

علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں۔ (تحذیر الناس ص۴)

یہی نانوتوی صاحب دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

جناب سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات ہر چند بشر تھے مگر خیر البشر خدا کے منظورِ نظر تھے۔ خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصّہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا منجملہ کمالاتِ علم جو اوّل درجے کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اس دعوے کے لئے دلیل کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم وہ خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا ہی کا کہا نکلا۔

(فیوض قاسمیہ ص۴۲)

جناب حسین احمد اجودھیا باشی جن کو مدنی بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں۔

علم احکام و شرائع و علمِ ذات و صفات و افعال جناب باری عزاسمہ و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ میں حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا اور نہ ہوگا اور ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوندِ اکرم عزّ اسمہٗ مرتبہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ہے کوئی مخلوق آپ کے ہم پلّہ علوم و دیگر کمالات میں نہیں۔ (الشہاب الثاقب ص۴۷)

مسئلہ علمِ غیب کے متعلق یہ مختصر سا مضمون ہدیہ ناظرین ہے، امید ہے کہ اس سے انشاء اللہ بہت کچھ مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی[۱] وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ

---

[۱] مسئلہ علمِ غیب کے متعلق اگر تفصیلی بحث درکار ہو تو اگلے صفحہ کے حاشیہ میں درج رسالوں کا مطالعہ فرمائیں

يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابو محمّد عبدالحق حقانی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس کے بیان میں فرماتے ہیں کہ،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس کو ایک رفیع الشان محل سمجھنا چاہیئے جس میں بارہ کمرے ہوں اور ہر کمرے میں ایک مجلس ہو اور مجلس کے حاکمِ اعلیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جس کی توضیح یہ ہے۔

کمرۂ اوّل

اس میں ایک عظیم الشان شہنشاہ تشریف فرما ہیں کہ رُوئے زمین کے بڑے بڑے بادشاہان عرب وعجم، روم وشام، ایران وہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ ان کے سامنے حاضر ہیں اور تدابیر مملکت قوانین جہانداری امورِ سلطنت وغیرہ ان سے دریافت کر رہے ہیں اور جو کچھ وُہ فرماتے ہیں اس کو وُہ سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، وُہ ان جملہ بادشاہوں کے بادشاہ کون ہیں۔ نبی اکرم نور مجسم حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ دوم

اس میں ایک عظیم القدر جلیل الشان حکیم تشریف فرما ہیں کہ دُنیا بھر کے حکماء ان کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں، علومِ سیاست، تدبیر منزل، درستی آداب واخلاق اور دیگر علومِ حکمیہ کا استفادہ کر رہے ہیں اور وُہ استادِ کُل، معلمِ علم وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک

---

(۱) الدولۃ المکیۃ (۲) خالص الاعتقاد از اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) الکلمۃ العلیا از صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمّد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) جاءالحق حصہ اوّل از مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی۔

(۵) انوارالغیبیہ از شیر بیشۂ اہلِ سنت مناظرِ اسلام حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

کو اس کی استعداد فہم کے مطابق تعلیم فرما رہے ہیں۔

کمرۂ سوم

اس میں ایک جلیل القدر عظیم الشان قاضی القضاۃ بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے دُنیا بھر کے قاضی (جج) معاملہ فہم، موجد قوانین سیاسیہ نوامیسیہ حاضر ہیں اور آپ کے فیصلہ جات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہیں وُہ قاضی القضاۃ بھی حضور ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ چہارم

اس میں ایک مفتی متبحر مسندِ افتاء پر تشریف فرما ہیں اور علوم و فنون کے دریا جو اس کے سینۂ اقدس میں موجزن ہیں رواں ہیں اور دُنیا بھر کے محدثین، مفسرین، متکلمین، متقررین متقرئین اس کے سامنے حاضر ہیں اور سب کے سب اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہو رہے ہیں، وُہ مفتی متبحر بھی سید الکائنات حضرت محمد مصطفٰے ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ پنجم

اس میں ایک محتسب باوقار مسندِ حکومت پر رعب و جلال سے تشریف فرما ہیں اور احکامِ الٰہی سے نافرمانی کرنے والوں کو سزائیں دلوا رہے ہیں، کہیں زانی سنگسار ہو رہا ہے اور کہیں چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں، مسکرات کے استعمال کرنے والوں پر درے پڑ رہے ہیں اور ظلم و تعدی کرنے والوں کو سزائیں ہو رہی ہیں، شہوات اور فسق و فجور کے رُسوم مٹائے جا رہے ہیں، دغا بازوں مکاروں اور فریبیوں پر سرزنش ہو رہی ہے، راشی اور مرتشی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے۔ یہ صاحبِ وقار محتسب بھی جناب محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

کمرۂ ششم

اس میں ایک جلیل القدر، رفیع الصوت، خوش الحان قاری جلوہ افروز ہیں اور دُنیا بھر کے قاری اس کے سامنے سرِ نیاز جھکائے ہُوئے دست بستہ حاضر ہیں، فنِ تجوید،

قرأتِ سبعہ اور قواعد و قوانین، لب و لہجہ وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ عظیم الشان قاری بھی آپ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ ہفتم

اس میں ایک عابد و زاہد دُنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو کر تشریف فرما ہیں۔ صبح و شام رات و دن میں ایک گھڑی تو کیا ایک سانس بھی غفلت سے نہیں گزارتے۔ ہر وقت تسبیح و تہلیل اور اوراد و وظائف، فرائض و نوافل، ادعیہ صبح و شام میں مشغول و مصروف ہیں اور دُنیا بھر کے عابد و زاہد اس کے حضور حاضر ہیں۔ عبادت و ریاضت اور طریقت کے اصُول و طریق وغیرہ حاصل کر رہے ہیں اور وظائفِ صبح و شام اوراد و اشغال کی تعلیم ہو رہی ہے یہ عابد و زاہد بھی حضور سرورِ کائنات ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ ہشتم

اس میں ایک عارفِ کامل تشریف فرما ہیں کہ ذات و صفات کے اسرار اور عالمِ ناسوت و ملکوت کے حقائق اس کے دِل پر منکشف ہیں اور تمام دنیا کے عارف اس کے حضور عجز و انکسار سے حاضر ہیں اور حقائق و معارف اسرار و رموز کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ عارف کامل بھی وہی معدن اسرار کل حضرت نبی اکرم ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ نہم

اس میں ایک واعظ عالم و فاضل منبر اطہر پر جلوۂ افروز ہے اور لوگوں کی ارواح اور قلوب کو اپنے کلامِ مقدس کی تاثیر و انوار سے مسرور و منور کر رہا ہے۔ کسی کو ثواب عظیم اور اجر جزیل کی ترغیب سے راہِ راست پر لا رہا ہے اور کسی کو عذابِ قبر اور جہنم کے المناک حالات سُنا کر توبہ کرا رہا ہے اور ہزاروں دارِ آخرت کے درجات اور حیاتِ جاودانی کے برکات سُن کر ایمان لا رہے ہیں اور ہزاروں بدکار عذابِ قبر اور دوزخ کی سزاؤں کے حالات سُن کر اپنی بدکاریوں پر نادم ہو کر توبہ کر رہے اور رو رہے ہیں، دُنیا بھر کے عالم و فاضل اور واعظ اس کے حضور دست بستہ حاضر ہیں اور طریقِ وعظ وغیرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ واعظ اور عالمِ علمِ لدنی بھی حضور سید عالم ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ دہم

اس میں ایک مرشد کامل صاحبِ طریقت و صاحبِ دل تشریف فرما ہے جس کی نگاہ خاک کو کیمیا کر رہی ہے۔ ہزاروں نامراد بامراد اور ہزاروں ناشاد شاد ہو رہے ہیں کہیں چور قطب بن رہے ہیں اور کہیں قطب غوث بن رہے ہیں۔ تمام دُنیا کے مرشدِ کامل اس کے حضور حلقہ بگوش ہیں ہر ایک کی استعداد کے مطابق اسے سیراب کیا جا رہا ہے وصُول الی اللہ کے رستے حجابات دُور کرنے کے طریقے، مقامات، احوال، مراتب توجہ، تاثیر، ذوق و شوق، وجد و رقص، فنا و بقا وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ مرشدِ کامل بھی حضور ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ یازدہم

اس میں ایک اولوالعزم، رفیع الشان، خاتمِ نبوّت، صاحبِ کتاب رسُولِ مکرم تشریف فرما ہیں اور تمام رسُول حضرت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و داؤد و سلیمان و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السّلام ان کے اردگرد تشریف رکھتے ہیں اور خاتم النبیین سے فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں اور وُہ رسُولِ مکرم خاتم النبیین ان کی شریعتوں کے احکام گھٹا بڑھا رہے ہیں اور سب رسُول بسر و چشم قبول کر رہے ہیں اور انھیں اپنا امام اور سردارِ انبیاء تسلیم کر رہے ہیں۔ وُہ رسُولِ مکرم خاتم النبیین بھی جناب محمّد مصطفےٰ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرۂ دوازدہم

اس میں ایک پیکرِ نور، حسن ازل، نازنین محبوب، کعبے کی مانند تشریف فرما ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی تجلی نے اس گلبدن کے بدنِ اطہر کو اپنا مظہر و مسکن ٹھہرایا ہے حسنِ ازل کے انواروں نے اس کو روشن کر کے خدا کی شانِ محبوبیت اس میں جلوہ گر رکھی ہے اور وُہ اپنی محبت کی کشش سے لوگوں کے دِلوں کا شکار کر رہا ہے اور لاکھوں اس ازلی حُسن کے عاشق بڑی دُور سے بغیر امید کسی منفعت اور بدون کسی خواہش کمال کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانوں کی طرح دوڑے چلے آتے ہیں اور اپنی اپنی پیشانیاں اس کے

فیض کے آستانے پر گھستے ہیں اور اس کے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہیں اور یہ مرتبہ کسی اور کو حاصل نہیں ہُوا ہے مگر اسی محبوب کے صدقے سے بعض کو تھوڑا حصّہ اس محبوب کی محبوبیت سے حاصل ہُوا ہے اور جن کو اس محبوبیت سے کچھ حصّہ ملا ہے، مخلوق کا جھکاؤ ان کی طرف ہو گیا ہے اور وُہ محبوب ازلی بھی جناب سرورِ کائنات حبیبِ خالقِ کائنات حضرت محمّد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی ہیں۔

اگر کسی کو ان بارہ مجلسوں میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو وُہ خوب غور کرے اور سوچے کہ ان سب کاموں کی اصل کہاں سے ہے تو بے شک اس کو یقین آ جائے گا کہ یہ سب کارخانہ ایک جھلک ہے کمالِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انواروں میں سے جیسے جڑ کی تازگی سے شاخ شاخ اور پتا پتا سرسبز رہتا ہے اور جیسے دریا سے نہریں نکل کر چاروں طرف جاری ہوتی ہیں اسی طرح حقیقت میں سینۂ بے کینہ جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبع اور مخزن ہے تمام کمالاتِ ظاہری اور باطنی کا۔ نورِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض فوارے کی مانند چشموں کی طرح جاری ہے اور کائنات کے ہر فرد کو سیراب کر رہا ہے۔ (تفسیر عزیزی وحقانی ملخصاً) ؎

تو اصلِ وجودِ آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرعِ تست (شیخ سعدی)

فوائد

۱۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ) جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے، کل شیٔ کا تفصیلی علم عطا فرمایا ہے۔

۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب میں طعنہ زنی کرنا اور نہ ماننا منافقین کا کام ہے۔

۳۔ یہ کہ دنیا کا کارخانہ اور تمام نظامِ عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و برکت سے چل رہا ہے۔

۴۔ یہ کہ جو کمال کسی کو ملا ہے اور ملے گا اس کے منبع اور مخزن حضور ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

شِکمِ مُبارک

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غِذا
اُس شِکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچکر بندھی
اُس کمر کی حِمایت پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

اُمّ المؤمنین محبوبۂ سیّد المرسلین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی فقر و فاقہ کا شکوہ کسی سے فرمایا۔

(زرقانی علی المواہب صفحہ ۳۱۱/۴)

یہ اختیاری فقر و فاقہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غنا سے زیادہ پیارا تھا، ورنہ آپ کے ہاتھوں میں کیا کچھ نہ تھا۔ خزائنِ ارض کی کنجیاں، اللہ کی تمام نعمتیں اور کائنات کی ساری برکتیں آپ کے بے مثل ہاتھوں میں تھیں جیسا کہ ہاتھوں کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے ؎

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بر و تمام

(مدارج النبوت ص ۴۵/۱)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو مَیں مکّے کی پتھریلی زمین کو تمھارے لئے سونا بنا دوں؟ مَیں نے عرض کیا اے میرے پروردگار نہیں بلکہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ

اَشْبَعُ یَوْمًا وَّ اَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ فَاِذَا شَبِعْتُ شَکَرْتُکَ وَحَمِدْتُکَ۔

(ترمذی۔ زرقانی ص ۳۲۲/۴)

ایک دن آسودہ رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں پس جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری و عاجزی کروں اور دل و جان سے تجھ کو یاد کروں اور جب آسودہ رہوں تو تیرا شکر اور تیری حمد کروں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے تجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ شام کو آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتا۔ بس یہ فرما ہی رہے تھے کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی۔ فرمایا جبریل یہ کیا ہے؟ عرض کیا اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے، چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ آپ نے ابھی جو کلام فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سنا

فَبَعَثَنِیْ اِلَیْكَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَعْرِضَ عَلَیْكَ اُسَیِّرُ مَعَكَ جِبَالَ تِهَامَةَ زُمُرَّدًا وَّ یَاقُوْتًا وَّذَهَبًا وَّفِضَّةً فَاِنْ رَضِیْتَ فَعَلْتُ فَاِنْ شِئْتَ نَبِیًّا مَلِكًا وَّ اِنْ شِئْتَ نَبِیًّا عَبْدًا فَاَوْمٰی اِلَیْهِ جِبْرِیْلُ اَنْ تَوَاضَعْ فَقَالَ نَبِیًّا عَبْدًا ثَلَاثًا۔

تو مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، سونا اور چاندی بنا دوں۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں آپ کو اختیار ہے کہ چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے؟ جبریل نے آپ کی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ فرمایا تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا، میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

(طبرانی، زرقانی علی المواہب ص ۳۲۲/۴)

ثابت ہوا کہ یہ فقر و فاقہ آپ نے خود اختیار فرمایا تھا اور اس کو غنا پر ترجیح دی تھی ورنہ آپ مالکِ کونین تھے ؎

مالکِ دین و دنیا ہو کر — دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکارِ دو عالم — صلی اللہ علیہ وسلم
عجز تو دیکھو اللہ اکبر — تکیے کے بدلے اینٹ یا پتھر
اور سرِ سرکارِ دو عالم — صلے اللہ علیہ وسلم

آپ کے فقر و فاقے کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال کئی کئی راتیں پے در پے بھوکے گزارتے۔

وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ ۔ اور اکثر ان کی روٹی جو کی ہوتی۔

(ترمذی ص ۲/۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ ۔ (ترمذی شریف ص ۲/۱۵۱) آپ نے آخری دم تک پتلی روٹی (چپاتی) نہیں کھائی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ ۔ (ترمذی شریف ص ۲/۱۵۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی سے پے در پے دو دن پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آپ وفات دیتے گئے۔ (یعنی ایک دن کھاتے تھے ایک دن نہیں)

اور فرماتی ہیں کہ جب کبھی میں سیر ہو کر کھاتی ہوں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ کا حال یاد آجاتا ہے تو پھر میں رونے لگ جاتی ہوں۔

وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَّلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ (ترمذی شریف ص ۲/۱۵۰) خدا کی قسم آپ نے کبھی ایک دن میں روٹی اور گوشت سے دو وقت پیٹ نہیں بھرا۔

اور میں آپ کے فاقے کی حالت کو دیکھ کر رو پڑا کرتی اور اپنا ہاتھ آپ کے پیٹ پر پھیر کر کہتی کہ فاقہ سے کیسا دب گیا ہے۔

وَاَقُوْلُ نَفْسِيْ لَكَ الْفِدَاءُ لَوْ تَبَلَّغْتَ مِنَ الدُّنْيَا بِمَا يَقُوْتُكَ فَيَقُوْلُ يَا عَائِشَةُ مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا اِخْوَانِيْ مِنْ اُولِي الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوْا عَلٰى مَا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا ۔ اور کہتی کہ آپ پر میری جان فدا ہو دنیا میں سے اتنا تو قبول فرما لیجئے جو جسمانی قوت کے قائم رکھنے کو کافی ہو تو فرماتے عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔

(شفاء شریف صے ۸۴)

کھانا جو کھانا جَو کی روٹی اَن چھنا آٹا، روٹی موٹی
وُہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور دیکھا کہ آپ نماز بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ مَیں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا بھُوک کی وجہ سے۔ مَیں بے اختیار رونے لگا۔ فرمایا مت رو، جو شخص بہ نیّت اجر و ثواب بھُوکا رہے، قیامت کے دن کی سختی سے محفوظ رہے گا۔

(کنز العمال، زرقانی علی المواہب صے ۳۱۹/۴)

بلا شبہ جس طرح آپ اور آپ کے اہلِ بیت و ازواج مطہرات نے گزران کی ہے دُنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔ شہنشاہِ کونین ہو کر آپ کے حجرۂ مبارکہ کی یہ کیفیت تھی کہ جلانے کی چند لکڑیاں گاڑ کر اوپر کمبل لگا دیئے گئے تھے۔ وفات شریف تک یہی خاص دولت سرا رہا۔

ازواجِ مطہرات کے حجروں کا یہ حال تھا کہ چار حجروں کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کی شاخوں کی تھیں جن پر مٹی کی لپائی کر دی گئی تھی اور پانچ حجروں کی تو دیواریں بھی نہ تھیں صرف کھجور کی شاخیں گاڑ کر ان پر مٹی کا گلاوہ کر دیا گیا تھا اور ان کے دروازوں پر تین ہاتھ لمبے اور ایک ہاتھ چوڑے کمبل کے پردے پڑے رہتے تھے۔ سیدنا امام حسین فرماتے ہیں کہ ان کی بلندی اتنی تھی کہ میرا سر ان کی چھت کو لگتا تھا تو اس سے ان کے محل سراؤں کے ارتفاع کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے دولت خانے تھے جن میں اُنھوں نے عمر بھر گزران کی۔

غالبًا ان ہی حالات کے پیشِ نظر شاید کسی بیوی کا خیال زینت و آرائش کی طرف ہُوا ہو گا کہ ساتھ ہی یہ آیۂ شریفہ نازل ہُوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمھیں دُنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواہش

زِینَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَ اُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

ہے تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسُول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ نے تم نیک بختوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

(الاحزاب ۲۸،۲۹)

ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد جس قدر زیور و زینت اور آرائش وغیرہ کے خیالات تھے سب کافور ہو گئے اور صرف خدا اور رسُول اور وعدۂ قیامت پر قانع ہو کر انھی حجروں میں فقر و فاقہ کے ساتھ عمریں بسر کیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہاں دُنیا طلبی تو مقصود ہی نہ تھی، ورنہ دُنیا دار تو اولاً خود مال جمع کرتا ہے اور پھر اس مال سے اپنی اولاد اور متعلقین کو مالی فائدہ پہنچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ مرزا قادیانی ہی کو دیکھ لیجئے کہ مسیحیت و نبوّت کا جھوٹا دعوٰی کر کے خوب سامان اور دولت جمع کی اور دولت جمع کرنے کی عجیب و غریب تدابیر اختیار کیں مثلاً بہشتی مقبرہ بنایا اور اس میں دفن ہونے کی شرط جائداد کا دسواں حصّہ مقرر کر دی، کتاب چھپنے سے پہلے ہی دوگنی چوگنی قیمت وصُول کر لینی اور پھر کتاب ندارد۔ دُعا کی پیشگی اُجرت لی جاتی اور اثر ندارد۔ چندے اور زکوٰۃ وغیرہ وصُول کر کے حساب ندارد۔ حساب طلب کرنے پر حکم ہوتا ہے کیا میں کسی کا خزانچی ہوں؟ لنگر کا معاملہ بہت اہم ہے کیونکہ یہ حکم ہے کہ جو لنگر میں چندہ نہ دے وُہ اسلام سے خارج۔

غرض کہ خوب سامانِ دولت جمع کیا اور عیش کی زندگی، تقویت اعصاب وغیرہ کے لئے انگریزی وُہ دوائیں کھاتے جن میں شراب ہوتی، کیوڑا، عنبر، مشک، بید مشک، مفرحات و مقویات کی بھرمار رہتی، بیوی سونے کے زیور سے لد گئی۔ مکانات و باغات، شاہانہ خوراک و لباس، فرش و فروش اور عیش و عشرت جو ان کو اور ان کی اولاد کو حاصل ہے اسی مسیحیت کا نتیجہ ہے جو انھوں نے بڑی عقلمندی سے حاصل کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے دماغ

میں خلل آگیا تھا جس کی وجہ سے نبوت و مسیحیت کا دعوٰی کیا تھا مگر صاحب ان کے اصُول بتا رہے ہیں کہ وُہ دیوانے ہرگز نہ تھے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا انکار، کیونکہ وُہ جانتے تھے کہ مدعی نبوت سے لوگ معجزے ضرور طلب کرتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے انکار ہی کر دیا تاکہ معجزات دکھانے کا جھگڑا ہی جاتا رہے اور الہامات پر زور دیا کیونکہ وُہ جانتے تھے کہ یہ ایسی چیز ہی نہیں جس کے دیکھنے دکھانے کا سوال پیدا ہو جو چاہا کہہ دیا، اور پھر اس میں ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ میدان صاف کا صاف، کیا دیوانے سے ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک نیا کارخانہ نبوت قائم کر دے اور ایسے اصُول پر اس کی بنیاد رکھے کہ کام بھی چلتا رہے اور دیکھنا دکھانا بھی نہ پڑے۔

اگرچہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک میں مرزا قادیانی کا ذکر کمال بے ادبی ہے مگر جب تُعْرَفُ الْاَشْیَآءُ بِاَضْدَادِھَا پر نظر پڑتی ہے تو عذر خواہی کا موقع مِل جاتا ہے کیونکہ ظلمت کے مقابلے میں نور کی قدر ہوتی ہے متضاد اشیاء کے پیدا کرنے کی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ہر چیز کا انکشاف ہو جائے۔ اگر نبوّت صادقہ کے مقابلہ میں نبوّتِ کاذبہ اور نورِ صداقت کے مقابلہ میں ظلمتِ کذب نہ ہوتی تو سچے نبی کی عظمت و شان اور جھُوٹے نبی کی خواری و ذلت کبھی معلوم نہ ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہونا اور مرزائے قادیانی کو محمّدی بیگم کا ہاتھ نہ آنا۔ حالانکہ بقول ان کے ان کا نکاح آسمانوں پر خود خدائے تعالیٰ نے کیا تھا اس پر روشن دلیل ہے۔ (مقاصد الاسلام)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر افطار کئے روزے پر روزہ رکھتے تھے یہ دیکھ کر صحابۂ کرام نے بھی اسی طرح روزے رکھنے شروع کر دیئے جب کمزوری کے آثار ان میں نمایاں ہُوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع فرمایا۔

قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْكُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی۔	صحابہ نے عرض کیا حضور خود تو روزہ رکھتے ہیں فرمایا بلاشبہ مجھ کو (باطنی طور پر) کھلایا اور پلایا جاتا ہے مَیں تمھارے جیسا نہیں ہوں۔
(بخاری و مسلم کتاب الصوم ص ۲۵۱)	

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّىْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى۔

(بخاری ص۲۶۳ و مسلم ص۳۵۱)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر افطار کئے روزے پر روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا حضور خود تو روزہ رکھتے ہیں؟ فرمایا میں تمھاری مثل نہیں ہوں (یعنی میں تمھاری طرح ظاہری خورد و نوش کا محتاج نہیں ہوں) مجھے روحانی غذا کھلائی اور پلائی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِى الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِّثْلِىْ؟ اِنِّىْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِىْ رَبِّىْ وَيَسْقِيْنِىْ

(بخاری ص۲۶۳ و مسلم ص۳۵۱)

کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خود تو روزہ رکھتے ہیں؟ فرمایا، کون ہے تم میں میری مثل؟ میں رات (اپنے رب کے پاس) گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی ان حدیثوں میں غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام سے فرما رہے ہیں میں تمھاری مثل نہیں ہوں، اور کون ہے تم میں میری مثل؟

کیا وُہ لوگ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں پڑھتے تھے، ان کو یہ آیت یاد نہیں تھی؟ انھوں نے کیوں نہ کہا کہ ہم سب آپ کی مثل ہیں؟ معلوم ہُوا کہ صحابۂ کرام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے مثل اور بے نظیر مانتے تھے اور اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا مفہوم ان کے نزدیک وُہ نہیں تھا جو آج کل کے ہمسری و برابری کا دعویٰ کرنے والوں نے سمجھا ہے۔ اہلِ ایمان کو صحابۂ کرام کے اعتقاد سے سبق حاصل کرنا چاہیئے ؎

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں

تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت مولانائے روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

اے عزیز! پاک لوگوں کو اپنے جیسا قیاس نہ کرو۔ شیر اگرچہ لکھنے میں شِیر (دُودھ) کا ہمشکل ہے مگر دونوں میں بڑا فرق ہے ؎

شِیر آں باشد کہ مرد اورا خورد

شیر آں باشد کہ مردم را درد

یعنی اگرچہ شیر اور شِیر کتابت میں یکساں نظر آتے ہیں مگر شِیر (دُودھ) وُہ ہے جس کو آدمی کھا جاتا ہے اور شیر وُہ جانور ہے جو آدمیوں کو پھاڑ ڈالتا ہے ؎

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد

کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد

اس غلط قیاس کے سبب سے تمام جہان گمراہ ہو گیا (الا ماشاء اللہ) اور شاذ و نادر ہی کوئی شخص اللہ کے دوستوں سے واقف ہُوا ؎

اشقیا را دیدہ بینا نبود

نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

بدبخت لوگ حق بیں آنکھوں سے محروم تھے اس لئے ان کی نظروں میں نیک و بد یکساں دکھائی دیا ؎

ہمسری با انبیاء بر داشتند

اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

اپنے غلط قیاس سے کبھی انھوں نے انبیاء کی برابری کا دعوی کر دیا اور کبھی اولیاءً کو اپنے برابر سمجھ لیا ؎

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور

اگر کسی نے اس سُوءِ ادب پر اعتراض کیا تو کہہ دیا کہ ہم بھی انسان، وُہ بھی انسان۔ ہم اور وُہ دونوں سونے اور کھانے کے یکساں پابند ہیں پھر فرق کیا ہُوا؟ ؎

ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ (مثنوی دفتر اول)

مگر اندھوں نے اپنی کور باطنی سے یہ نہ دیکھا کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے حضور سرورِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز بلکہ تمام فضلات طیّب و طاہر تھے۔

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پیشاب کیا۔ مَیں اُٹھی اور پانی سمجھ کر پی گئی کیونکہ مَیں پیاسی تھی۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر جب مَیں نے بتایا کہ واللہ وُہ تو مَیں پی گئی تو آپ سُن کر بہت ہنسے۔

وَقَالَ لَنْ تَشْتَکِیْ وَجَعَ بَطْنِكَ بَعْدَ یَوْمِكَ هٰذَا اَبَدًا۔ اور فرمایا آج سے تجھ کو کبھی پیٹ کی کوئی بیماری نہ ہوگی۔

(مستدرک حاکم ص۶۳/۴۔ دلائل النبوۃ ص۳۸۰۔ ابونعیم، خصائص کبرٰی ص۱/۷۰۔ زرقانی علی المواہب ص۲۲۸/۴)

اسی طرح برکت نامی کنیز نے (جو اُمّ المؤمنین اُمِّ حبیبہ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی) حضور کا بول مبارک پی لیا تھا جس پر حضور نے اس کو فرمایا تھا کہ تو نے اپنے آپ کو جہنم سے بچا لیا۔ (خصائص کبرٰی ص۱/۷۰)

امام قاضی عیاض اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما ان دونوں حدیثوں کے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں

وَلَمْ یَاْمُرْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ بِغَسْلِ فَمٍ وَلَا نَهَاهُ عَنْ عَوْدَةٍ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے نہ تو کسی سے کہا کہ اپنے مُونہوں کو دھوؤ اور نہ ہی آئندہ کے لیے منع فرمایا۔

(شفاء شریف ۳۱/۱، زرقانی ۲۲۳/۴)

معلوم ہُوا کہ اُمّت کے حق میں حضور کے فضلات مبارک طیّب و طاہر باعثِ برکت

اور دافع الامراض ہیں ورنہ حضور منع فرما دیتے اور یہی امام اس کے بعد فرماتے ہیں۔
اَلْحَدِیْثُ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ الَّتِیْ شَرِبَتْ بَوْلَهٗ صَحِیْحٌ۔

(شفاء شریف، زرقانی علی المواہب ص ۲۲۹/۴)

حضرت سلمیٰ امرأة ابی رافع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا تو میں نے غسل کا پانی پیا اور آپ کو اطلاع دی۔

فَقَالَ اذْهَبِیْ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ بَدَنَكِ عَلَى النَّارِ۔ تو فرمایا جا تیرے جسم پر آتش دوزخ حرام ہو گئی

(طبرانی، خصائص کبریٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے جو خون نکلا وہ ایک قریشی غلام نے پی لیا۔

فَقَالَ اذْهَبْ فَقَدْ اَحْرَزْتَ نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا تو نے اپنے نفس کو دوزخ سے بچا لیا۔

(خصائص کبریٰ، زرقانی علی المواہب ص ۲۲۹/۴)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی گئے تھے جب کہ پچھنے لگوا کر خون ان کو دیا تھا کہ جاؤ باہر کہیں ایسی جگہ چھپا دو جہاں کوئی نہ دیکھے وہ باہر نکل کر پی گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا کیا کر آیا ہے؟ عرض کی ایسی جگہ چھپا آیا ہوں جہاں کوئی نہ دیکھے گا۔ فرمایا شاید تو پی آیا ہے؟ عرض کی ہاں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس میں آپ کا خون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔ پھر فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے اور افسوس کہ تو اُن سے نہ بچے گا۔

(مستدرک۔ کنز العمال۔ شفاء شریف۔ بزار۔ ابویعلیٰ۔ بیہقی۔ خصائص کبریٰ ص ۶۸/۱۔ زرقانی ص ۲۳۰/۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر سے کسی نے پوچھا کہ خونِ اقدس کا ذائقہ کیا تھا تو فرمایا ذائقہ شہد کی طرح اور خوشبو کستوری جیسی۔ (شرح شفاء ملا علی قاری)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا تو لبِ مبارک بھی مجروح ہوگیا جس سے خون بہنا شروع ہوگیا۔ حضرت مالک بن سنان (حضرت ابو سعید خدری کے والد) رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وُہ جگہ سفید ہوگئی۔ جب وُہ چوس رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا اسے پھینک دے! تو اس نے کہا واللہ! مَیں آپ کے خونِ مبارک کو زمین پر نہ پھینکوں گا اور نگلتا ہی گیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وُہ اس شخص (مالک بن سنان) کو دیکھ لے (جس نے میرا خون پی لیا ہے)

(زرقانی علی المواہب صـ۴۲)

یہاں یہ بات بہت ہی قابلِ غور ہے کہ خون کا حرام ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے۔
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ۔ الآیۃ (البقرہ - ۱۷۳)

کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ صحابۂ کرام نے کسی آدمی یا جانور کا خون پیا ہو مگر حضرت عبداللہ بن زبیر اور دُوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے خون مبارک کو پی لیا حالانکہ وُہ ایسی چیز بھی نہیں جس کی طرف رغبت ہو، بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ وُہ بالطبع مکروہ ہے۔ اگرچہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خونِ مقدس کی حلّت و حرمت کا بیان مقصود نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ انھوں نے کیوں پیا، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ محبت کی وجہ سے تو یہ باور نہیں ہوسکتا اس لئے کہ کیسا ہی دوست اور محبوب ہو اس کا خون یا پیشاب پینا گوارا نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کوئی علامتِ محبّت ہے معلوم ہُوا کہ محبّت کی وجہ سے انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کا منشا کچھ اور ہی تھا اور وُہ یہ تھا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اور اجسام کے مثل نہیں ہے وُہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس جسمِ پاک کا ہر ہر جزو ہمہ تن نور ہے اور اس میں وُہ برکت اور فضیلت رکھی

ہوئی ہے کہ کسی دُوسرے جسم میں نہیں، چنانچہ وُہ فضلات مبارک کو تبرک سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کو اپنے باطن میں پہنچانا باعثِ ترقی روحانی ہے۔

غور فرمائیے وُہ صحابہ کرام جن کی فضیلت تمام امت مرحومہ پر نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ کو طیّب و طاہر سمجھتے تھے تو کیا یہ ممکن ہے کہ معاذاللہ وُہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور ہمسر سمجھتے ہوں؟ واللہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو کہاں آپ کے بول و براز کی ہمسری نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاِذَا خَرَجْتَ دَخَلْتُ اَثْرَکَ فَمَا اَرٰی شَیْئًا اِلَّا اِنِّیْ اَجِدُ رَائِحَۃَ الْمِسْکِ قَالَ اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَآءِ تُنْبَتُ اَجْسَادُنَا عَلٰی اَرْوَاحِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمَا خَرَجَ مِنْھَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا ابْتَلَعَتْہُ الْاَرْضُ۔

(ابونعیم۔ شفا۔ خصائص کبرٰی صنہ۔ زرقانی ص ۲۲۹/۴)

ایک دن میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے فرمایا ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی رُوحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں پس ان جسموں سے کوئی چیز نہیں نکلتی مگر زمین اسے نگل لیتی ہے۔

(یعنی جنتیوں کی رُوحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے وُہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے اس لئے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبو ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ تَاْتِی الْخَلَاءَ فَلَا نَرٰی مِنْکَ شَیْئًا مِنَ الْاَذٰی فَقَالَ یَا عَآئِشَۃُ

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ جب بیت الخلاء سے تشریف لاتے ہیں تو ہم کو وہاں کوئی چیز نظر

مَا عَلِمْتِ اَنَّ الْاَرْضَ تَبْتَلِعُ مَا يَخْرُجُ مِنَ الْاَنْبِيَاۤءِ فَلَا يُرٰى مِنْهُ شَیْءٌ۔

نہیں آتی ؟ فرمایا اے عائشہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو شے انبیاء سے نکلتی ہے اس کو زمین نگل جاتی ہے اور اس میں سے کچھ دکھائی نہیں دیا کرتا۔ (ابو نعیم، خصائص کبریٰ ص۶۸، شفاء شریف، دلائل النبوت ص۳۸، زرقانی ص۲۲۸/۴)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کا فضلۂ مبارک کو نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا مہکنا غالباً اس لیئے تھا کہ کوئی اس فضلۂ مبارکہ کو دیکھنے نہ پائے اور اس کی طبیعت میں دوسرے لوگوں کے فضلات کی طرح نجاست و کراہت کا خیال پیدا نہ ہو بلکہ طہارۃ و پاکیزگی کا تصور پیدا ہو۔

شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ قوی دلائل سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فضلات طیّب و طاہر تھے اور اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا گیا ہے۔

(مدارج النبوت)

امام قاضی عیاض و علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَغَوَّطَ انْشَقَّتِ الْاَرْضُ فَابْتَلَعَتْ غَائِطَهٗ وَبَوْلَهٗ وَفَاحَتْ لِذٰلِكَ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ پھرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے پاخانے اور پیشاب کو نگل جاتی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی۔

(شفاء شریف، زرقانی علی المواہب ص۲۲۷/۴)

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا طِيْبُ رِيْحِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَرَقِهٖ وَفُضَلَاتِهٖ فَقَدْ

بہر نوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریح مبارک، پسینۂ اقدس اور حضور کے فضلاتِ شریفہ کی

كَانَتِ الرَّائِحَةُ الطَّيِّبَةُ صِفَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ لَّمْ يَمَسَّ طِيْبًا۔

مہکتی ہوئی خوشبوئیں سب حضور کی ذاتِ مقدسہ کی صفات تھیں خواہ آپ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔

(مواہب اللدنیہ ص۲۸۴)

اور یہی امام آگے چل کر فرماتے ہیں۔

وَرُوِيَ اَنَّهٗ كَانَ يُتَبَرَّكُ بِبَوْلِهٖ وَ دَمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مواھب اللدنیہ ص۲۸۴)

اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک اور خونِ اقدس سے برکت حاصل کی جاتی تھی۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری رحمہ اللہ القوی فرماتے ہیں۔

وَقَدْ تَكَاثَرَتِ الْاَدِلَّةُ عَلٰى طَهَارَةِ فُضَلَاتِهٖ وَعَدَّ الْاَئِمَّةُ ذَالِكَ فِيْ خَصَائِصِهٖ۔

(فتح الباری شرح بخاری ص۲۱۸)

بے شک آپ کے فضلاتِ شریفہ کے طیّب و طاہر ہونے پر بڑی کثرت سے دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ امام بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ وَرَدَتْ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ اَنَّ جَمَاعَةً شَرِبُوْا دَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُوْطَيْبَةَ الْحَجَّامُ وَغُلَامٌ مِّنْ قُرَيْشٍ حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زُبَيْرٍ شَرِبَ دَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاَبُوْنُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ وَيُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ شَرِبَ

بے شک بہت سی حدیثیں اس بارہ میں وارد ہوئیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پیا، ان میں حضرت ابوطیبہ حجام ہیں اور ایک قریشی لڑکا ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے تھے اور عبداللہ ابن زبیر نے بھی آپ کا خون مبارک پیا ہے، روایت کیا ہے اسے بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے حلیہ میں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

دَمَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَرُوِیَ اَیْضًا اَنَّ اُمَّ اَیْمَنَ شَرِبَتْ بَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ وَاَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ فِي رِوَايَةٍ سَلْمٰى اِمْرَاَةِ اَبِيْ رَافِعٍ اَنَّهَا شَرِبَتْ بَعْضَ مَآءٍ غَسَلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا حَرَّمَ اللّٰهُ بَدَنَكِ عَلَى النَّارِ۔

انھوں نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خونِ اقدس پیا ہے نیز مروی ہے کہ امّ ایمن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پیا۔ اس حدیث کو حاکم، دارقطنی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اوسط میں ابو رافع کی عورت سلمٰی سے روایت کیا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل میں استعمال کیا ہوا پانی پیا تو آپ نے اس کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پانی کی وجہ سے تجھ پر دوزخ کو حرام فرما دیا۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری صـ ۴۷۸)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَصَحَّحَ بَعْضُ اَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ طَهَارَةَ بَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَآئِرِ فُضَلَاتِهٖ وَبِهٖ قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ كَمَا نَقَلَهٗ فِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ عَنْ شَرْحِ الْبُخَارِيِّ لِلْعَيْنِيِّ وَصَرَّحَ بِهِ الْبِيْرِيُّ فِي شَرْحِ الْاَشْبَاهِ وَقَالَ الْحَافِظُ اِبْنُ حَجَرٍ تَظَافَرَتِ الْاَدِلَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ وَعَدَّ الْاَئِمَّةُ ذٰلِكَ مِنْ خَصَآئِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقَلَ بَعْضُهُمْ عَنْ شَرْحِ

اور صحیح قرار دیا ہے بعض ائمہ شافعیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب مبارک اور تمام فضلات مبارکہ کی طہارت و پاکیزگی کو اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا جیسا کہ مواہب میں عینی شرح بخاری سے نقل کیا ہے اور اس کی تصریح علامہ بیری نے شرح اشباہ میں فرمائی ہے اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک اور تمام فضلاتِ شریفہ کی طہارت و پاکیزگی پر قوی دلیلیں قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائصِ کریمہ میں شمار کیا ہے اور بعض علمائے

مِشْکٰوۃِ لِمُلَّا عَلِی قَارِی اَنَّہٗ قَالَ اِخْتَارَہٗ کَثِیْرٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا وَاَطَالَ فِی تَحْقِیْقِہٖ فِی شَرْحِہٖ عَلَی الشَّمَآئِلِ فِی بَابِ مَاجَآءَ تَعَطُّرُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

(رد المحتار شرح در مختار ص ۲۳۲ ج۱)

ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ سے نقل کیا انھوں نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں پسندیدہ قول یہی ہے کہ آپ کے جمیع فضلات مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور ملا علی قاری نے شرح شمائل، باب ماجاء تعطرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں طہارت فضلات شریفہ کو ثابت کرنے میں پوری تحقیق کے ساتھ طویل کلام کیا ہے۔

راس المحدثین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی فرماتے ہیں۔

وہیچ کس اثر فضلۂ ایشاں را بروئے زمین ندیدہ زمین می شگافت و فرومیرود وازاں مکان بوئے مشک می شمیدند۔

اور کسی نے آپ کے فضلہ مبارک کا اثر زمین پر نہیں دیکھا کیونکہ زمین پھٹ جاتی اور وہ اس میں پوشیدہ ہو جاتا اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔

(تفسیر عزیزی سورہ والضحٰی ص ۲۱۹)

جناب انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ الْعُلَمَآءَ ذَھَبُوْا اِلٰی طَھَارَۃِ فُضْلَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

کہ علماء امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریفہ کی طہارت کی طرف گئے ہیں۔

(فیض الباری شرح بخاری ص ۲۸۹ ج۱)

جناب اشرفعلی صاحب تھانوی فرماتے ہیں۔

اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ نے

اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی لئے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں، ابوبکر بن سابق مالکی اور ابو نصر نے اس کو نقل کیا ہے اور مالک بن سنان یوم اُحد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے آپ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا اور برکت اور آپ کی خادمہ امّ ایمن نے آپ کا پیشاب پی لیا تھا سو اُن کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے۔

(نشر الطیب صفحہ ۱۹۳)

سیّد العارفین حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

اشقیا را دیدۂ بینا نبود — نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

بدبخت لوگ حق بیں آنکھوں سے محروم ہیں اس لئے ان کی آنکھوں میں نیک و بد یکساں دکھائی دیتا ہے۔

ہمسری با انبیاء برداشتند — اولیا را ہمچو خود پنداشتند

چنانچہ انھوں نے انبیاء کی برابری کا دعویٰ کر دیا اور اولیاء کو اپنے برابر سمجھ لیا ہے۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

اگر کسی نے اس سُوءِ ادب پر اعتراض کیا تو کہہ دیا ہم بھی انسان وُہ بھی انسان، ہم اور وُہ دونوں سونے اور کھانے وغیرہ کے پابند ہیں پھر فرق کیا ہُوا ؟

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ — ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ

مگر اُنھوں نے اپنی کور باطنی سے یہ نہ سمجھا کہ دونوں فریقوں میں بے انتہا فرق ہے

ہر دو گوں زنبور خوردند از محل — لیک شد زاں نیش وزاں دیگر عسل

مثلاً ہر دو رنگ کی زنبوروں (یعنی بھڑ اور شہد کی مکھی) نے (پھولوں اور شگوفوں کا رس) ایک ہی جگہ سے چُوسا مگر اس سے ڈنگ پیدا ہُوا اور اس دوسری سے شہد۔

ہر دو گوں آہو گیاہ خوردند و آب — زیں یکے سرگیں شد وزاں مشکِ ناب

دوسری مثال یہ کہ دونوں قسم کے ہرنوں نے ایک ہی طرح کی گھاس چری اور ایک ہی گھاٹ سے پانی پیا لیکن ایک میں تو مینگنیاں بن گئیں اور دُوسری میں خالص کستوری

ہر دو نَے خوردند از یک آبخور آں یکے خالی و آں پُر از شکر

تیسری مثال یہ کہ دونوں قسم کے نے ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہُوئے لیکن ایک کھوکھلا ہے اور وُہ دُوسرا شکر سے پُر ہے۔

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

ایسی ہی لاکھوں نظیریں دیکھو گے ان میں ستر برس کی راہ کا فرق پاؤ گے۔

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

اسی طرح یہ غذا کھاتا ہے تو اس سے نجاست نکلتی ہے اور وُہ (نبی) جو کھاتا ہے تو وُہ سب کا سب نورِ خدا بن جاتا ہے۔

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست آبِ تلخ و آبِ شیریں راصفاست

اگر دونوں کی صورتیں ملتی جلتی ہیں تو یہ ممکن ہے (چنانچہ) تلخ پانی اور شیریں پانی دونوں میں صفائی موجود ہے۔

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد بیاب او شناسد آبِ خوش از شورہ آب

صاحبِ ذوق کے سوا کون پہچان سکتا ہے (اس صاحبِ ذوق سے) ملاقات کر کیونکہ وہی خوشگوار پانی اور شور پانی میں فرق کر سکتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر یہ دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا	اے اللہ کر دے میرے لیے میرے دِل میں نور اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں

فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَ نُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا۔

میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری جلد میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میری ہڈیوں میں نور، اے اللہ! میرے لیئے بہت ہی زیادہ نور کر دے اور مجھے نور عطا فرما اور مجھ کو نور کر رکھ۔

(ترمذی شریف کتاب الدعوات صفحہ ۴۸۹)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس نورانی دُعاء کو ضرور قبول فرمایا تو ثابت ہُوا کہ آپ کے جسمِ مبارک کی ہر چیز نور ہے اور آپ سراپا نور ہی نور ہیں اور جو چیز بھی آپ کے جسمِ مبارک میں جاتی وُہ بھی نور ہی ہو جاتی ؎

آں خورد گردد ہمہ نورِ خُدا

ثابت ہُوا کہ آپ کے تمام فضلات مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور ان کو نجاست و غلاظت کہنا بے ادبی و گستاخی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے تو کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی جس کی آڑ میں آپ فراغت حاصل کرتے سوائے دو درختوں کے وُہ بھی الگ الگ تھے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا تو مجھے فرمایا۔

یَا جَابِرُ قُلْ لِھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ یَقُوْلُ لَکِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحِقِیْ بِصَاحِبَتِكِ حَتّٰی اَجْلِسَ خَلْفَکُمَا فَزَحَفَتْ حَتّٰی لَحِقَتْ بِصَاحِبَتِھَا فَجَلَسَ خَلْفَھُمَا فَخَرَجْتُ اُحْضِرُ وَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اے جابر جاؤ اور اس درخت سے کہہ دو کہ رسول اللہ تجھے فرماتے ہیں کہ تو اس درخت سے مل جا تاکہ تم دونوں کی آڑ میں فراغت حاصل کر لیں حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مَیں نے ارشاد کی تعمیل کی تو وُہ درخت اپنی جگہ سے چلا اور دُوسرے درخت سے جا ملا آپ ان دونوں کی آڑ میں بیٹھ گئے اور مَیں ایک طرف

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَّ الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ فَوَقَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْفَةً فَقَالَ بِرَأْسِهٖ هٰكَذَا يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا۔ (شفا شریف ص ۱/۱۹۶، خصائص ص ۲/۳۷)

ہو کر بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں باتیں کرنے لگا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے اور وہ دونوں درخت جدا ہو کر اپنے اپنے مقام پر جا کھڑے ہوئے۔ حضور نے کچھ دیر توقف فرمایا اور اپنے سر مبارک سے دائیں اور بائیں جانب اشارہ فرمایا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج سے واپس آرہے تھے۔ جب بطنِ روحاء میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں کہیں کھجور کے درخت اور پتھر نظر آتے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں! وہ چند درخت ہیں جو قریب قریب کھڑے ہیں اور وہ پتھروں کے ڈھیر نظر آرہے ہیں

قَالَ انْطَلِقْ اِلَى النَّخَلَاتِ فَقُلْ لَهُنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكُنَّ اَنْ تَدَانَيْنَ لِمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُلْ لِلْحِجَارَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ فَأَتَيْتُهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ ذٰلِكَ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَقَدْ جَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى النَّخَلَاتِ يَخْدُدْنَ الْاَرْضَ خَدًّا حَتّٰى اجْتَمَعْنَ وَاَنْظُرُ اِلَى الْحِجَارَةِ يَتَنَاقَزْنَ حَتّٰى صِرْنَ رَضَمًا خَلْفَ النَّخَلَاتِ فَلَمَّا

فرمایا جاؤ ان درختوں اور پتھروں سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ قریب قریب ہو جاؤ تاکہ حاجت بشری سے فراغت حاصل کر لیں۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنایا، خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا وہ درخت زمین پھاڑتے ہوئے اور وہ پتھر کودتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب ہو کر تہ بہ تہ ہوتے گئے یہاں تک کہ ان درختوں اور پتھروں کی دیوار بن گئی۔ حضور صلی

قَضَا حَاجَتَهٗ وَانْصَرَفَ قَالَ عُدْ إِلَى النَّخَلَاتِ وَالْحِجَارَةِ فَقُلْ لَهُنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكُنَّ اَنْ تَرْجِعْنَ اِلٰى مَوَاضِعِكُنَّ ۔

اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے تشریف لے گئے، جب حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ ان درختوں اور پتھروں سے کہہ دو کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں حکم فرماتے ہیں کہ اپنے اپنے مقامات پر واپس ہو جاؤ چنانچہ وُہ واپس ہو گئے۔

(دلائل النبوت، ابو نعیم ص۳۳۶، ابو یعلی، بیہقی، خصائص کبریٰ ص۳۶/۲، شفا شریف ص۱۹۷/۱)

اسی مضمون کی بہت سی احادیث آتی ہیں مقبول بارگاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم امام بوصیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

جب آپ نے درختوں کو بلایا تو وُہ آپ کے بلانے پر اپنی شاخیں جھکائے ہوئے مثل سجدہ کرنے والے کے ایسے حال میں حاضر ہوئے کہ وُہ اپنے تنوں پر بلا قدم چلتے تھے۔ (قصیدہ بردہ شریف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جب درخت اور پتھر ایک دُوسرے کے قریب قریب ہو گئے تو معلوم ہوا کہ انھوں نے آپ کے حکم کو سُنا اور اس کو اپنے دل میں جگہ دی اور عاقلانہ قوت سے خیال کیا کہ اس حکم کی تعمیل ضروری ہے اس کے بعد جس طرح اُن سے ہو سکا چلے اور حکمِ رسالت کی تعمیل کی حالانکہ دیکھنے کو نہ ان کے کان تھے، نہ دِل، نہ عقل، نہ پاؤں مگر جو کام ان اعضاء کے متعلق تھے وُہ سب وقوع میں آئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ سننے کا مدار کانوں اور اس کے اندر بچھے ہُوئے پٹھوں پر ہی نہیں۔ اسی پر دُوسرے اعضاء کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ عادت کی وجہ سے خیال کیا جاتا ہے کہ جمادات و نباتات کو نہ سماعت اور نہ بصارت وغیرہ ہے مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات و نباتات میں بھی ان قوتوں کو ودیعت فرمایا

ہے، وُہ بھی سنتے دیکھتے اور سمجھتے ہیں مگر کسی اور طریقے سے اور یہ ضروری نہیں کہ سب کے دیکھنے سننے سمجھنے اور کھانے پینے، چلنے پھرنے کا ایک ہی طریقہ مقرر ہو۔ دیکھئے آدمی اور جانور مُنہ سے پیٹ میں غذا پہنچاتے ہیں اور نباتات جڑوں کے ذریعے سے جو زمین کے اندر گڑی رہتی ہیں اور پھر ان کی غذائیں بھی مختلف اور غذا حاصل کرنے کا طریقہ بھی مختلف۔ اسی طرح چلنے کے طریقے بھی مختلف ہیں، آدمی دو پاؤں پر چلتا ہے۔ بعض جانور چار پاؤں پر اور بعض ہزار پاؤں پر اور سانپ کا ایک پاؤں بھی نہیں، مگر دوڑنے میں اس قدر تیز کہ آدمی تو کیا گھوڑا بھی سانپ کی تیز رفتاری کو نہیں پہنچ سکتا، اگر آدمی سوچنے لگے تو شاید سانپ کا دوڑنا مشکل سے سمجھ میں آئے گا کیونکہ آدمی پیٹ کے بل چلے تو دو ہاتھ بھی نہیں چل سکتا اور سانپ بلا تکلف پیٹ سے چلتا ہے اور پھر آدمی کو کانٹوں وغیرہ میں جوتوں وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وُہ بغیر جُوتے کے کیسی ہی کانٹوں کی زمین ہو بلکہ خاردار درختوں پر برابر دوڑتا ہے، حالانکہ اس کے پیٹ کا پوست آدمی کے تلووں سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ اس مقام پر سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ سانپ کی فطرت ہی اس طرح واقع ہُوئی ہے کہ پیٹ پر چلے اور اس کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ اپنے جسم کو بغیر کسی سہارے کے حرکت دے سکے۔ آدمی کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وُہ پیٹ کے بل جسم کو زور سے حرکت دے کر سانپ کی طرح چلے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ درختوں اور پتھروں کو چلنے کی قوت عطا فرمائے تو ہرگز بعید از عقل و قیاس نہیں ہے۔ رہا یہ کہ ان کی اس قسم کی حرکت کبھی نہیں دیکھی جاتی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں قوت نہیں ہے بلکہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز کی حرکت اللہ تعالےٰ کی مشیت اور ارادہ سے متعلق ہے، اسی طرح درختوں و پتھروں وغیرہ کی حرکت بھی مشیّتِ پروردگار کے ساتھ متعلق ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہی مشیتِ پروردگار تھا لہٰذا درختوں اور پتھروں نے تعمیل کی، دیکھئے قیامت کے دن بہ مشیتِ پروردگار پہاڑ وغیرہ چلیں گے۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ (التکویر-۳) (اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے) معلوم ہُوا درختوں اور پہاڑوں کا چلنا خلافِ عقل

نہیں وُہ ضرور چلتے اور حرکت کرتے ہیں مگر اس وقت جب کہ ان کو کوئی حکم واجب الاتباع پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُلِدَ مَخْتُوْنًا مَسْرُوْرًا اَیْ مَقْطُوْعُ السُّرَّۃِ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کئے ہُوئے اور ناف کاٹے ہوئے پیدا ہُوئے تھے۔

(ابن عساکر، طبرانی، ابونعیم، زرقانی ص ۱۲۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ کَرَامَتِیْ عَلٰی رَبِّیْ اِنِّیْ وُلِدْتُّ مَخْتُوْنًا وَلَمْ یَرٰی اَحَدٌ سَوْاٰتِیْ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی طرف سے یہ بھی میرے اکرام واعزاز میں داخل ہے کہ مَیں ختنہ کیا ہُوا پیدا ہُوا اور کسی نے میرے ستر کو نہیں دیکھا۔

(طبرانی وزرقانی ص ۱۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

مَا احْتَلَمَ نَبِیٌّ قَطُّ وَ اِنَّمَا الْاِحْتِلَامُ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔

کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہُوا کیونکہ احتلام شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور انبیاء پر شیطان کا اثر نہیں ہے۔

(طبرانی، خصائص کبریٰ ص ۶، زرقانی ص ۲۴۹/۵)

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین ایک برتن میں طعام لے کر آئے میں نے اس میں سے کھایا۔

فَاُعْطِیْتُ قُوَّۃَ اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فِی الْجِمَاعِ۔

تو چالیس جنتی مردوں کی قوت جماع کرنے میں مجھ کو عطا ہُوئی۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱۹۵/۴ حارث بن ابی اسامہ۔ ابن سعد، خصائص ص ۶)

فائدہ :۔ جنّت کے ایک مرد کی قوت دُنیا کے سو مردوں کی قوت کے برابر ہے باوجود اس قدر خداداد طاقت وقوّت کے ضبط کا یہ عالم تھا کہ خیال کا دامن بھی آلودۂ عصیان نہ تھا۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی آپ کے پردہ کرنے کی جگہ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے میرے پردہ کرنے کی جگہ کو دیکھا۔

(شفاء شریف و مدارج النبوت)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیّت فرمائی کہ

لَا یَغْسِلُهٗ اَحَدٌ غَیْرِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَرٰی اَحَدٌ عَوْرَتِیْ اِلَّا طُمِسَتْ عَیْنَاهُ

آپ کو سوائے میرے اور کوئی غسل نہ دے۔ فرمایا جو بھی میرے ڈھانپنے کی جگہ کو دیکھے گا وُہ اندھا ہو جائے گا۔

(خصائص کبرٰی ص۲۷۶ ج۲)

فوائد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک و مختار ہو کر فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا۔ یہ اختیاری فقر تھا، نہ کہ اضطراری، ورنہ خزائن ارض وسما کی کنجیاں اور اللہ کی تمام نعمتیں اور کائنات کی ساری برکتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں تھیں۔

۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح ظاہری خور و نوش کے محتاج نہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا تعلیم امت کے لئے تھا۔

۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل نہیں بلکہ آپ بے مثل ہیں۔

۴۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز اور خون مبارک و دیگر فضلاتِ مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور نجاست و غلاظت وغیرہ کہنا بے ادبی ہے۔

۵۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔

زانوئے مقدس اور پائے مبارک

انبیاء تہ کریں زانو اِن کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مقدس، دونوں ساقین، ہر دو پائے مبارک نرم اور پُر گوشت تھے اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے ایسے نہ تھے۔ جب چلتے تو قدمِ مبارک کو قوت اور وقار اور تواضع سے اٹھاتے جیسا کہ اہل ہمت و شجاعت کا قاعدہ ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كَانَ فِیْ سَاقَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ۔ — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں لطیف و نازک تھیں۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيْسٍ لَهٗ — اور آپ کو کبھی اس طرح نہیں دیکھا گیا کہ آپ اپنے پاؤں لوگوں کے سامنے کرکے یا لوگوں کی طرف پھیلا کر بیٹھے ہوں۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۲۰)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ الْبَشَرِ قَدَمًا۔ — کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سب سے زیادہ حسین تھے۔

(ابن سعد۔ زرقانی علی المواہب ص۱۹۸ ج۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْيِهٖ — کہ میں نے تیز چلنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَہٗ اِنَّا لَنُجْھِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّہٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ۔

سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا (جب آپ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا زمین آپ کے لیے لپٹی جا رہی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے اور آپ بآسانی بے تکلف چلتے (مگر پھر بھی سب سے آگے رہتے)

(ترمذی۔ شمائل ترمذی۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس پاؤں جب پتھروں پر آجاتے تو وُہ پتھر آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ و حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا مَشٰی عَلَی الصَّخْرِ غَاصَتْ قَدَمَاہُ فِیْہِ۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے (یعنی وُہ آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے

(بیہقی، ابن عساکر، زرقانی ص ۱۹۷)

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَعْضِ الْاَحْیَانِ اِذَا مَشٰی غَاصَ قَدَمُہٗ فِی الْحِجَارَۃِ بِحَیْثُ بَقِیَ ذٰلِکَ اِلَی الْاٰنِ وَارْتَسَمَ فِیْھَا مِثَالُہٗ بِعَیْنِہٖ وَالنَّاسُ تَتَبَرَّکُ بِہٖ وَتَزُوْرُہٗ وَتُعَظِّمُہٗ کَمَا فِی الْقُدْسِ وَنُقِلَ مِنْہُ فِیْ مِصْرِ فِیْ اَمَاکِنٍ مُتَعَدِّدَۃٍ حَتّٰی قِیْلَ اِنَّ السُّلْطَانَ قَاتْبِیَایِ اشْتَرَاہُ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی ننگے پاؤں پتھروں پر چلتے تو پتھر آپ کے مبارک قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے اور ان میں بعینہٖ نشان قدم مبارک پڑجاتا چنانچہ ان پتھروں کو تبرکاً محفوظ کیا گیا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں۔ بیت المقدس اور مصر میں متعدد جگہ پائے جاتے ہیں اور لوگ ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں یہاں تک کہ سلطان قاتبیائی نے بیس ہزار دینار سے ایک پتھر خریدا تھا اور وصیت کی تھی کہ اسے میری

بِعَشْرِیْنَ اَلْفَ دِیْنَارًا وَاَوْصٰی بِجَعْلِہٖ عِنْدَ قَبْرِیْ وَھُوَ مَوْجُوْدٌ اِلَی الْاٰنِ۔

قبر کے پاس نصب کیا جائے چنانچہ وُہ اب تک وہاں موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے آ کر پتھروں کا نرم ہو جانا اور ان میں نشان قدم پڑ جانا ایک حقیقت ہے لیکن آج کل کے بعض لوگ اس حقیقت کا بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ اس کا ثبوت قرآنِ پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ

(آل عمران - ۹۲ - ۹۳)

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکّہ میں ہے، برکت والا، اور سارے جہان کے واسطے (سرچشمہ) ہدایت ہے، اس میں روشن نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْفَضِیْلَةُ الثَّانِیَةُ لِھٰذَا الْبَیْتِ مَقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَھُوَ الْحَجَرُ الَّذِیْ وَضَعَ اِبْرٰھِیْمُ قَدَمَہٗ عَلَیْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ مَا تَحْتَ قَدَمِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ ذٰلِكَ الْحَجَرِ دُوْنَ سَآئِرِ اَجْزَآئِہٖ كَالطِّیْنِ حَتّٰی غَاصَ فِیْهِ قَدَمُ اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَھٰذَا مِمَّا لَا یَقْدِرُ عَلَیْهِ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَا یُظْهِرُہٗ اِلَّا عَلَی الْاَنْبِیَآءِ ثُمَّ لَمَّا رَفَعَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَدَمَہٗ عَنْهُ خَلَقَ فِیْهِ الصَّلَابَةَ الْحَجَرِیَّةَ مَرَّةً اُخْرٰی ثُمَّ اَنَّهٗ تَعَالٰی اَبْقٰی ذٰلِكَ الْحَجَرَ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِسْتِمْرَارِ

کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقامِ ابراہیم ہے اور یہ وُہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیرِ قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرتِ الٰہیہ ومعجزۂ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا، اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سی سختی پیدا کر دی کہ وُہ نشانِ قدم محفوظ رہ گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اسے ہمیشہ کے لئے باقی رکھا ہے تو یہ اقسام

وَالدَّوَامِ فَهٰذِهٖ اَنْوَاعٌ مِّنَ الْاٰیَاتِ الْعَجِیْبَۃِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْبَاھِرَۃِ اَظْھَرَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ ذٰلِکَ الْحَجَرِ۔

اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے ہیں۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَثَرُ قَدَمَیْہِ فِی الْمَقَامِ اٰیَۃٌ بَیِّنَۃٌ۔

ابراہیم (علیہ السلام) کے دونوں مبارک قدموں کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ روشن نشانی ہے (جسے اللہ آیات بینات فرما رہا ہے)

(تفسیر ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر)

اور وُہ پتھر ابھی تک مکّہ معظمہ میں مقام ابراہیم علیہ التحیۃ والتسلیم میں موجود ہے، پس ثابت ہُوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک قدموں کے نیچے آ کر پتھروں کا نرم ہو جانا ایک حقیقت ہے جس کا انکار جہالت و گمراہی ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ مقام ذی المجاز میں تھے، یہ مقام عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور یہاں ہر سال منڈی لگتی تھی حضرت ابو طالب کو پیاس لگی تو۔

قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَطَشْتُ وَلَیْسَ عِنْدِیْ مَآءٌ فَنَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِقَدَمِہِ الْاَرْضَ فَخَرَجَ الْمَآءُ فَقَالَ اشْرَبْ۔ (ابن سعد، ابن عساکر، شفا شریف، زرقانی صفحہ ۱)

انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے بھتیجے میں پیاسا ہوں اور میرے پاس پانی نہیں ہے، یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، فرمایا اے چچا پانی پی لو!

یہ قدم مبارک کا اثر تھا کہ زمین نے قدم مبارک کے اشارے کو سمجھ کر پانی کا چشمہ بہا دیا۔

حضرت ابو طالب کہتے ہیں میں نے سیر ہو کر پیا۔ جب مَیں پی چکا تو آپ نے اُسی

جگہ پر (جہاں سے پانی نکل رہا تھا) اپنا مبارک قدم رکھ کر دبایا تو پانی بند ہوگیا۔

(ابن عساکر، ابن سعد، خطیب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم وُہ قدم ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مع حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اُحد پہاڑ پر کھڑے تھے کہ وُہ پہاڑ کانپنے لگا

فَضَرَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارا

بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ — اور فرمایا احد ٹھہر رہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق

نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ۔ — اور دو شہید ہیں ۔

(بخاری شریف صہ ۵۲۱)

ایک ٹھوکر سے اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

(اعلیحضرت)

اور یہی وُہ اُحد پہاڑ ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔ — یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

(بخاری شریف صہ ۵۸۵)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کوہ ثبیر پر کھڑے تھے مَیں بھی حاضر تھا کہ وُہ لرزنے لگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پائے مبارک مارا اور فرمایا ٹھہر جا! چنانچہ وُہ ٹھہر گیا۔ (نسائی، ابوداؤد، ترمذی)

اور یہی وُہ قدم مبارک ہیں کہ جس جانور پر آجاتے، اگر وُہ سُست اور کمزور ہوتا، تو تیز اور چالاک ہوجاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور حاضر ہوکر عرض کی کہ یارسُول اللہ میری یہ اونٹنی بہت سُست اور کم رفتار ہے۔

فَضَرَبَهَا بِرِجْلِهٖ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُهَا تَسْبِقُ الْقَائِدَ۔ (مسلم شریف)

تو آپ نے اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگائی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کے بعد وُہ ایسی تیز ہوگئی کہ کسی کو اپنے آگے نہ بڑھنے دیتی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر جو بہت ہی سُست اور کم رَو تھا سوار ہُوئے۔

فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى۔

تو اس کے بعد وُہ ایسا تیز ہوگیا کہ اس کے ساتھ کوئی نہ چل سکتا تھا۔

(بخاری صـ ۴۰۲/۱، ومسلم صـ ۲۵۲/۲، شفاء شریف صـ ۲۱۸/۱، خصائص کبریٰ ص ۶۴/۲، مشکوٰۃ صـ ۵۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ مَیں غزوہ ذات الرقاع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، میرا اونٹ کمزور تھا۔ وُہ تھک کر بیٹھ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے اس سبب سے میں پیچھے رہ گیا ہُوں، یہ سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اُتر پڑے اور اس کو ایک ٹھوکر لگائی۔

فَنَشِطَ حَتّٰى كَانَ مَا يَمْلِكُ زِمَامَهٗ۔

تو وُہ ایسا نشاط میں آیا کہ جابر اُس کی باگ نہ تھام سکتے تھے۔

(شفاء شریف، سیرت النبویہ، ابن ہشام)

یہ آپ کی ٹھوکر کا اثر تھا کہ ایسے مُردہ قسم اور کم چال سُست جانوروں کو زندہ اور چست و چالاک بنا دیا۔ یوں تو ہر جانور مارنے اور اذیت پہنچانے سے تیز رفتار ہو جاتا ہے، مگر اسی وقت تک کہ اس میں درد موجود رہے جس کا تعلق صرف جسم سے ہوتا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اس کے جسم تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی فطرت اور طبیعت پر اثر کرنے والا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم

رَكِبَ حِمَارًا قَطُوفًا لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَرَدَّهَا هِمْلَاجًا لَا يُسَايَرُ۔ — حضرت سعد بن عبادہ کے بہت سُست رفتار گدھے پر سوار ہُوئے جب آپ نے اس کو واپس کیا تو وُہ ایسا تیز راہوار قدم جاتا تھا کہ کوئی دوسرا گدھا اس کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔

(شفا شریف صــ۲۱۸ خصائص کبرٰی صــ۶۴)

اسی مضمون کی بہت سی احادیث ہیں۔

حضرت علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن چوپاؤں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہُوئے۔آپ کی سواری کی حالت میں انھوں نے کبھی پیشاب وغیرہ نہ کیا اور نہ ہی وُہ کبھی بیمار ہُوئے۔ (منظومہ فی الفقہ)

امام ابن سبع فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے

اَنَّ كُلَّ دَابَّةٍ رَكِبَهَا بَقِيَتْ عَلَى الْقَدْرِ الَّذِي عَلَيْهِ وَلَمْ تَهْرَمْ بِبَرَكَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ — کہ وُہ تمام جانور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہُوئے ہیں آپ کی سواری کی برکت سے وُہ ہمیشہ توانا و تندرست رہے اور کبھی کمزور اور ضعیف نہ ہُوئے

(خصائص کبرٰی صــ۶۴)

مجھ کو بھی پائے مال کر عمر تری دراز ہو
مستِ خرامِ ناز ادھر مشق خرامِ ناز ہو

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں

اِشْتَكٰى عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ اَوْ عَافِهٖ ثُمَّ ضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَمَا اشْتَكٰى ذٰلِكَ الْوَجَعَ بَعْدُ۔ — کہ ایک دفعہ شیرِ خدا حضرت علی مرتضٰی بیمار ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر اے اللہ اسے شفا دے اور صحت بخش، اپنا پائے مبارک ان کو مارا تو انھیں اسی وقت صحت ہو گئی اور ازاں بعد کبھی بیمار نہ ہُوئے۔

(بیہقی و شفا شریف، ابونعیم، دلائل النبوۃ ص۳۸۵)

ٹھوکر کا اثر یہ ہُوا کہ اسی وقت بیماری دُور ہوگئی اور اس کے بعد کبھی بیمار نہ ہُوئے۔ یہ تھی تاثیر ان کے مبارک قدموں کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَاَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ حَتّٰی بَلَغَ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ o فَقَالَ الْمِنْبَرُ ھٰکَذَا فَجَآءَ وَذَھَبَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر یہ آیت پڑھی۔ وما قدروا اللہ حق قدرہٗ حتّٰی بلغ عمّا یشرکون۔ پر پہنچے تو منبر سے آواز آئی ایسا ہی ہے یعنی یہ صحیح ہے اور تین بار آگے پیچھے ہُوا، گویا شانِ جلالی برداشت نہیں کر سکا اور لرزتا رہا ؎

(بزار، ابن عدی، حاکم، خصائص کبرٰی ص۲ج۲)

ان کی باتوں کی لذّت پہ لاکھوں دُرود
ان کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قدم مبارک وُہ مقدّس قدم ہیں جو شبِ معراج عرش کے بھی اوپر پہنچے ؎

زہے عزّت و اعتلائے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور ان ہی مبارک قدموں کی برکت سے مکّہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو شرف نزاہد حاصل ہُوا اور یہی وُہ مبارک قدوم میمنت لزوم ہیں جنھیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بوسہ دیا کرتے تھے۔

حضرت زراع فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صُورت میں مدینہ منورہ آئے۔

فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَہٗ۔

تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چُومے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۴۰۲)

حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

فَاَخَذْنَا بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهَا۔

تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

(بخاری فی الادب المفرد ص۱۴۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سَاَلَ اَعْرَابِیُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰیَۃً فَقَالَ لَہٗ قُلْ لِتِلْكَ الشَّجَرَةِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْكِ قَالَ فَمَالَتِ الشَّجَرَۃُ عَنْ یَمِیْنِھَا وَشِمَالِھَا وَبَیْنَ یَدَیْھَا وَخَلْفِھَا فَتَقَطَّعَتْ عُرُوْقُھَا ثُمَّ جَاءَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ تَجُرُّ عُرُوْقَھَا مُغْبَرَّۃً حَتّٰی وَقَعَتْ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْاَعْرَابِیُّ مُرْھَا فَلْتَرْجِعْ اِلٰی مَنْبَتِھَا فَرَجَعَتْ فَدَلَّتْ عُرُوْقَھَا فَاسْتَوَتْ فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ ائْذَنْ لِیْ اَسْجُدُ لَكَ قَالَ لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا قَالَ فَاْذَنْ لِیْ اَنْ اُقَبِّلَ یَدَیْكَ وَرِجْلَیْكَ

ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا کہ اس درخت سے کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو بلاتے ہیں۔ اس نے جب کہا تو وہ درخت اپنے دائیں اور بائیں، آگے اور پیچھے جھکا تو اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں تو وہ زمین کھودتا اور اپنی جڑیں کھینچتا اور خاک اڑاتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، السلام علیک یا رسول اللہ! اعرابی بولا کہ آپ اسے حکم فرمائیے کہ یہ اسی جگہ پر لوٹ جائے۔ آپ کے حکم پر وہ لوٹ گیا اور اپنی جڑوں پر جا کر سیدھا کھڑا ہو گیا، اعرابی نے کہا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں فرمایا اگر کسی کو میں یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے عرض کیا پھر حضور مجھے اپنے ہاتھ اور پاؤں چومنے ہی کی

فَاَذِنَ لَهٗ۔ اجازت دیں تو آپ نے اس کو اجازت دے دی۔

(شفاء شریف، دلائل النبوۃ، ابو نعیم ص۳۳۲)

ﮯ جَاءَتْ لِدَعْوَتِہِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَۃً
تَمْشِیْ اِلَیْہِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

(قصیدہ بردہ شریف)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَاَیْتُ عَلِیًّا یُقَبِّلُ یَدَ الْعَبَّاسِ وَ رِجْلَیْہِ۔ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ نے حضرت عباس کے ہاتھ اور پاؤں چومے۔

(بخاری فی الادب المفرد ص۱۴۴)

حضرت ابن جدعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت نے حضرت انس سے کہا۔

اَمَسَسْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِیَدِكَ قَالَ نَعَمْ فَقَبَّلَهَا۔ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ہاتھ ملایا ہے؟ فرمایا ہاں! تو انھوں نے ان کے ہاتھ کو چوم لیا۔

(بخاری فی الادب ص۱۴۴)

ثابت ہُوا کہ ازراہِ تعظیم و محبت بزرگانِ دین کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا جائز بلکہ مسنون ہے۔

بعض لوگ بزرگانِ دین کے ہاتھوں اور پاؤں کے چُومنے کو شرک اور پوجا وغیرہ کہہ دیا کرتے ہیں ان کو مذکورہ بالا صحیح روایات میں ٹھنڈے دِل سے غور کرنا چاہیئے کہ اگر دست بوسی و قدم بوسی شرک یا پوجا وغیرہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے اور نہ ہی صحابۂ کرام اس کو کبھی کرتے معلوم ہُوا کہ دست بوسی و قدم بوسی تعظیم ہے عبادت و پوجا نہیں۔ اگر اس کو عبادت کہا جائے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

پر غیراللہ کی عبادت کی اجازت دینے اور صحابۂ کرام پر غیراللہ کی عبادت کرنے کا معاذ اللہ الزام عائد ہوتا ہے؟ حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دینِ حق کو لے کر آئے تھے اس دین کی بنیادی تعلیم ہی یہی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے ہی نہیں؟ ثابت ہُوا کہ دست و قدم بوسی ہرگز ہرگز عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے جو قطعاً جائز ہے۔ عبادت تو اس وقت ہوتی ہے جبکہ کسی کو الٰہ معبود اور اوصافِ الوہیت سے موصوف مانتے ہُوئے بہ نیت عبادت اس کے آداب بجالائے جائیں اور کوئی مسلمان اللہ کے سوا کسی کو الٰہ یا معبود نہیں مانتا بلکہ وُہ صدقِ دل سے کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر اس پر غیراللہ کی عبادت یا پوجا کرنے کرانے کا الزام کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

نیز دست و قدم بوسی بغیر جھکے ہو نہیں سکتی تو معلوم ہُوا مطلقاً جھکنا شرک تو کیا ناجائز بھی نہیں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ غیراللہ کو سجدہ و رکوُع کرنا بہ نیت تعظیم بھی حرام وممنوع ہے لیکن قدم بوسی کے لئے جھکنا حرام وناجائز نہیں کیونکہ نیت سجدہ و رکوع کی نہیں ہوتی۔

اور یہی وُہ مبارک پاؤں ہیں جو قیامِ شب میں ورم کر آتے تھے۔
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِنْتَفَخَتْ قَدَمَاہُ فَقِیْلَ لَہٗ اَتَتَکَلَّفُ ھٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپ کے مبارک پاؤں ورم کر آتے تھے۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ یہ تکلیف ومشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپکے اگلوں پچھلوں کی جو خطائیں ہیں بخش دی ہیں فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (شمائل ترمذی)

۵ ماند شب ہا چشمِ او محرومِ نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم

فوائد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک بہت ہی خوبصورت بابرکت اور نافع ہیں اور بیماریوں اور کمزوریوں کے دفع کرنے والے ہیں۔

۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے پتھر نرم ہو جاتے تھے اور یہ آپ کا معجزہ تھا۔

۳۔ یہ کہ جس پتھر یا جس جگہ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک آئے، وُہ قابلِ تعظیم ہے مومن اس کی تعظیم کرتے ہیں اور نفع و برکت حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ یہ کہ حضور چاہتے تو اپنے مبارک قدموں کی ایک ٹھوکر سے چشمے جاری فرما دیتے۔

۵۔ یہ کہ بزرگانِ دین کے ہاتھوں اور پاؤں کو تعظیماً بوسہ دینا جائز، بلکہ مسنون ہے

قدِ مُبارک

قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت
ظلِّ ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

طائرانِ قُدس جس کی ہیں قُمریاں
اُس سہی سَروقامت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سرِ سَروَراں خم رہیں
اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ، بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے مگر جب لوگوں کے سامنے ہوتے تو سب سے بلند و سرفراز ہوتے، حقیقت میں یہ آپ کا معجزہ تھا جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قد مائل بہ درازی ہوتے اور جب اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے تاکہ باطن کی طرح ظاہر میں بھی آپ سے کوئی اونچا یا بڑا معلوم نہ ہو۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَاَیْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّۃٍ فِیْ حُلَّۃٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَہٗ شَعْرٌ یَّضْرِبُ مَنْکِبَیْہِ بَعِیْدُ مَّا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ لَمْ یَکُنْ بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالطَّوِیْلِ۔

مَیں نے کوئی شخص لمبے بالوں والا سُرخ حلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت نہیں دیکھا آپ کے بال کندھوں کے قریب پہنچتے تھے، آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا، آپ نہ پست قد اور نہ دراز قد تھے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۱۶)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف بیان کرتے تو فرماتے۔

لَمْ یَکُنْ بِالطَّوِیْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَکَانَ رَبْعَۃً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ یَکُنْ

آپ نہ تو دراز قد تھے اور نہ پست قد، بلکہ متوسط قامت تھے۔ آپ کے بال نہ بہت گھونگریالے اور نہ بالکل سیدھے کچھ بل کھائے ہوئے تھے، آپ کا چہرہ گولائی کے ساتھ نہ

بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِي الْوَجْهِ تَدْوِيْرًا اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ اَجْرَدُ ذُوْ مَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى يَتَقَلَّعُ كَاَنَّمَا يَمْشِيْ فِيْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(خصائص کبریٰ ص ۷۲/۱)
(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۱۷)

پتلا تھا نہ موٹا، رنگ بالکل سفید نہ تھا بلکہ اس کی سفیدی میں سُرخی تھی، آپ کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں دراز تھیں، آپ کے اعضاء کے جوڑ قوی اور شانے مضبوط تھے آپ کے جسم پر بال نہ تھے، صرف بالوں کی ایک دھاری تھی ناف سے سینہ تک گویا کہ وُہ ایک شاخ ہے، ہاتھ اور پاؤں مضبوط و قوی و پر گوشت تھے، جب چلتے تو قوت و وقار سے چلتے گویا کہ آپ ڈھلان والی زمین پر نشیب کی طرف جا رہے ہیں اِدھر اُدھر دیکھتے تو پورے جسم کے ساتھ متوجہ ہوتے، دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ لوگوں میں بڑے سخی کشادہ دِل تھے، قول میں سب سے زیادہ سچے، طبیعت میں سب سے زیادہ نرم، شرف و بزرگی میں سب سے زیادہ مکرم تھے جو بھی آپ کو یکایک دیکھتا، اس پر ہیبت طاری ہو جاتی اور جو آپ سے ہم کلام ہوتا اور اختلاط رکھتا اس کے دِل میں محبت پیدا ہو جاتی غرض کہ آپ کی تعریف کرنے والا کہتا کہ آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے (کسی نے) دیکھا، اور نہ بعد میں، آپ پر اللہ کا دُرُود و سلام ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لمبے نہیں تھے مگر جب

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِالذَّاھِبِ طُوْلًا وَفَوْقَ الرَّبْعَۃِ اِذَا جَاءَ مَعَ الْقَوْمِ غَمَرَھُمْ۔

لوگوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے اونچے ہوتے (احمد، زرقانی علی المواہب ص ۱۹۸/۴، خصائص کبریٰ ص ۱/۴۷)

امام ابن سبع اور رزین نے آپ کے خصائص میں ذکر فرمایا ہے۔

اَنَّہٗ کَانَ اِذَا جَلَسَ یَکُوْنُ کَتِفُہٗ عَلٰی مِنْ جَمِیْعِ الْجَالِسِیْنَ۔

جب آپ لوگوں میں بیٹھتے تو آپ کا کندھا سب سے اونچا ہوتا۔

(زرقانی ص ۲/۴)

ع اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسُول اللہ ہمارے یہاں ایک اونٹ ہے جو سخت حملہ کرتا ہے اور کسی کی طاقت نہیں کہ اس کو نکیل ڈال سکے۔

فَقَامَ مَعَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَہٗ فَاَتٰی ذٰلِکَ الْبَابَ ففتحہ فَلَمَّا رَاٰہُ الْجَمَلُ جَاءَ اِلَیْہِ فَسَجَدَ لَہٗ وَوَضَعَ جِرَانَہٗ فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرَاْسِہٖ فَمَسَحَہٗ ثُمَّ دَعَا بِالْخِطَامِ فَخَطَمَہٗ ثُمَّ دَفَعَہٗ اِلٰی صَاحِبِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ قَدْ عَرَفَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّکَ نَبِیُّ اللّٰہِ قَالَ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْرِفُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ غَیْرُ کَفَرَۃِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔

یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کر چلے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر دروازہ کھولا۔ جوں ہی اونٹ نے آپ کو دیکھا آپ کی طرف آیا اور آ کر سجدہ کیا اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر کو پکڑ کر اس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا پھر رسی منگوائی اور اس کو نکیل ڈالی اور انصاری کے ہاتھ میں دے دیا، حضرت ابوبکر وعمر نے عرض کیا یا رسُول اللہ بے شک وہ پہچان گیا کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جو یہ نہ پہچانتی ہو کہ میں اللہ کا رسُول ہوں

سوائے کفار جن وانس کے۔

(دلائل النبوت ابونعیم ص۳۲۶ خصائص کبریٰ ص۵۸ ج۲)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک شخص نے ایک اونٹ خرید کر اس کو ایک محصور مقام میں داخل کیا، جب اس کو کام میں لگانا چاہا تو اس نے شرارت شروع کی اور جو کوئی اس کے نزدیک جاتا وہ اس پر حملہ کرتا۔

فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ افْتَحُوْا عَنْهُ فَقَالُوْا اِنَّا نَخْشٰى عَلَيْكَ مِنْهُ قَالَ افْتَحُوْا عَنْهُ فَفَتَحُوْا فَلَمَّا رَاٰهُ الْجَمَلُ خَرَّ سَاجِدًا فَسَبَّحَ الْقَوْمُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَحْنُ اَحَقُّ بِالسُّجُوْدِ مِنْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ قَالَ لَوْ يَنْبَغِيْ لِشَيْءٍ مِّنَ الْخَلْقِ اَنْ يَّسْجُدَ لِشَيْءٍ دُوْنَ اللّٰهِ لَانْبَغٰى لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضور کی خدمت میں اس کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں خوف ہے کہ وہ کہیں آپ پر حملہ نہ کرے، فرمایا بے خوف ہو کر کھول دو چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا فوراً سجدہ میں گر گیا لوگوں نے سبحان اللہ کہا پھر لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ جب جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کہ سجدہ کیا کریں، فرمایا کہ اگر یہ جائز ہوتا کہ کوئی مخلوق کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورت کو جائز ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(دلائل النبوت ابونعیم ص۳۲۷ خصائص کبریٰ ص۵۷ ج۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک انصاری کا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے نزدیک جاسکوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں

کہ وُہ مجھ کو ہلاک کر دے گا، یہ سُن کر

فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ فَلَمَّا نَظَرَ الْبَعِيْرُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يُحَمْحِمُ وَأَلْقَى بِجِرَانِهِ حَتّٰى بَرَكَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَ عَيْنَاهُ تَسِيْلَانِ فَقَالَ يَا فُلَانُ أَرٰى بَعِيْرَكَ يَشْكُوْكَ فَأَحْسِنِ الَيْهِ فَجَآءَ بِحَبْلٍ فَأَلْقَاهُ فِيْ رَأْسِهِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کی طرف چلے جب اونٹ کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو آواز کرتا ہوا آیا اور آکر حضور کے آگے سجدہ میں گر گیا اور گردن زمین پر رکھ دی، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے فرمایا، یہ اونٹ تمھاری شکایت کرتا ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھو، پھر رسی لے کر اس کے سر میں ڈال دی اور اس کے حوالے کیا۔

(احمد، بزار، ابونعیم، خصائص ص۵۸/۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ حضرات ابوبکر و عمر اور بہت سے انصاری بھی تھے، اس باغ میں بکریاں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی بکریوں نے سجدہ کیا۔

فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُوْدِ لَكَ مِنْ هٰذِهِ الْغَنَمِ! قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ مِنْ أُمَّتِيْ أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُول اللہ ان بکریوں سے زیادہ ہمیں حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں۔ فرمایا میری امت میں کسی کو جائز نہیں کہ (اللہ کے سوا) کسی اور کو سجدہ کرے اگر کسی اور کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔

(دلائل النبوۃ ص۳۲۷ ابونعیم، خصائص کبرٰی ص۶۱/۲
زرقانی علی المواہب ص۱۴۲/۵)

سلام اُس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قامتِ زیبا کا سایہ نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بشری جسمِ اقدس کو ایسا لطیف و نظیف اور پاکیزہ و برگزیدہ بنایا تھا کہ اس میں کسی قسم کی عنصری اور مادی کثافت نہ تھی، بلاشبہ آپ کا جسمِ اقدس تمام مادی کثافتوں سے پاک اور سراپا نور تھا۔ اسی لئے آپ کی شان میں نور اور سراجِ منیر فرمایا گیا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا۔

اے اللہ کر دے میرے لئے میرے دِل میں نور، اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری جلد میں نور، میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ تعالیٰ میرے لئے بہت ہی زیادہ نور کر دے اور مجھ کو نور عطا کر دے اور مجھ کو نور کر دے[1]۔

(ترمذی، کتاب الدعوات ص ۴۸۹/۲)

---

[1] اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اور اس کا حصول مانگتے تھے، بلکہ یہ دُعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت پر ہونا قرآن سے ثابت ہے اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بلکہ فرمایا وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ مگر باوجود اس کے ہر نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہہ کر بارگاہ

اس حدیثِ پاک سے ثابت ہُوا کہ آپ کے جسمِ پاک کا ہر ہر عضو نور ہے۔ جب آپ کے جسمِ مبارک کا ہر ہر عضو نور اور پھر اس کے بھی دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے، اندر باہر نور ہی نور ہے تو پھر سایہ کیسے ہو سکتا تھا؟ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی جسم کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، نیچے اوپر اندر باہر روشنی کر دیں تو باوجود اس کے کہ وہ جسم اپنے طول و عرض کے ساتھ موجود ہوگا مگر اس کا سایہ نہیں ہوگا ؎

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا (اعلیٰ حضرت)

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ اللّٰهَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ الظِّلِّ۔

کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

(تفسیر مدارک صفحہ ۳۲۱)

سیدنا امام اجل حضرت عبداللہ بن مبارک اور علامہ حافظ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں۔

لَمْ یَكُنْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ربّ العزت میں دُعا کیا کرتے تھے، کیا آپ کا یہ دُعا کرنا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس لئے تھا کہ آپ ہدایت پر نہ تھے؟ (نعوذ باللہ) نہیں! بلکہ جس طرح آپ اس دُعا سے پہلے بھی ہدایت پر تھے بلکہ ہادی تھے مگر پھر بھی دُعا فرماتے تھے، اسی طرح آپ اس نورانی دُعا سے پہلے بھی نور تھے، بلکہ منیر تھے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اور سِرَاجًا مُّنِیْرًا مگر پھر بھی دُعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کر دے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لك الخ یہ دُعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی، کیا یہ دُعا کرتے ہُوئے یا اس سے پہلے وہ مسلمان نہیں تھے۔ (نعوذ باللہ) آیت شریف میں وجعلنا ہے اور حدیث شریف میں واجعل ہے۔ آیت میں معنی یہی ہے کہ ہمیں مسلمان رکھ اور حدیث میں یہ کہ مجھے نور رکھ۔ (کوکب غفرلہ)

سَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ الشَّمْسِ قَطُّ إِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ إِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَ السِّرَاجِ۔

ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ آپ کا نور آفتاب کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا، چراغ کی ضیاؤں میں مگر یہ کہ آپ کی تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

(جمع الوسائل للقاری ص۱۷۶، زرقانی علی المواہب ص۲۲۰ وشرح شمائل للمناوی ص۴۷)

حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرٰى لَهٗ ظِلٌّ فِيْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں۔

(ترمذی فی نوادر الاصول، زرقانی علی المواہب ص۲۲۰)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں اس معنی میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیث ذکوان نقل کر کے فرمایا،

قَالَ ابْنُ سَبُعٍ مِّنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ ظِلَّهٗ كَانَ لَا يَقَعُ عَلَى الْاَرْضِ وَاَنَّهٗ كَانَ نُوْرًا فَكَانَ اِذَا مَشٰى فِي الشَّمْسِ اَوِ الْقَمَرِ لَا يُنْظَرُ لَهٗ ظِلٌّ۔

کہ ابن سبع نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ محض نور تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔

(زرقانی علی المواہب ص۲۲۰ خصائص کبریٰ ص۶۸)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمَا ذُكِرَ مِنْ اَنَّهٗ كَانَ لَا ظِلَّ لِشَخْصِهٖ فِيْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِاَنَّهٗ كَانَ نُوْرًا وَاَنَّ الذُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلٰى جَسَدِهٖ وَلَا ثِيَابِهٖ۔

کہ آپ کے دلائل نبوت و رسالت میں سے یہ بات بھی مذکور ہوئی ہے کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لیے کہ آپ نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اور لباس

پر نہ بیٹھتی تھی۔ (شفا شریف ص۲۴۲)

علامہ امام شہاب الدین خفاجی مصری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ مبارک بہ سبب آپ کی کرامت و فضیلت کے زمین پر نہ ڈالا گیا۔ اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی آپ کے سائے میں آرام کرتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں، بہ تحقیق قرآن کریم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (نسیم الریاض)

حضرت مولانائے روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم فرماتے ہیں۔

چوں فناش از فقر پیرایہ شود
او محمدؐ وار بے سایہ شود

مولانا بحر العلوم اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

در مصرع ثانی اشارہ بہ معجزہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد۔

کہ مصرع ثانی میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ حضور کا سایہ نہ تھا۔

علامہ امام احمد بن محمدؐ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِيْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ۔

کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔

(زرقانی علی المواہب ص۲۲۴)

علامہ امام محمدؐ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِيْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ لِاَنَّهٗ كَانَ نُوْرًا۔ (زرقانی ص۲۲۴)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا اور نہ چاندنی میں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ نور تھے۔

علامہ حسین بن محمدؐ دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَقَعْ ظِلُّهٗ عَلَى الْاَرْضِ وَلَا رُئِيَ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا

لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ۔ نہ دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں۔

(کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وَمِمَّا یُؤَیِّدُ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَارَ نُوْرًا اَنَّہٗ کَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یَظْھَرُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ لَا یَظْھَرُ اِلَّا لِلْکَثِیْفِ وَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ خَلَّصَہُ اللّٰہُ مِنْ سَائِرِ الْکَثَافَاتِ الْجِسْمَانِیَّۃِ وَصَیَّرَہٗ نُوْرًا صِرْفًا لَا یَظْھَرُ لَہٗ ظِلٌّ اَصْلًا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور محض ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نرا نور کر دیا تھا لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے سایہ اصلاً نہ تھا۔

(افضل القرٰی)

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لَمْ یَکُنْ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ یَظْھَرُ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا اور نہ چاندنی میں۔

(فتوحات احمدیہ)

شیخ المحدثین شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ونہ بود مرآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔

(مدارج النبوت ص۲۱)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اورا صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نبود در عالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف ترست

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا کیونکہ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف

چوں لطیف تراز وے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد؟ (مکتوبات شریف)

ہوتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف کوئی چیز جہاں میں نہیں ہے، لہٰذا حضور کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سایۂ ایشاں برزمیں نمی افتاد (تفسیر عزیزی سورہ والضحیٰ)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ گفتہ اند اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا وَ اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا یعنی ارواح ما کارا اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید و می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرۃ الموتیٰ والقبور ص۳۱)

کہ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے اجساد ہیں اور ہمارے اجساد ہماری روحیں ہیں یعنی کبھی تو ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم انتہائی لطافت اختیار کرکے رُوح کے رنگ میں ظاہر ہو جاتے ہیں (چنانچہ کہتے ہیں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

مخالفین کے سردار جناب رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذاتِ پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نیز فرمود کہ اے نبی ترا شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند پس اگر کسے را روشن کردن از انساناں محال بودے آں ذات پاک

کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی، نور سے مُراد حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ اور سراجِ منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں، پس انسانوں

صلی اللہ علیہ وسلم را ہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم از جملہ اولادِ آدم علیہ السلام اند مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات خود را چناں مطہر فرمود کہ نورِ خالص گشتند و حق تعالیٰ آں جناب سلامہ علیہ را نور فرمود بہ تواتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نہ داشتند و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔

(امداد السلوک ص ۸۵)

میں سے کسی کو اگر روشن کرنا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لئے یہ امر میسر نہ ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک اگرچہ جملہ اولادِ آدم علیہ السلام سے ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ پاک کو ایسا مطہر فرمایا کہ نور خالص ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا ہے اور تواتر سے ثابت ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

جناب اشرفعلی تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔

یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہیں تھا (اس لئے) کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر تا پا نور ہی نور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ظلمت نام کو بھی نہ تھی اس لئے آپ کے سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ کے لئے ظلمت لازمی ہے۔

(شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ص ۳۹)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ، علماء، صوفیاء سب کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسی عقیدہ پر قائم رکھے۔ آمین

آج کل کے بعض سائنسدان، فلسفی اور خشک ملّا محض نافہمی کی بنا پر کہتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں کہ جسم ہو اور اس کا سایہ نہ ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسم ہونا مسلم ہے تو سایہ کا ہونا ضروری ہے۔ ص۱

ص۱ سائنس کے اصولوں کے تحت بھی وہ بتائیں کہ کسی جسم کا سایہ کیوں ہوتا ہے؟ سورج کے نور اور نبی پاک کے نور ہونے کی شان سے کاملِ واقفیت کے بعد یہ حقیقت ان پر کھل جائے گی کہ وہ وجوہات جو جسم کا سایہ پیدا کرتی ہیں ان کی گنجائش اس پُر نور ذات میں نہیں تھی۔ (کوکب غفرلہ)

ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر جسم کا سایہ نہیں ہُوا کرتا بہت سے اجسامِ لطیفہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا سایہ نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ مجسم تھے مگر آپ کا جسم ہماری روحوں سے بڑھ کر لطیف و پاکیزہ تھا، آپ مجسم نور تھے اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

عاصیوں کو چھپائے محشر میں
حق نے یوں ہے اٹھا لیا سایہ

فوائِد

۱۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا۔
۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر تمام کثافتوں سے پاک تھا۔
۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آفتاب و ماہتاب کی روشنی پر غالب تھا۔

پسینہ مبارک

شبنم باغِ حق یعنی رُخ کا عَرق
اُس کی سچّی براقت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پر مہکتی درُود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

(اعلیحضرت)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ میں سے ایک ذاتی وصف یہ بھی تھا کہ خوشبو لگائے بغیر آپ کے بدن سے ہمیشہ خوشبو آتی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کرتی تھی، آپ کا پسینہ مبارک بھی بہت ہی خوشبو دار ہوتا تھا۔ بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کپڑا میلا نہ ہوتا تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ سے اس قدر تیز خوشبو کستوری کی مانند آئی کہ سارا گھر مہک گیا۔

(زرقانی علی المواہب صـ۲۲۳/۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَّلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے عنبر، کستوری اور کسی خوشبو کو بوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبو دار نہ پایا۔

(بخاری شریف صـ۲۶۴/۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا

فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا وَّرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ۔

تو میں نے آپ کے دستِ مبارک کو برف کی طرح ٹھنڈا اور ایسا خوشبو دار پایا کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔

(مسلم شریف صـ۲۵۶/۲)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب

كُنْتُ أُصَافِحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ يَمَسُّ جِلْدِي جِلْدَهُ فَأَتَعَرَّفُهُ بَعْدُ فِي يَدِي وَإِنَّهُ لَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ۔

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرا بدن آپ کے ساتھ مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد میں اپنے ہاتھوں میں پاتا کہ وُہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے۔

(طبرانی، بیہقی) (زرقانی علی المواہب ص۱۸۳ ج۴)

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر تشریف لائے۔

فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِي فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ

تو لوگ آپ کے مبارک ہاتھوں کو اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ میں نے بھی آپ کا ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھا تو وُہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

(بخاری شریف ص۵۰۲ ج۱)

حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا

فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رِيْحًا مِنَ الْمِسْكِ۔

تو وُہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

(بیہقی، زرقانی علی المواہب ص۲۲۷ ج۴)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

وَيَضَعُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِ الصَّبِيِّ فَيُعْرَفُ مِنْ بَيْنِ الصِّبْيَانِ بِرِيْحِهَا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بچہ کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیتے وُہ ہاتھ کی خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں میں ممتاز ہو جاتا۔

(شفا شریف ص۴۰ ج۱)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا تو میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو منہ میں لیا۔

فَكَانَ يَنِمُّ عَلَيَّ مِسْكًا۔ — تو مجھ پر کستوری کی سی خوشبو پھیلی۔

(شفا شریف ص۴۰)

چونکہ آپ کا بدن شریف قدرتی طور پر انتہائی خوشبودار تھا، اس لئے بدن شریف کا پسینہ مبارک بھی بے حد خوشبودار تھا، چنانچہ

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

كَانَ عَرَقُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ أَطْيَبَ مِنَ الْمِسْكِ۔

(ابونعیم، خصائص کبریٰ ص۶۷)

کہ آپ کو پسینہ آتا تو پسینہ کے قطرے چہرہ مبارک سے موتیوں کی طرح گرتے جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے کبھی کوئی کستوری اور کبھی کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینۂ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

(شمائلِ ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهٗ اللُّؤْلُؤَ۔ (بخاری ص۲۶۴، مسلم ص۲۵۷)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید و روشن تھا، پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی جیسے موتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لاکر آرام فرماتے جب آپ سو جاتے تو آپ کو پسینہ آجاتا اور میری والدہ پسینہ مبارک کی بوندوں کو شیشی

میں جمع کرلیتیں۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا اے اُمِّ سلیم یہ کیا کرتی ہو؟

قَالَتْ هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِیْ طِیْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیْبِ۔

انھوں نے عرض کیا یہ حضور کا پسینہ ہے ہم اسے عطر میں ملالیں گے اور یہ تو سب عطروں اور خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو دار ہے۔

(بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص۵۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا اور عرض کی یا رسُول اللہ مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے، آپ کچھ خوشبو عنایت فرما دیں۔ فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا۔ دُوسرے روز وُہ شخص شیشی لے آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وُہ بھر گئی پھر فرمایا کہ اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ دینا کہ اس میں سے لگا لیا کرے۔

فَكَانَتْ اِذَا تَطَیَّبَتْ بِهٖ یَشُمُّ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ رَائِحَةَ ذٰلِكَ الطِّیْبِ فَسُمُّوْا بَیْتَ الْمُطَیَّبِیْنَ

پس جب وُہ آپ کے پسینۂ مبارک کو لگاتی تو تمام اہلِ مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام بیت المطیبین (خوشبو والوں کا گھر) مشہور ہوگیا۔

(ابو یعلی، طبرانی، ابن عساکر، زرقانی ص۲۶۴/۴، خصائصِ کبریٰ ص۶۷/۱)

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ فِیْ طَرِیْقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ وَجَدُوْا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّیْبِ وَقَالُوْا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الطَّرِیْقِ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینۂ منورہ کی کسی گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پاکر کہتے کہ اس گلی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہُوا ہے۔

(دارمی، بیہقی، ابو نعیم، بزار، ابو یعلی۔ دلائل النبوت ص۳۸، خصائص ص۶۷/۱، زرقانی علی المواہب صفحہ ۲۲۴/۴)

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگزر کی ہے (اعلیٰ حضرت)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو

سَطَعَتْ مِنْهُ رِيحٌ طَيِّبَةٌ لَمْ نَجِدْ مِثْلَهَا قَطُّ۔ — آپ سے ایسی پاکیزہ خوشبو پھیلی کہ ہم نے اس کی مثل کبھی نہیں پائی۔

(شفاء شریف صـ۴۱)

اب بھی مدینہ منورہ کے درو دیوار اور وہاں کی خاک مبارک سے خوشبوئیں آرہی ہیں جنہیں محبان و عاشقان جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شامۂ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔

ابن بطال کا قول ہے کہ جو شخص مدینۂ منورہ میں رہتا ہے وہ اس کی خاک مبارک اور درو دیوار سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔

(وفاء الوفا شیخ الاسلام السمہودی)

اور یاقوت نے کہا ہے کہ من جملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے اور وہاں کی بارش میں بوئے خوش ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔

حضرت ابو عبداللہ عطار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں ؎

بِطِيبِ رَسُولِ اللهِ طَابَ نَسِيمُهَا
فَمَا الْمِسْكُ وَالْكَافُورُ وَالصَّنْدَلُ الرَّطْبُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے مدینہ منورہ کی ہوا خوشبودار ہو گئی پس کیا ہے کستوری اور کافور اور کیا ہے عطر صندل تروتازہ۔

شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وشبلی کہ یکے از علماء وصاحب وجدان است می گوید کہ تربت مدینہ را نفحہ — کہ حضرت شبلی جو صاحبِ علم و وجدان ہیں، فرماتے ہیں کہ مدینۂ منورہ کی مٹی میں ایک خاص

خاص است کہ در ہیچ مشک و عنبر قسم کی خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں نہیں
نیست۔ ہے۔

(جذب القلوب صنا)

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
وے خنک شہرے کہ در وے دلبر است

(ڈاکٹر اقبال)

لباس مُبارک

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسٰی طُور سے اُترا صحیفہ نور کا

مَیل سے کِس درجہ ستھرا ہے وُہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کُرتا نور کا

(اعلیٰحضرت)

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام لباس مبارک عمامہ، چادر، قمیص اور تہبند مبارک تھا، آپ نے پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا[۱]، عمامہ شریف اکثر سفید، کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی استعمال فرمایا ہے۔ شملہ مبارک کبھی چھوڑتے اور کبھی نہیں، شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی دوشِ مبارک پر پڑا رہتا، بعض اوقات تحنک بھی فرماتے یعنی دستارِ مبارک کا ایک پیچ ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے لاکر باندھتے۔ عمامہ کے نیچے سرِ اقدس سے لپٹی ہوئی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی اور فرماتے۔

فَرْقُ مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ الْعَمَائِمُ عَلَی الْقَلَانِسِ۔ — ہم میں اور مشرکین میں یہ امتیاز ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں

(ابوداؤد کتاب اللباس ص ۱۷۸/۲)

سیدھی سیدھی روش پر کروڑوں دُرود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

آپ اکثر قمیص پہنتے اور ہمیشہ تہ بند باندھتے، شامی عبا بھی آپ نے پہنی ہے جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ بوقت وضو اوپر نہیں چڑھ سکتی تھیں بلکہ ہاتھ مبارک ان سے نکالنے پڑتے تھے اور جُبّہ کسروانی بھی آپ نے پہنا ہے جس کی جیب اور آستینوں پر ریشم کی سنجاف تھی۔ یمن کی دھاری دار چادر آپ کو بہت پسند تھی، ایسی اونی چادر بھی

---

[۱] بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ خریدا تھا، ابنِ قیم نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید پہنا بھی ہو۔

آپ نے استعمال فرمائی ہے جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی اور آپ نے مختلف رنگوں مثلاً سفید، سبز، زعفرانی وغیرہ رنگ کے کپڑے پہنے ہیں مگر سفید رنگ بہت ہی زیادہ مرغوب تھا، حلۂ سرخ بھی پہنا ہے جس میں دھاریاں تھیں۔ پورا سُرخ رنگ کا لباس آپ کو پسند نہیں تھا۔ نعلین شریفین چپلی کی شکل کی تھیں، ہر ایک کے دو دو تسمے دُہری تہ والے تھے ایک تسمہ انگوٹھے اور متصل کی انگلی کے بیچ میں اور دُوسرا انگشت میانہ اور بنصر کے بیچ ہُوا کرتا۔ یہ وہی نعلین شریفین ہیں جس کے متعلق بڑے بڑے بادشاہانِ عالم یوں کہتے ہیں ؎

جو سر پہ رکھنے کو مِل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں (حسن رضا خاں)

حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمامہ باندھنا اختیار کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس کو پیچھے لٹکالو۔ (بیہقی)

فرمایا جو شخص تکبّر کے طور پر اچھے کپڑے پہنے یا جو شخص درویش یا عالم نہ ہو مگر نیت سے درویشوں اور عالموں کا لباس پہنے کہ لوگ اس کو عالم یا درویش کہیں، قیامت کے دن ذلّت کا لباس پہنایا جائے گا۔ (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ)

ایک شخص بارگاہِ اقدس میں حاضر ہُوا جس نے گھٹیا قسم کے کپڑے پہنے ہُوئے تھے فرمایا کیا تمھارے پاس خدا کا دیا ہُوا مال نہیں ہے؟ عرض کیا مال ہے! فرمایا جب خدا نے نعمت دی ہے تو اس کی نعمت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیئے۔
(احمد، نسائی، ابو داؤد کتاب اللباس ص ۱۷۶/۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے۔

اسی طرح ایک شخص کے بال بکھرے ہُوئے دیکھے تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ اپنے بال درست کرلے۔ (ابو داؤد کتاب اللباس)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب حروریہ کے پاس سفیر ہو کر گئے تو یمن کے نہایت قیمتی کپڑے پہن کر گئے، جب وہاں پہنچے تو انھوں نے کہا۔

مَرۡحَبًا بِكَ يَا ابۡنَ عَبَّاسٍ مَا هٰذِهِ الۡحُلَّةُ ؟ قَالَ مَا تَعِيۡبُوۡنَ عَلَيَّ لَقَدۡ رَاَيۡتُ عَلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَحۡسَنَ مَا يَكُوۡنُ مِنَ الۡحُلَلِ۔	مرحبا اے ابن عباس یہ کیا لباس ہے ؟ آپ نے فرمایا تم اس پر معترض ہو بلاشبہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے۔

(ابو داؤد، کتاب اللباس ص ۱۷۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے قیمتی کپڑے پہننا تواضع کے طور پر چھوڑ دے اللہ تعالےٰ اس کو کرامت کا حلہ پہنائے گا۔

(ابو داؤد)

فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند کا جو حصّہ ہے وُہ آگ میں ہے۔

(بخاری شریف)

فرمایا سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں پر حلال اور مردوں پر حرام ہے۔

(ترمذی، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نیا کپڑا پہنتے وقت یہ دُعا پڑھے گا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ كَسَانِيۡ مَا اُوَارِيۡ بِهٖ عَوۡرَتِيۡ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيۡ حَيَاتِيۡ اور پُرانے کپڑے کو صدقہ کر دے وُہ زندگی اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا یعنی اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و نگہبان ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں کفار کی طرف سے عمرو بن عبدِ وُد جو بڑا بہادر اور نڈر تھا میدان میں نکلا اور کہنے لگا مسلمانو! اگر تم میں کوئی میرے مقابلہ کا ہو تو آجائے۔

یہ سُن کر شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب آؤ! حضرت علی مرتضیٰ قریب آئے۔

فَاَعۡطَاهُ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ	تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی

وَسَلَّمَ سَيْفَهٗ وَعَمَّمَهٗ بِعِمَامَتِهٖ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اَعِنْهُ عَلَيْهِ۔

تلوار عطا فرمائی اور اپنی دستار مبارک ان کی دستار پر باندھ دی اور دُعا کی اے اللہ علی کو عمرو بن عبدِوُد پر مدد دے۔

شیرِ خدا اس کے مقابل ہُوئے۔ ہر چند عمرو کئی آدمیوں پر بھاری تھا مگر حملۂ حیدری کے آگے کچھ نہ کرسکا۔ شیرِ خدا نے ایک ہی وار میں اس کا سر جسم سے الگ کر دیا۔ سب کافر گھبرائے ہُوئے بھاگ گئے اور مسلمانوں کو فتح ہُوئی۔ (طبقات ابنِ سعد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت اسد (والدۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کا انتقال ہُوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ کر فرمایا۔

يَرْحَمُكِ اللّٰهُ! فَاِنَّكِ كُنْتِ اُمِّيْ بَعْدَ اُمِّيْ تَجُوْعِيْنَ وَتُشْبِعِيْنَنِيْ وَتَعْرِيْنَ وَتَكْسِيْنَنِيْ وَتَمْنَعِيْنَ نَفْسَكِ طَيِّبَ الطَّعَامِ وَتُطْعِمِيْنَنِيْ تُرِيْدِيْنَ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

اللہ تم پر رحم کرے بیشک تم میری ماں کے بعد میری ماں تھیں، تم خود بھوکی رہتیں اور مجھے شکم سیر کرتیں، خود ننگی رہتیں اور مجھے کپڑا پہنایتیں اور تم خود اچھے اچھے کھانے نہ کھاتیں اور مجھے کھلاتیں تھیں اس سے تمہارا مقصود صرف اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر تھا۔

پھر آپ نے اُن کو غسل دینے کا حکم فرمایا اور غسل کے بعد اپنی قمیص مبارک میں کفن دیا پھر اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک حبشی غلام کو بلا کر قبر کھودنے کا حکم دیا۔ (حلیۃ الاولیاء صہ ۱۲۱)

پھر آپ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبر پر تشریف لا کر اس کو فراخ اور ہموار کرایا اور پھر خود قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اغْفِرْ لِاُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَ

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وُہ خود بخود زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا (اے اللہ) میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش

اَوْسِعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِي فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۔

دے اور اس کو اس کی حجت (قبر میں نکیرین کے سوالات کا جواب) خوب سمجھا دے اور اس پر اس کی قبر کو وسیع کر دے اپنے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل اور ان نبیوں کے طفیل جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں بے شک تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۱/۳)

پھر فرمایا اِنَّمَا اَلْبَسْتُهَا قَمِيْصِي لِتُكْسٰى مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا لِيُهَوَّنَ عَلَيْهَا ۔ میں نے اپنا قمیص اس لئے پہنایا تاکہ اللہ اس کو جنت کا حلہ پہنائے اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ اس پر نرمی و آسانی ہو اور اس کو وقار اور سکون حاصل ہو۔ (الاستیعاب ص ۷۷۴/۲)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کو اس بی بی کے ساتھ جو سلوک کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ کسی اور کے ساتھ کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ فرمایا یَا عُمَرُ اِنَّ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ كَانَتْ اُمِّي الَّتِي وَلَدَتْنِي اِنَّ اَبَا طَالِبٍ كَانَ يَصْنَعُ الصَّنِيْعَ وَتَكُوْنُ لَهُ الْمَاْدُبَةُ ۔ اے عمر یہ بی بی میری حقیقی ماں کی طرح تھی ابو طالب ہمیشہ احسان پرورش جتلاتے اور یہ اس کو تہذیب و شائستگی سکھاتی۔ پھر فرمایا۔

وَاِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخْبَرَنِي عَنْ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهَا

بے شک مجھے جبریل علیہ السلام نے میرے رب عزوجل کی طرف سے خبر دی ہے کہ یہ بی بی اہل جنت میں سے ہے اور یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

(المستدرک للحاکم ص ۱۰۸/۳)

حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم فرماتے ہیں۔

کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے ساتھ قبرستان میں تشریف

لے گئے جب واپس آئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگیں ۔

گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب ۔۔۔ گفت باراں آمد امروز از سحاب

آپ نے فرمایا اے عائشہ تم کیا دیکھتی ہو؟ اُنھوں نے عرض کیا آج بادلوں سے بارش ہوئی ہے ۔

جامہایت می بجویم در طلب ۔۔۔ تر نہ می بنیم زباراں اے عجب

اور تعجب ہے کہ مَیں آپ کے کپڑوں کو اس بارش سے بھیگے ہُوئے نہیں دیکھ رہی ہوں ۔

گفت چہ بر سر فگندی از ازار ۔۔۔ گفت کردم آں ردایت را خمار

فرمایا تم نے سر پر کیا اوڑھا ہُوا ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا آپ کی مبارک چادر ۔

گفت بہرِ آں نمود اے پاک جیب ۔۔۔ چشم پاکت را خدا بارانِ غیب

فرمایا اے پاک دلہن! اس چادر کے اوڑھنے کی برکت سے تمھاری مبارک آنکھوں کو خُدا نے غیبی بارش دکھا دی ہے ۔

نیست آں باراں ازیں ابرِ سماء ۔۔۔ ہست ابر دیگر و دیگر سماء

وُہ بارش جو تم نے دیکھی ہے وُہ اس ظاہری آسمان سے نہیں ہے بلکہ اس کا بادل اور آسمان ہی کوئی اور ہے ۔

ایں چنیں باراں ز ابرِ دیگر است ۔۔۔ رحمتِ حق در نزولش مضمر است

اس قسم کی بارش کا ایک اور ہی بادل ہے جس سے یہ برستی ہے اور اس بارش کے برسنے میں رحمتِ حق پوشیدہ ہوتی ہے ۔ (مثنوی شریف دفترِ اوّل)

یعنی تم نے ہماری چادر مبارک اوڑھی جس کے سبب سے تمھاری آنکھوں سے حجابات اٹھ گئے اور غیب ظاہر ہو گیا اور تم نے رحمتِ حق کی نورانی بارش دیکھ لی ہے ۔

حضرت مولانا نے روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم ایک اور واقعہ نقل فرماتے ہیں ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار موزے اتار کر رکھ دیئے اور وضو فرمانے لگے جب وضو فرما کر موزے پہننے لگے تو ایک عقاب آیا، اس نے جھپٹ کر ایک موزہ شریف

اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس عقاب سے دریافت فرمایا تجھے کیسے معلوم ہو گیا کہ موزے میں سانپ تھا؟ عقاب نے عرض کیا ؎

مار در موزہ بہ بینم در ہوا　　نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ

ہوا میں اڑتے ہُوئے میرا موزے میں سانپ دیکھ لینا میری طرف سے (کوئی کمال) نہیں ہے بلکہ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے عکس کی وجہ سے ہے۔

یعنی جب میں اڑتا ہُوا آپ کے اوپر سے گزرا تو آپ کے سر مبارک سے لے کر آسمان تک ایک نور تھا۔ جب میں اس نور میں سے گزرا تو تمام جہان مجھ پر روشن ہو گیا تو مَیں نے موزہ شریف میں سانپ دیکھ لیا اور جلدی سے آکر موزہ شریف کو الٹا دیا کہ کہیں بے توجہی میں آپ اس کو پہن نہ لیں۔ موزے میں سانپ دیکھ لینا یہ میرا کمال نہیں ہے بلکہ یہ آپ ہی کا کمال ہے۔ فرمایا۔

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود

دل دراں لحظہ بحق مشغول بود　　(مثنوی دفترِ سوم)

اگرچہ اللہ نے ہر ایک غیب کی مجھ کو خبر دے دی ہے مگر اس وقت میں ذاتِ حق تعالیٰ میں (ایسا) مشغول تھا (کہ میری توجہ اس طرف نہ تھی)

اس کے بعد فرمایا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جب وُہ جوڑا وغیرہ پہنے تو اسے دیکھ لیا کرے (بیہقی، ابونعیم، مثنوی)

قرآنِ کریم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ محبوبانِ خدا کے ملبوسات میں بہت برکتیں ہوتی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ

بنی اسرائیل کے نبی (اشموئیل) نے ان سے فرمایا کہ (طالوت کی) بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمھارے پاس وُہ صندوق آئے گا جس میں

مِمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

تمہارے رب کی طرف سے (سامان) تسکین ہے اور موسیٰ وہارون کے چھوڑے ہُوئے تبرکات ہیں اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے بلاشبہ اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم مومن ہو

(البقرہ - ۲۴۸)

یہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حضرت آدم علیہ السّلام پر نازل فرمایا تھا اس میں انبیاء کرام علیہم السّلام کی تصویریں تھیں[1] اور یہ وراثتہً منتقل ہوتا ہُوا حضرت موسیٰ علیہ السّلام تک پہنچا تھا، آپ کے بعد بنی اسرائیل کے پاس رہا اس وقت اس میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عصاء کپڑے اور نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السّلام کا عمامہ اور عصا مبارک اور چند ٹکڑے الواح کے تھے۔

بنی اسرائیل اس صندوق کو جس میں یہ تبرکات تھے، لڑائی کے موقع پر ادب سے آگے رکھتے اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہوتی اور جب اُنھیں کوئی حاجت پیش آتی تو وُہ اس کو سامنے رکھ کر دُعائیں کرتے ان کی حاجت پوری ہو جاتی۔

لیکن جب بنی اسرائیل کے حالات خراب ہو گئے اور ان میں بدعملی پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قومِ عمالقہ کو مسلّط و غالب کیا، وُہ ان سے یہ صندوق بھی چھین کر لے گئے اور اس کو نجس و گندے مقام میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی۔ اس بے حرمتی کی وجہ سے وُہ طرح طرح کے مصائب و امراض میں مبتلا ہُوئے اور ان کی پانچ بستیاں تباہ و برباد ہو کر رہ گئیں جب وُہ بہت زیادہ متحیّر و پریشان ہُوئے تو بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو اُن کے پاس تھی کہا کہ اگر سلامتی چاہتے ہو تو اس صندوق کو اپنے یہاں سے نکال دو تمہاری تباہی کا باعث اس صندوق کی اہانت و بے ادبی ہے۔ ان کو بھی یقین ہو گیا

---

[1] یہ تصویریں قدرتی تھیں، کسی انسان کی بنائی ہُوئی نہ تھیں۔ انسان کو جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق و مالک مصوّرِ حقیقی ہے جو چاہے بنائے۔

آخر انہوں نے ایک بیل گاڑی پر اس صندوق کو رکھا اور دو شریر و سرکش بیل جوت کر اُن کو چھوڑ دیا، فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے ان کے بادشاہ طالوت کے پاس لے آئے۔ چنانچہ ان ہی تبرکات کی وجہ سے طالوت کو باذن اللہ فتح حاصل ہُوئی اور اسی صندوق کا آنا طالوت کی بادشاہی کی نشانی بنا جس کی خبر آیتِ شریفہ میں بنی اسرائیل کے نبی حضرت اشموئیل علیہ السلام نے دی۔

(تفسیر خازن، مدارک، ابن جریر، خزائن العرفان ص۴۷)

ثابت ہُوا کہ محبوبانِ خدا کے تبرکات و ملبوسات کا اعزاز و احترام خیر و برکات کا باعث اور ان کی بے حرمتی و بے ادبی بربادی کا باعث ہے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جب حضرت موسٰی و ہارون علیہما السّلام کے تبرّکات کی عظمت کا یہ حال ہے تو حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی عظمت و شان کا کیا حال ہوگا جن کے امتی ہونے کی آرزو خود حضرت موسٰی علیہ السّلام کو تھی، بلا شبہ اگر حضرت موسٰی علیہ السّلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو وُہ آپ کے تبرّکات کی تعظیم اسی طرح کرتے جس طرح اُن کی امت ان کے تبرکات کی تعظیم کرتی تھی۔

حضرت یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ

(یوسف ۹۲)

کہ میری یہ قمیص لے جاؤ اور میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، اُن کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

چنانچہ جب اس قمیص کو حضرت یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے چہرے پر ڈالا گیا تو فوراً اُن کی آنکھیں روشن و درست ہوگئیں اور بینائی واپس آگئی۔ یہ حضرت یوسف علیہ السّلام کا معجزہ اور کرامت تھی۔

جب حضرت یُوسف علیہ السّلام کی قمیص مبارک میں اتنی برکتیں اور شفا ہے تو حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک اور ان اشیاء مبارکہ میں کس قدر برکتیں اور شفا ہوگی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے ساتھ لگی رہی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک کو اور اُن اشیاء کو جنہیں حضور کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہُوا ہے، بہت ہی بابرکت نافع اور دافع البلاء وَالاَمراض سمجھتے تھے اور ان کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور کسی تبرک کا اپنے پاس ہونا، اس کو دُنیا و مافیہا سے بہتر خیال کرتے تھے۔ اس پر اتنی احادیثِ صحیحہ شاہد ہیں جن کی یہاں اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں مگر چند احادیث بطور "مشتے نمونہ از خروارے" ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

امّ المؤمنین حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ اس وقت غسل فرما رہے تھے۔

فَنَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا	تو آپ نے ان کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔ راوی
قَالَ فَلَمْ يَزَلْ مَآءُ	فرماتے ہیں کہ ان کا چہرہ ایسا پُر رونق اور خوشنما
الشَّبَابِ فِیْ وَجْهِهَا	ہو گیا کہ بڑھاپے میں بھی جوانی کی رونق اور
حَتّٰی كَبُرَتْ وَعَجُزَتْ۔	آب و تاب ان کے چہرہ سے زائل نہ ہُوئی۔

(الاستیعاب ص۵۶)

دستِ مبارک کا اثر پہنچانے کے لئے پانی صرف ایک واسطہ تھا کیونکہ پانی پونچھ دیا گیا ہوگا یا سُوکھ گیا ہوگا مگر اس کے معدوم ہونے پر بھی اثرِ دستِ مبارک معدوم نہ ہوسکا بلکہ سالہا سال ان کے چہرے میں باقی رہا۔ ضعیفی کے آثار کا چہرے پر نمایاں ہونا فطرتی بات ہے۔ رطوبات خشک ہونے کی وجہ سے پیرانہ سالی میں جس قسم کی شکل بنتی ہے وُہ محتاجِ بیان نہیں، آنکھیں اندر کو گھس جاتی ہیں، رخسار کی ہڈیاں اُبھر آتی ہیں، پوست ڈھیلا ہو کر جھُریاں پڑ جاتی ہیں، غرض کتنا ہی خوبصورت انسان کیوں نہ ہو ضعیفی کے آثار نمایاں ہونے پر اس کی خوبصورتی اور جوانی قائم نہیں رہتی مگر دستِ مبارک کا اثر کیسا اثر تھا جو ان طبعی آثار کو روک کر جوانی کے آثار قائم کرتا رہا۔

اگرچہ ڈاکٹروں، حکیموں نے بہت سی دوائیں تجویز کی ہیں کہ بڑھاپے میں چہرے کی ہیئت نہ بدلے اور چہرہ پر رونق رہے مگر یہ ممکن نہیں کہ جوانی کی آب و تاب ان سے باقی

رہ سکے۔ یہ خصوصیت اور برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہی تھی جس سے بڑھاپے میں بھی جوانی کی آب و تاب باقی رہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يُؤْتٰى بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهٗ فِيْهَا۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے نچے اپنے برتن جن میں پانی ہوتا لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے آپ ہر ایک برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈبو دیتے۔ بعض وقت سردی ہوتی تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے۔

(مسلم شریف ۲۵۶/۲)

وُہ بچے اس پانی کو لے کر گھروں میں جاتے اور وُہ پانی تبرّک سمجھ کر پیا جاتا۔

دیکھئے اس پانی میں کوئی دوا تو شریک نہیں کی جاتی تھی، صرف ہاتھ مبارک کے لگنے سے وُہ جمیع بیماریوں کے لئے ایک مجرب نسخہ بن جاتا تھا، اسی لئے طالبانِ شفائے امراض جسمانی و روحانی اس آبِ حیات کے حصُول کے لئے جوق در جوق حاضر ہوتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شانِ رحمۃ للعالمینی سے کسی کو محروم نہ فرماتے بلکہ تکلیف گوارا فرما کر ٹھنڈے پانی میں سردی کے موسم میں بھی ہاتھ مبارک ڈال دیتے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ رحمت کی تاثیر کے اعتقاد کو جائز رکھتے تھے ورنہ ان کو روک دیتے نہیں بلکہ عملی طریقہ سے اس کی ترغیب فرماتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ بھی لوگوں کے اعتقاد بڑھانے کے لئے اس سے شفا عنایت فرما دیتا تھا، اب یہ خیال کرنا کہ اس قسم کی باتوں پر اعتقاد رکھنا شرک ہے بدعت ہے کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو وضو کے پانی کے حصُول کے لئے حاضرین میں لڑائی تک کی نوبت پہنچنے لگتی اور پھر جس کو حاصل ہو جاتا وُہ تبرّک سمجھ کر اپنے چہرہ پر مَل لیتا

(بخاری ۳۱/۱، ۳۷۹/۱)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، آپ چرمی سرخ قبا میں تھے۔

وَرَأَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ۔

میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور لوگ اس پانی کو لینے کے لئے دوڑ رہے تھے جس کو اس میں سے کچھ ملتا وہ اسے اپنے (منھ اور ہاتھوں) پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھوں کی تری لے کر مل لیتا۔

(بخاری شریف ص ۵۴)

قریشِ مکہ نے عروہ بن مسعود کو جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا، وہ آئے اور حالات دیکھ کر واپس ہوئے اور جا کر قریش سے یوں کہنے لگے۔

يَا قَوْمُ! وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُّ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مُحَمَّدًا وَاللّٰهِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا

اے قوم! خدا کی قسم بیشک میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں، خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے اور رینٹ کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ ان کے اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے ہیں اور جب وہ ان کو حکم دیتے ہیں تو وہ سب کے سب تعمیل کے لئے دوڑتے

اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْهَا۔

(بخاری شریف ص ۳۷۹/۱)

ہیں اور جب وُہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کے حاصل کرنے کے لئے یوں گرتے پڑتے ہیں کہ گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ اور جب وُہ کلام کرتے ہیں تو سب کے سب خاموش ہو جاتے ہیں اور تعظیمًا ان کی طرف نظر تک نہیں اُٹھاتے اُنھوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو قبول کرلو!

اس حدیث میں چند امور قابلِ غور ہیں۔

اولاً مستعمل پانی عقلاً و عادۃً اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ اس کو لے کر اپنے جسم پر یا موُنھ پر مَل لیا جائے اور جہاں تک تھوک، بلغم اور رینٹ وغیرہ کا تعلق ہے ان کی نسبت تو یہ خیال بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی سلیم الطبع ان کو اپنے مُنہ پر ملے۔

ثانیاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو فرمانا اکثر بوقتِ نماز مجمع عام میں ہُوا کرتا تھا تاکہ لوگوں کو تعلیم ہو جائے اور وُہ بھی روزانہ چند بار ہُوا کرتا تھا۔

ثالثاً وضو کے وقت تمام وُہ حرکات جن کا اس حدیث میں ذکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرُو وقوع میں آئیں اور آپ خود ان کا مشاہدہ فرماتے مگر کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم لوگ یہ کیسی ناشائستہ اور خلافِ سلیم الطبع حرکات کرتے ہو۔

رابعاً باوجود اس کے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت مؤدب و مہذب تھے مگر روزانہ وضو کے وقت وضو کے مستعمل پانی اور تھوک وغیرہ کے حصول میں اس قدر بھیڑ بھاڑ اور گھس پیٹ کہ دیکھنے والوں کو گمان ہوتا کہ کہیں جنگ و جدال نہ ہو جائے اور پھر وُہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرُو اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت اور رضامندی؟ کس قدر حیرت انگیز ہے۔

معلوم ہُوا کہ صحابۂ کرام کے نزدیک اس مستعمل پانی اور تھوک مبارک کی بڑی قدر و منزلت تھی کیونکہ وُہ جانتے تھے کہ یہ پانی جسمِ اقدس تک پہنچ کر سراسر برکت و نور ہو گیا ہے

اور اس پانی سے برکت وشفا ونورانیت حاصل کرنی چاہیئے اور وُہ فضلاتِ مبارکہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے متصل ہونے کی فضیلت حاصل ہوگئی ہے، اپنے چہروں پر مل کر دارَین میں سُرخ رُوئی حاصل کریں۔ اس لئے وُہ پروانوں کی طرح ان پر نثار ہوتے اور اُن کے حصُول کی بہت کوشش کرتے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے جذباتِ محبّت کا احترام فرماتے تاکہ اُن کی جرأت بڑھے اور دِل کھول کر ایسے کام کریں جو ان کی روحانی ترقی کا باعث ہوں اور آپ کا مقصود اصلی بھی یہی تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کس کی مجال تھی کہ حضور نبوی میں ایسی حرکات کرسکتا۔

اب اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو عقلاً وشرعًا ہم سے بدرجہا افضل ہیں، جب آپ کے فضلاتِ مبارکہ کو اپنے سے افضل بلکہ باعثِ حصُول فضیلت وبرکت سمجھتے تھے تو ہم کون ہیں جو حضور پرنور سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرسکیں۔ اگر ان روایات کو پیشِ نظر رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو کہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلاتِ مبارکہ بھی ہم سے افضل واعلیٰ ہیں۔

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدّیق رضی اللہ عنہما کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ شریف تھا۔

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى يُسْتَشْفٰى بِهَا۔

وُہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے ہیں اور شفا ہوجاتی ہے۔

(مسلم صفحہ ۱۹۰/۲)

امام ابن مامون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ ہمارے پاس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا۔

فَكُنَّا نَجْعَلُ فِيْهَا الْمَآءَ لِلْمَرْضٰى فَيَسْتَشْفُوْنَ بِهَا۔

ہم اس میں پانی ڈال کر بہ غرض شفا بیماروں کو پلاتے تو شفا ہوجاتی۔

(شفا شریف)

حضرت محمد بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا ایک ٹکڑا ہمارے پاس تھا۔

نَغْسِلُهَا لِلْمَرِيضِ يَسْتَشْفِيْ بِهَا۔ ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے تو اسے شفا ہو جاتی۔

(ابن عدی، اصابہ)

حضرت خداش بن ابی خداش رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جو اُنھوں نے حضور سے لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی کبھی حضرت خداش کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے، اسے آبِ زمزم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔

(اصابہ ترجمہ حضرت خداش و کنز العمال)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اس قسم کے امور میں بہت ہی محتاط تھے لیکن حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اس پیالے کو حاصل کر کے اس میں پانی ڈال کر سر اور چہرے کو مشرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس پیالے کی برکت کے وُہ بھی قائل تھے حالانکہ وُہ جانتے تھے کہ پیالہ کئی مرتبہ دھویا گیا اور استعمال کیا گیا، مگر ان کا اعتقاد تھا کہ ایک بار بھی دستِ مبارک کا لگ جانا ہمیشہ کی برکت کا باعث ہے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ مَیں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عریض و عمدہ پیالہ دیکھا جو چوب نضار کا بنا ہوا تھا اور اس پر لوہے کا ایک حلقہ بنا ہُوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنوائیں مگر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جس چیز کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہو اُسے تبدیل نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سُن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ویسے ہی رہنے دیا۔
اور فرمایا

لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْقَدَحِ اَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔
کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پانی پلایا ہے۔

(بخاری شریف ص ۸۴۲)

وہی پیالہ حضرت نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کو خرید اگیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالے کو بصرے میں دیکھا اور اس میں پانی پیا ہے۔

(شرح شمائل للبیجوری بحوالہ شرح مناوی)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خالد بن سفیان بن بلیغ ہزلی کے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ میں جب قتل کر کے واپس خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنا عصاء مبارک عطا فرما کر فرمایا۔

تَخَصَّرُ بِهٰذِهٖ فِی الْجَنَّةِ۔ اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا۔

وُہ عصاء مبارک حضرت عبداللہ کے پاس رہا، جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصاء کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (زرقانی علی المواہب وحیوۃ الحیوان، بیہقی، ابونعیم)

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا عصاء مبارک تھا، جب وُہ فوت ہُوئے تو ان کی وصیت کے مطابق وُہ ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (بیہقی، ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس پر تین سطروں میں "محمد رسُول اللہ" نقش تھا، اوپر کی سطر میں اللہ درمیان میں رسُول اور نیچے کی سطر میں محمد تھا۔ (صلّی اللہ علیہ وسلم)

جب بادشاہوں کو خطوط بھیجتے تو اس انگوٹھی سے مہر لگاتے اور ایسی انگوٹھی بھی آپ نے پہنی ہے جس میں نگینہ تھا۔ (بخاری ص ۸۷۲ و مسلم)

حضرت عبداللہ بن حازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے وُہ جمعہ اور عیدین، اور جب لڑائی میں فتح پاتے تو بطور تبرک پہنتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پہنایا تھا۔ (اصابہ)

حضرت ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے دادا موصوف کو کہلا بھیجا۔ چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اپنے چہرے پر ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر امام بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں نے اپنے ہاتھوں سے بُنی ہے اور آپ کے لئے لائی ہوں، آپ نے قبول فرمائی پھر اسے بطور تہ بند باندھ کر ہماری طرف تشریف لائے۔ صحابہ میں سے ایک نے دیکھ کر فرمایا کیا اچھی چادر ہے یارسول اللہ مجھے پہنا دیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا، چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، پھر واپس آئے تو چادر لپٹی ہوئی آپ کے پاس تھی۔ وہ آپ نے اس سائل صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابۂ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے چادر کا سوال کر کے اچھا نہیں کیا حالانکہ تجھے معلوم تھا کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے اور اس وقت حضور کو اس کی ضرورت تھی۔

فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ يَوْمَ أَمُوْتُ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهٗ۔

(بخاری شریف ص ۸۶۵/۲)

اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے صرف اس لئے سوال کیا کہ میرے مرنے پر یہ چادر (جو آپ کے جسم سے لگ چکی ہے) میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہی چادر مبارک اس کا کفن بنی۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَإِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَيْنِ۔ (بخاری ص ۸۶۵/۲ مسلم)

کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک کملی جس میں کثرت سے پیوند تھے اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں وصال فرمایا۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احمد بن فضلویہ زاہد بڑے غازی اور بڑے تیر انداز تھے، اُن کے پاس ایک کمان تھی جس کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑا تھا، وُہ فرماتے ہیں۔

مَا مَسَسْتُ الْقَوْسَ بِيَدِي إِلَّا عَلَى طَهَارَةٍ مُنْذُ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْقَوْسَ بِيَدِهٖ۔

جب سے مجھ کو یہ معلوم ہُوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمان کو ہاتھ میں لیا ہے، مَیں نے کبھی اس کو بے وضو نہیں چھُوا۔

(شفا شریف ص۴۴/۲)

اس عظیم الشان مجاہد کی عقیدت و محبت کا اندازہ کیجئے کہ اس کمان کو بغیر طہارت کے کبھی نہ چھُوا جس کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تھا اور اسی ادب و احترام کا نتیجہ تھا کہ وُہ اس فن میں مشہور اور نیک نام ہوئے، اگر اِس زمانے کے نام نہاد موحدین اُس وقت میں ہوتے تو اُن کو کافر بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے۔

اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ انہوں نے ایک معمولی کمان کی اتنی تعظیم کی کہ قرآن شریف کے برابر کر دیا لَا يَمَسُّهٗ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ تو قرآن شریف کی شان میں نازل ہُوا ہے انہوں نے اس کو کمان کی شان قرار دیا اور عملاً بھی ثابت کیا کہ بغیر طہارت کے کبھی کمان کو نہیں چھُوا، ایک بدعت سیئہ کو واجب بنانا ضرور حدِ کفر تک پہنچا دیتا ہے غرضکہ کسی نہ کسی طریقہ سے اُن کو کافر و بدعتی ضرور بناتے۔

مگر اس زمانۂ خیر القرون کے علمائے کرام نے ان کے اس فعل کی وُہ قدر کی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں کہ بلا انکار بلکہ بطورِ تحسین کتبِ احادیث میں بیان فرمایا تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کی قدر کریں اور ان کے اس فعل سے ادب و تعظیم سیکھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عصاء مبارک تھا، جہجاہ نے غصے کی حالت میں حضرت عثمان سے لے کر اس کو گھٹنے پر رکھ کر زور سے توڑنا چاہا، ہر طرف سے شور ہُوا ارے یہ کیا کرتا ہے مگر اس نے نہ سُنا اور توڑ ہی ڈالا، اس کے ساتھ ہی اس کے گھٹنے میں ایک پھوڑا پیدا ہُوا جس کو اکلہ کہتے ہیں جو جسم میں سرایت کر جاتا

ہے، تھوڑے عرصہ میں پاؤں کاٹنے کی ضرورت پیش آئی اور ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اس کی تکلیف سے وُہ مر گیا۔ (شفا شریف)

اس سے ظاہر ہے کہ عصاء میں کوئی زہریلا مادہ تو تھا ہی نہیں جس کا اثر اس کے پاؤں میں ہو گیا بلکہ یہ اس بے ادبی کا نتیجہ تھا جو اس مبارک عصاء کے ساتھ کی گئی تھی، یہ یاد رکھیئے کہ بے ادبی کرنے والے کی تباہی ضرور ہوتی ہے اور کبھی عبرت کے لئے ظاہراً بھی وُہ تباہ کیا جاتا ہے، اب یہاں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب ان کے تبرکات کی بے ادبی تباہی کا موجب ہے تو خود ان کی بے ادبی کے نتائج کیا ہوں گے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا ایک گچھا تھا۔

اِذَا قَعَدَ وَ اَرْسَلَهَا اَصَابَتِ الْاَرْضَ فَقِيْلَ لَهٗ اَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ اَكُنْ بِالَّذِيْ اَحْلِقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ۔

جب وُہ بیٹھتے اور اس کو چھوڑ دیتے تو وُہ زمین سے جا لگتا انھیں کہا گیا کہ تم ان کو مُنڈوا کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا میں انھیں ہرگز نہیں منڈواؤں گا کیونکہ ان پر حضور کا ہاتھ مبارک لگا ہُوا ہے۔

(کنز العمال، شفا شریف صہ ۴۴/۲)

صحابۂ کرام جانتے تھے کہ جس چیز کو دستِ اقدس یا جسم شریف لگ گیا اس میں برکت ضرور آگئی ہے۔ پھر کوئی اس برکت کو اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا اور کوئی مسلمانوں کی خیر خواہی کے لحاظ سے اس عالم میں چھوڑ جاتا، اگر حضرت ابو محذورہ وُہ متبرک بال کٹوا دیتے تو دست بدست تقسیم ہو جاتے اور وُہ تبرک ان کے پاس نہ رہتا۔ اس لئے انہوں نے کٹوانا تو درکنار مانگ بھی کبھی نہ نکالی کہ کہیں اس حالت میں جو دستِ مبارک کے لگنے کے وقت تھی فرق نہ آئے۔ سبحان اللہ کیا احتیاط اور کیا عقیدہ ہے۔ دراصل یہ سارے کرشمے عشق و محبت کے ہیں ان مقدس حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق تھا جو ہر وقت ایک نئی شکل میں ظہور کرتا تھا۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال فرماتے ہیں ؎

دیں سراپا سوختن اندر طلب | انتہایش عشق و آغازش ادب
زندگی را شرع و آئین است عشق | اصل تہذیب است دین، دین است عشق
دیں نہ گردد پختہ بے آداب عشق | دیں بگیر از صحبتِ اربابِ عشق

حضرت اسمٰعیل بن یعقوب تیمی فرماتے ہیں کہ ابن منکدر مسجدِ نبوی کے صحن میں ایک خاص جگہ پر لوٹتے اور لیٹتے، ان سے اس بات کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مَیں نے اس جگہ پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ (وفاء الوفاء)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا

وَاضِعًا یَدَہٗ عَلٰی مَقْعَدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَھَا عَلٰی وَجْھِہٖ۔

کہ منبرِ اقدس میں جو جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی وہاں اپنے ہاتھوں کو ملتے، پھر اپنے مُنہ پر پھیر لیتے۔

(شفا شریف صہ ۴۴/۲)

مقامِ غور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی نے لوگوں کے سامنے یہ کام کیا، اس سے ظاہر ہے کہ ان کو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ ہمارے اعتقاد میں یہ بات داخل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ مقدّس تو کیا کپڑے بھی جس مقام پر لگ گئے ہوں وُہ مقام متبرک ہو جاتا ہے اور اس مقام سے برکت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اس مقام پر لگا کر اپنے جسم میں جو مقام اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے یعنی مُنہ اس پر پھیر لیا جائے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گنہ گار تھا، جس نے دو سو برس تک اللہ کی نافرمانی کی۔ جب وُہ مرگیا تو لوگوں نے اس کو ایسی جگہ میں پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی آئی کہ اس شخص کو وہاں سے اُٹھا کر لاؤ اور اس پر نماز پڑھو اور دفن کرو! حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی اے اللہ بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ وُہ شخص دو سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا

ارشاد ہُوا کہ یہ سچ ہے، لیکن اس کی عادت تھی

كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلَى اسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حَوْرَآءَ۔

کہ جب وُہ تورات شریف کھولتا اور میرے حبیب حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو دیکھتا تو اُس کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیتا اور اُن پر درُود پڑھتا اس لئے مَیں نے اس کو بخش دیا اور ستّر حوریں اس کے نکاح میں دیں۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ص۴۲ ج۴ وسیرت حلبیہ ص۸۰ ج۱)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے مقام پر بوسہ دینے کی برکت سے دو سو سال کا گنہ گار جنتی اور مقبول بارگاہ ایزدی ہو گیا۔

حدیث سابق سے ثابت ہے کہ جس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملبوسِ خاص لگا تھا اس سے برکت حاصل کی گئی اور اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جس مقام پر لکھا تھا اس سے برکت حاصل کی گئی اور ادب کی راہ سے اس کو بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھا گیا، حالانکہ ذاتِ مبارک سے حروفِ مکتوبہ کو کوئی تعلق ہے تو صرف اس قدر کہ وُہ آپ کی ذاتِ مبارک پر دلالت کرنے والے ہیں حالانکہ دال اور مدلول میں کوئی ذاتی مناسبت نہیں ہوتی باوجود اس کے اس نامِ مکتوب سے پوری برکت حاصل ہُوئی۔

حضرتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے تین درجے تھے۔ آپ سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے اور درمیانی درجے پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ آپ کے بعد حضرت صدیقِ اکبر اپنے عہدِ خلافت میں بہ پاسِ ادب درمیانی درجے پر بیٹھتے اور پاؤں سب سے نیچے درجے پر رکھتے۔ حضرت فاروقِ اعظم اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجے پر بیٹھتے اور پاؤں زمین پر رکھتے۔

حضرت عثمانِ غنی کا عہد آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کر دیئے، آپ اُوپر کے تینوں درجوں کو چھوڑ کر زیادت کے پہلے درجے پر کھڑے ہُوئے۔

(کشف الغمہ۔ وفاء الوفاء)

حضرت اسعد بن زرارہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ جب وفات شریف ہوئی تو آپ کو اسی پر رکھا گیا، آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر کو بھی اسی پر رکھا گیا، پھر لوگ بطور تبرک اپنے مُردوں کو اسی پر رکھا کرتے تھے۔ یہ چارپائی بنو امیہ کے عہد میں میراثِ عائشہ صدیقہ میں فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحاق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خریدا تھا۔

(زرقانی علی المواہب)

حضرت عبدالرحمٰن بن زید عراقی فرماتے ہیں کہ ہم زبدہ میں حضرت سلمہ بن اکوع صحابی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا اور فرمایا کہ میں نے اس ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، پس ہم نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

(طبقات ابن سعد)

شیخ الشیوخ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مروی است کہ بعضے از متروکات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیشِ عمر بن عبدالعزیز بود و آنرا در خانہ مضبوط نگاہ می داشت و ہر روز یکبارے می رفت و آنہارا زیارت می کرد و گاہ بود کہ چوں بعضے از اشراف پیش وے می آمدند ایشاں را دراں خانہ می بُرد، و آنہارا بایشاں می نمود و گفت میراث من اکرم اللہ و اعزکم بہ و گویند در خانہ سریرے و بالشے از ازادیم کہ حشو آں لیف خرما دیک جفت موزہ و قطیفہ و آسیا دستی و کنانہ کہ دراں

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھیں اور انھوں نے ان کو ایک کمرہ میں محفوظ کر رکھا تھا اور ہر روز ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اشراف میں سے اگر کوئی اُن کی ملاقات کو آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت کرایا کرتے اور فرماتے کہ میری میراث تو یہی ہے اللہ ان تبرکات کی برکت سے تمھیں بھی عزت دے، کہتے ہیں کہ اس کمرے میں ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ، جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک جوڑا موزہ، لحاف، چکی اور ایک ترکش

چند تیر بود و گویند کہ دراں قطیفہ اثر وسخ سرِ مبارکِ وے بود و مردے زحمتے عظیم داشت وشفا نمی یافت از عمر بن عبد العزیز التماس نمودند کہ بعضے ازاں وسخ بشویند و باسعوط در بینی بیمار چکانیدند بیمار شفا یافت۔

(مدارج النبوت)

جس میں چند تیر تھے، لحاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک کی چکنائی کا اثر تھا، ایک شخص کو سخت بیماری لاحق تھی جس سے شفا نہ ہوتی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں التماس کی گئی تو آپ کی اجازت سے اس چکنائی میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا، وُہ تندرست ہوگیا۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان تمام مقامات اور ان تمام اشیاء کی تعظیم وتکریم کرنا جن کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہُوا ہے درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعظیم وتکریم ہے اور بہت ہی خیر وبرکت کا باعث ہے یہاں تک کہ

وَاَوَّلُ اَرْضٍ مَسَّ جِلْدَ الْمُصْطَفٰی تُرَابُهَا اَنْ تُعَظَّمَ عَرَصَاتُهَا وَتُنَسَّمَ نَفَحَاتُهَا وَتُقَبَّلَ رُبُوْعُهَا وَ جُدْرَانُهَا۔

(شفاء شریف ص۴۶/۲)

جس سرزمین کی مٹی کو حضور کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہُوا ہے لازم ہے کہ اس کے میدانوں کی بھی تعظیم کی جائے اور اس کی ہواؤں کو سونگھا جائے اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جائے۔

غرض یہ کہ حبیب اور حبیب کے مقامات، ملبوسات، تبرّکات کی تعظیم وتکریم کرنی چاہیئے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک نے اس شخص کو تیس دِرّے مارنے کا حکم دیا تھا جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے، آپ نے فرمایا جس سرزمین میں افضل الخلائق آرام فرما ہیں تو کہتا ہے کہ اس سرزمین کی مٹی خراب ہے تو اس لائق تھا کہ تیری گردن اڑا دی جائے۔ (شفا شریف)

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیّد عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

عقیدت مند آنکھ جب خاکِ مدینہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھتی ہے تو طیبہ و بطحا کا ذرّہ ذرّہ آفتابِ جہاں تاب بن کر چمکتا ہے ؎

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
وے خنک شہرے کہ در وے دلبر است

فوائد

۱۔ یہ کہ پگڑی کے نیچے ٹوپی رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔

۲۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک بہت بابرکت، بلاؤں اور مرضوں کو دُور کرنے والا ہے۔

۳۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے ساتھ جو چیز بھی لگی وُہ بہت ہی بابرکت اور قابلِ تعظیم ہو گئی، لہذا دیارِ حبیب کا ذرّہ ذرّہ بہت ہی بابرکت اور قابلِ تعظیم ہے کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے فوائد ثابت ہوتے ہیں، اگر بہ نظرِ ایمان دیکھا جائے۔

خاتمہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے مقدّس کو لفظی جامہ پہنا کر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ الفاظ معذور ہیں، کائنات اپنی وسعتوں کے ساتھ محدود ہے اور آپ کے فضائل و برکات اور خصائص و کمالات غیر محدود ہیں قلم اور زبان حقیقی خدوخال پیش کرنے سے عاجز ہے تاہم اپنی طاقت و وسعت کے لحاظ سے آپ کے سراپائے مقدّس کا نقشہ اپنے شکستہ الفاظ کے جامہ میں پیش کیا ہے مقصود اظہارِ علم و فضل نہیں ہے کیونکہ من آنم کہ من دانم بلکہ صرف اور صرف بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں ہدیۂ عقیدت کی پیش کش ہے ؏

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اس موضوع پر عاشقانِ جمالِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت تصانیف پیش کی ہیں اور مجموعی حیثیت سے آپ کی صورت و سیرت کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہا جو احاطۂ تحریر میں نہ آچکا ہو مگر ان تصانیف سے عوام پورا پورا استفادہ نہیں کر سکتے کیونکہ وُہ تبحر علمی سے بھرپور ہیں اس لئے اس گنہگار نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس کو الفاظ کا جامہ پہنا کر نہایت آسان صورت میں پیش کیا ہے تاکہ عوام حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس پڑھ کر حضور کی عزّت و عظمت، عقیدت و محبّت اور ایمان و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوں اور ان گستاخوں کو جو سیّد الانبیاء حبیبِ ربِّ کبریا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضور ہماری طرح کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے تھے اور ان کے اعضاء مبارکہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ کان وغیرہ ہماری طرح تھے جواب دے سکیں کہ

اے ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرنے والو

کیا تم بھی سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ایسے ہی ہو جیسا کہ حضور پُر نور صلی

اللہ علیہ وسلم کا سراپائے اقدس تھا؟

کیا تمہارے سراپا میں بھی وہی خصائص اور برکتیں ہیں جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے مقدس میں تھیں؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ٥

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو انصاف سے کہو کہ تمہارا ہمسری اور برابری کا دعوٰی کرنا گستاخی و بے ادبی اور بے دینی ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو اس ناپاک عقیدہ (کہ حضور ہمارے ہی جیسے بشر ہیں) سے باز آؤ اور توبہ کرو اور کہو کہ حضور مجسّم نور ہیں اور بے مثل بشر ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی ذاتِ اقدس حسن و جمال کا پیکر تھی اور آپ کا ایک ایک عضو قدرتِ خداوندی کا مظہر تھا اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسا بے مثل و بے نظیر بنایا تھا کہ ایسا بے مثل و بے نظیر نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو کہتا ہے کہ ایمان ہیں یہ — اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ

طالبِ دعا

مُحَمَّدْ شَفِيْعُ الْخَطِيْبُ الاوکاڑوی

کراچی

تاریخی قطعات

از نتیجۂ فکر لسان الحسّان استاذ الشّعراء حضرت علّامہ مولانا شاہ ضیاءُ القادری بدایونی مدّظلہ العالی

کتابِ بے عدیل، ذکرِ جمیل، تالیفِ لطیف حضرت مولانا المحترم، عالمِ اکمل، فاضلِ افضل، واعظِ بے بدل، صاحبِ اوصافِ وسیع مولانا قاری محمّد شفیع صاحب اوکاڑوی مدظلہ العالی

وُہ قاری محمّد شفیعِ زماں	جو ہیں عالم و واعظِ محترم
ہے وعظ آپ کا بیعدیل و نظیر	ہیں آپ اہلِ سنّت میں عالی ہمم
ہے تبلیغ و تصنیف شغلِ حیات	ہیں اہلِ زباں نیز اہلِ قلم
ہے تقریر میں جتنا کیف و سرور	وہی طرزِ خامہ ہے بے کیف و کم
لکھا آپ نے ہے جو ذکرِ جمیل	ہے بے شبہ ذکرِ جمیل الشّیم
ضیاؔ سالِ تالیف ذکرِ جمیل	ہے ذکرِ رسُولِ امامِ اُمم

۱۳۷۹ھ

دیگر

زہے شوکت و شان ذکرِ جمیل	ہیں اوصافِ محبوبِ خلدِ نظر
ہے تفسیرِ قرآن و شرحِ حدیث	صفاتِ حبیبِ خدا سَر بسَر
ہیں جو معجزات و فضائل رقم	ہیں گویا سراپائے خیرُ البشر
رہیں شاد و خرّم محمّد شفیع	شرف ان کو دے خالقِ بحر و بر
ضیاؔ کہیئے سالِ کتابِ مبیں	ہے ذکرِ جمیلِ ملائک سپہر

۱۳۷۹ھ

دیگر

آں محمّد شفیع فاضلِ عصر	کرد چوں سیرتِ نبی تکمیل
ہاتفِ غیب ضیاءؔ سالش گفت	ذکر اللہ ذکر جمیل

۱۹۵۹ء

دیگر

تذکرۂ مصطفےٰؐ اہلِ خرد سے ہو گیا	ہیں شہِ کون و مکاں صاحبِ ذکرِ رفیع
کیجئے رقم برمحل ہو کے چمن سے جُدا	سالِ طباعت ضیاؔ ذکرِ محمد شفیع

از نتیجۂ فکر ناصر الاسلام حضرت الحاج مولانا سیّد محمّد عبد السّلام صاحب

قادری باندوی صدر انجمن امانت الاسلام، کراچی

فاضلِ جلیل، مؤلّف ذکرِ جمیل، بلبلِ بوستانِ نبوی مولانا محمّد شفیع صاحب اوکاڑوی، زادہُ اللہ علماً و فضلاً و قدراً و منزلاً کی کتاب ذکرِ جمیل پڑھ کر فقیر کا غنچۂ دِل شگفتہ ہو گیا۔ سبحان اللہ محبوبِ ذوالجلال کے حسن و جمال، فضائل و کمالات کا کیا خوب بیان ہے۔

فقیر کے تین قطعات تاریخی ہدیۂ ناظرین ہیں

رحمۃ للعالمیں ہیں خرمنِ اسرارِ رب	(۱)	مظہرِ انوارِ قدرت مخزنِ اسرارِ رب
اے سلام اس کی حسیں تاریخ ہے ذکرِ جمیل		صیغۂ رازِ الٰہی گلشنِ اسرارِ رب
ہے نبی نورِ جمالِ لم یزل،	(۲)	ان کا یہ ذکرِ جمیل اور بے بدل
اے سلام اسمیں بہارِ خلد کی تاریخ ہے		ہے یہ دِل کش باغ صناعِ ازل
خدا جمیل، جمالِ نبی اسے محبوب	(۳)	خوشا نصیب کہ ذکرِ جمیل ہے کیا خوب
کہا سلام سنِ عیسوی و ہجری نے		نوائے بلبل مرغوب، گوشۂ مرغوب
		۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء

حضرت علّامہ مولانا شاہ پیر امیر احمد صاحب واعظ انصاری دامت برکاتہم العالیہ کا

"ذکرِ جمیل" کے متعلق اظہارِ خیال

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب خطیب اوکاڑوی مدظلہٗ نے اپنی تازہ ترین تصنیف کتاب "الذکر الجمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل" ازراہِ کرم مجھ ناچیز کو عنایت فرمائی، اس کا میں نے

بغور مطالعہ کیا۔ مولٰنا محمدّ شفیع صاحب چونکہ زمانہ حاضرہ کے بمثل خطیب، یکتائے زمانہ عالم اور ادیب ہیں اور اپنے ساحرانہ اندازِ خطابت اور ادیبانہ فضیلت سے عوام و خواص میں بے حد مقبول و مشہور ہیں اس لئے آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ کتاب کے سرِ ورق پر موصوف کا نامِ نامی اسمِ گرامی ثبت ہونا ہی کتاب کی عظمت و مقبولیت کی دلیل ہے۔ لیکن ازراہِ نیازمندی اس مبارک کتاب کے متعلق مختصراً لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکرِ جمیل لکھ کر ماشاء اللہ بہت بڑا دینی اور زبردست تبلیغی کارنامہ انجام دیا ہے۔ سیّد الموجودات، اشرف البریات، نور من نور اللہ حضرت محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال، عادات و خصائل اور آپ کے معجزات باکمال کو ایسی خوبصورتی اور بالغ نظری کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے کہ دِل پھڑک گیا۔ جزاک اللہ و بارک اللہ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

بعض اختلافی مسائل پر بھی بڑی خوبی کے ساتھ عالمانہ اور فاضلانہ بحث کر کے ہر عقدہ کو بڑے پیارے انداز میں حل فرما دیا ہے اور مخالفین کے باطل عقائد اور پُرانے اعتراضات کے قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ سے مدلّل و مُسکت جوابات دے کر بہت سے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرما دی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ پُرزور دلائل بعض سادہ لوح مسلمانوں کی تمام غلط فہمیوں کو بدرجۂ احسن دُور کر دیں گے۔

مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکرِ جمیل لکھ کر مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ اس تصنیفی و تالیفی کارنامہ سے صاحبِ موصوف کی ذات گرامی کو اسلامی تاریخ میں مبلّغِ اسلام اور مصلحِ قوم کی حیثیّت سے ہمیشہ ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل، عمر و صحت میں برکت فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین بحرمتہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیاز کیش خیر اندیش
پیر امیر احمد واعظ انصاری
جودھپوری
۱۲ اگست ۱۹۶۱ء عیسوی

ماخذ

نمبر شمار	ماخذ	مصنف
۱	قرآن کریم	کلام اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ
۲	تفسیر ابنِ جریر	امام ابو جعفر محمد جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ
۳	تفسیر بیضاوی	علامہ قاضی ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر شافعی
۴	تفسیر کبیر	امام محمد فخر الدین محمد بن محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ
۵	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ
۶	تفسیر مدارک التنزیل	علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ
۷	تفسیر معالم التنزیل	امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ
۸	تفسیر ابو السعود	علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ
۹	تفسیر جلالین	علامہ حافظ جلال الدین سیوطی و محلّی رحمۃ اللہ علیہما
۱۰	تفسیر در منثور	" " "
۱۱	تفسیر الاتقان	" " "
۱۲	تفسیر جمل	علامہ سید سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	تفسیر روح البیان	علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	تفسیر روح المعانی	علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	تفسیر عزیزی	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷	تفسیر مواہب الرحمٰن	علامہ سید امیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	تفسیر حقانی	مولانا عبد الحق صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	ماخذ	مصنف
۲۰	تفسیر مفردات	امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۱	بخاری شریف	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۲۲	الادب المفرد	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۲۳	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ
۲۴	ترمذی شریف	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
۲۵	شمائل ترمذی	〃 〃 〃 〃 〃
۲۶	ابو داؤد شریف	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ
۲۷	نسائی شریف	امام نسائی ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ
۲۸	ابن ماجہ شریف	امام ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید (رحمۃ اللہ علیہ)
۲۹	مسند احمد	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	مشکوٰۃ شریف	امام ابو محمد حسین بن حنبل الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	المستدرک	امام ابو محمد حسین 〃
۳۲	حلیۃ الاولیاء	امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳	دلائل النبوت	〃 〃 〃 〃 〃
۳۴	شفا شریف	امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
۳۵	شرح شفا	امام ملّا علی قاری 〃
۳۶	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	〃 〃 〃 〃
۳۷	جمع الوسائل	〃 〃 〃 〃
۳۸	خصائص کبریٰ	امام جلال الدین سیوطی 〃
۳۹	شرح الصدور	〃 〃 〃 〃
۴۰	فتح الباری شرح بخاری	امام ابنِ حجر عسقلانی 〃
۴۱	الاصابہ	〃 〃 〃

نمبر شمار	ماخذ	مصنف
۴۲	عمدۃ القاری شرح بخاری	امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ
۴۳	زرقانی علی المواہب	علامہ قسطلانی و علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما
۴۴	کنز العمال	علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ
۴۵	الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی جامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۴۶	الحاوی للفتاوٰی	" " " "
۴۷	تاریخ الخلفاء	" " " "
۴۸	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ
۴۹	وفاء الوفاء	علامہ امام سید شریف نور الدین علی الشافعی السمہودی
۵۰	فتوح الغیب	حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
۵۱	قصیدہ غوثیہ	" " " " "
۵۲	بہجۃ الاسرار	امام شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ
۵۳	زاد المعاد	ابن قیم جوزی
۵۴	جلاء الافہام	" " "
۵۵	رد المحتار شرح در مختار	علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ
۵۶	طبقات کبیر	امام محمد ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ
۵۷	سیرت ابن ہشام	علامہ محمد بن عبد الملک ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ
۵۸	سیرتِ حلبیہ	علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ
۵۹	مکتوبات شریف	امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی
۶۰	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۶۱	مدارج النبوت	" " " " "
۶۲	جذب القلوب	" " " " "
۶۳	زبدۃ الآثار	" " " " "

نمبر شمار	ماخذ	مصنف
۶۴	دلائل الخیرات	علامہ امام محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ
۶۵	شواہد النبوت	حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی "
۶۶	نفحات الانس	" " " " " "
۶۷	قصیدہ بردہ شریف	امام شرف الدین بوصیری "
۶۸	قصیدۃ النعمان	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۶۹	مثنوی شریف	مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ
۷۰	مفتاح العلوم شرح مثنوی	مولوی محمد نذیر عرشی
۷۱	انفاس العارفین	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۷۲	فیوض الحرمین	" " " " " " "
۷۳	در الثمین	" " " " " " "
۷۴	بستان المحدثین	حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی "
۷۵	نفی الفئی	اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی "
۷۶	خالص الاعتقاد	" " " " " " "
۷۷	حدائق بخشش	" " " " " " " "
۷۸	لمعۃ الضحٰے	" " " " " " " "
۷۹	بہارِ شریعت	صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۸۰	ماہنامہ السعید حیات النبی نمبر	علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ
۸۱	مقاصد الاسلام	مولانا محمد انوار اللہ خاں صاحب "
۸۲	سیرت رسولِ عربی	مولانا نور بخش صاحب توکلی "
۸۳	مجموعۃ الفتاوٰی	مولانا محمد عبد الحیٔ صاحب
۸۴	فیض الباری	جناب محمد انور شاہ صاحب کشمیری
۸۵	آبِ حیات	محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند

نمبر شمار	مأخذ	مصنف
۸۶	تحذیر الناس	محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند
۸۷	فیوضِ قاسمیہ	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۸۸	قصائدِ قاسمی	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۸۹	حفظ الایمان	جناب اشرفعلی صاحب تھانوی
۹۰	جمال الاولیاء	〃 〃 〃 〃
۹۱	نشر الطیب	〃 〃 〃 〃
۹۲	امداد المشتاق	〃 〃 〃 〃
۹۳	الشہاب الثاقب	جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی
۹۴	ھب النسیم	جناب نبیہ حسن صاحب
۹۵	المہند	علماء دیوبند

مجددِ مسلکِ اہلسنت خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

- ذکرِ جمیل
- نغمۂ حبیب علیہ السلام
- انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
- ذکرِ حسین (دو حصے)
- درسِ توحید
- مسلمان خاتون
- راہِ عقیدت
- برکاتِ میلاد
- اخلاق و اعمال
- راہِ حق
- ثواب العبادات
- مقالاتِ اوکاڑوی
- نماز مترجم
- مسئلہ سیاہ خضاب
- میلادِ شفیع
- امام پاک اور یزید پلید
- مسئلہ طلاقِ ثلاثہ
- جہاد و قتال
- شامِ کربلا
- انوارِ رسالت (حصہ اول)
- جھگڑے کا خاتمہ
- سفینۂ نوح (دو حصے)
- تعارف علمائے دیوبند
- نجوم الہدایت

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ○ پاکستان